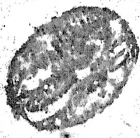
رجسٹری شدہ ہے۔ کوئی صاحب قصد طبع نہ فرماویں



حیاتِ صلاح الدین

مع

مختصر تواریخ جنگہائے صلیبی

یعنی

ملک الناصر سلطان صلاح الدین اعظم فاتح بیت المقدس کی سوانح عمری
جس کے ساتھ دیباچہ میں جنگہائے صلیبی کی ایک مختصر مگر دلچسپ اور ضروری
تواریخ شامل ہے

از

جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب اڈیٹر چودھویں صدی۔ راولپنڈی

۱۳۱۸ھ ہجری مطابق سنہ ۱۹۰۰ء

دوسری مرتبہ نہایت صحت صفائی کے ساتھ

منشی محمد بلال کرم بخش مالکان مطبع و کتب خانہ بلالی ساڈھورہ نے اپنے
مطبع بلالی ساڈھورہ ضلع انبالہ میں طبع کرایا

کتب موجودہ کی فہرست مختصر ذیل میں درج کی جاتی ہے مفصل حالات خط و کتابت کیجئے کے ذریعے طے ہوسکتے ہیں اور مکمل فہرست درخواست کرنے پر ارسال ہوگی

مختلف کتب

نام کتاب	قیمت
سیرۃ الفاروق سوانح عمری حضرت عمر	۱۲ر عہ
حیات صلاح الدین	عہ
مجموعہ لکچر سید احمد خان بہادر	عہ
قصص الکاملین	۴ر
گلدستہ مناجات	۲ر
قہقہہ دیوار	۶ر
خواب حیرت	عہ
فسانۂ عجیب الخلقت	عہ
مرآۃ العروس لائتی کاغذ	۶ر
توبۃ النصوح "	۶ر
بنات النعش "	۶ر
مضامین پولیٹکل	۸ر
پارہ الم ملٹ کاغذ نہایت خوشخط	۱ر
" عم "	۱ر
" سیقول "	۱ر
" تلک الرسل "	۱ر
" والمحصنت "	۱ر
" لا یحب اللہ "	۱ر
" لن تنالوا "	۱ر
قاعدہ عربی "	۱۰ر
قاعدہ بغدادی "	۱ر
تہذیب	۱۲ر
مرقع تہذیب	۸ر
تہذیب الاخلاق	۸ر
فصاحت	۶ر
ثمرہ دیانت	۱۰ر

نام کتاب	قیمت
تسہیل الترجمہ انگریزی	۶ر
حل ترکیب گلستاں باب اول	۵ر
" " دوم	۴ر
" سوم سے آخیر تک	۱۱ر
حل ترکیب بوستاں باب اول	۵ر
" " دوم سوم	۵ر

مفید مدارس فرہنگیں

نام کتاب	قیمت
فرہنگ قصص ہند حصہ اول	۱ر
" " دوم	۲ر
" کھیتی کی کتاب	۱ر
" رسوم ہند	۳ر
" اردو کی پہلی کتاب	۱ر
" " دوسری "	۱ر
" " تیسری "	۱ر
" " چوتھی "	۱ر
" " پانچویں "	۲ر
" " چھٹی "	۲ر
" " ساتویں "	۲ر
" " آٹھویں "	۲ر
" توبۃ النصوح	۳ر
" گلستاں کے پہلے ۲ باب	۱ر
" گلدستہ دانش	۲ر
" ڈکس ریڈر	۴ر
" پیرایہ خرد	۳ر
" سرمایہ خرد	۴ر
" فسٹ بل ریڈر	۴ر
" انگلش پرائمر	۳ر

نام کتاب	قیمت
فرہنگ پیارے پیچیدن سرکار کی پہلی کتاب	۲ر
" " دوسری "	۲ر
" " تیسری "	۲ر
" " چوتھی "	۲ر
" پانچویں "	۲ر

ترجمے

نام کتاب	قیمت
ترجمہ فارسی کی پہلی کتاب	۱ر
" " دوسری "	۱ر
" گلستاں ۲ باب	۳ر
" گلدستہ دانش	۴ر
[illegible] نگار دانش ـ بوستاں	۴ر
تزک جہانگیری	۳ر
شاہنامہ	۲ر
ترجمہ پیرایہ خرد سالم	۱۲ر
[illegible] تاریخ الملکم ۲ر سکندرنامہ	۳ر
شاہنامہ	۳ر
اخلاق جلالی	۳ر
ترجمہ سرمایہ خرد سالم	۱۲ر
[illegible] سکندرنامہ	۵ر
شاہنامہ	۵ر
ابوالفضل	۲ر
انوار سہیلی	۲ر
دیوان نشاط	۲ر
تاریخ فرشتہ	۲ر
ناسخ التواریخ	۱ر
دیوان سعدی	۲ر
ترجمہ گنجینہ خرد سالم	عہ

دیباچہ

صلیبی لڑائیوں کے زمانہ کو بعض عیسائی مورخوں نے گیارھویں صدی کے اختتام سے لے کر سولھویں صدی عیسوی کے اختتام تک شمار کیا ہے۔ اور عثمانی ترکوں نے جو لڑائیاں یورپ پر حملہ کرنے میں عیسائیوں سے کی ہیں اُن کو بھی صلیبی لڑائیوں میں داخل کر لیا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ عثمانی ترک چونکہ اس زمانہ میں ایک فاتح اور حملہ آور نہایت غالب قوم تھی اور ممالک یورپ کو کچھ عرصہ کے واسطے اُنہوں نے بےچین اور بدحواس کر دیا تھا اور ترکوں کے مقابلہ کرنے کی تاب جب بعض ممالک یورپ نہیں لا سکتے تھے تو اپنے ہم قوموں سے ایک پُرجوش امداد حاصل کرنے کے واسطے صلیبی لڑائی کا نام ہی اُن کے پاس ایک چلتا ہوا اور مؤثر جادو تھا۔ اس وجہ سے ترکوں کی لڑائیوں کو بعض مورخوں نے صلیبی لڑائیاں کہہ دیا ہے۔ ورنہ درحقیقت صلیبی لڑائیاں صرف اُن لڑائیوں کا نام ہو سکتا ہے جو شام میں بیت المقدس حاصل کرنے کے واسطے کی گئیں [illegible] اور جو ہسپانیہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان [illegible] مسلمانوں کے اس ملک سے قطعی اخراج پر ختم [illegible] لڑائیاں کہنا روا نہیں ہے +

[illegible] میں یا یورپ میں جس طرح کروسیڈ یعنی صلیبی لڑائیوں کے نام سے مختلف مواقع [illegible] فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں میں بعض یا اکثر اوقات جہاد کے نام کو اس کے غلط استعمال سے بدنام کیا گیا ہے۔ اور اس سے مخالفین مذہب اسلام کو اعتراض کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ کروسیڈ یا جنگ صلیبی مذہب عیسوی کی تو کوئی اصطلاح نہیں ہے حضرت مسیح کا اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کا تو کیا ذکر اُنہوں نے خود صلیب پر کھینچے جانے کے خلاف بھی کوشش نہیں کی۔ مگر اُن کی اُمت نے اس صلیب کو حضرت مسیح کے تحمل اور اپنی جان کے

دشمنوں کے حوالہ کر دینے اور ظالموں اور جفا کاروں کا ظلم سہ لینے اور خدا کے راہ میں ...
کی ایک علامت تھی غیر مذاہب کے لوگوں پر حملہ کرنے اور خونریزی کا ایک نشان بنا کر
لیکن پوپوں اور پادریوں نے جو جادو شروع شروع میں اس نام میں بھر دیا تھا۔ ...
میں تہذیب اور شائستگی کی ترقی ہونے اور پوپ کی قوت کے ٹوٹ جانے کے ساتھ
مفقود ہو گیا۔ جہاں صلیب کے نام پر پادریوں کے وعظ کہنے سے لکھو کہا عیسائی ...
اُٹھا کر اپنے گھروں اور وطنوں کو خیر باد کہ کر اپنی ماؤں اور بہنوں اور بیبیوں اور ...
محبت اور اُلفت کو قطع کر کے نامعلوم مصیبتوں کا مقابلہ کرنے کے واسطے چل دیتے ...
وہاں پچھلے زمانہ میں ایک شخص بھی اس فریاد اور بکا کی پروا نہیں کرتا تھا۔ جو پادری اسی
مؤثر نام کے واسطہ سے کرتے تھے۔ تہذیب اور شائستگی کی ترقی نے اہل یورپ خود مقر ہیں
کہ خودغرض پادریوں کی اِس دھوکہ کی ٹٹی کو اُٹھا دیا۔ اور ان لڑائیوں کی جو اصل حقیقت تھی
وہ سب کی سمجھ میں آگئی۔ زمانہ ایسے عیسائیوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ جن کو اسلام اور مسلمانوں
سے بالطبع نفرت ہو۔ مگر ایسے مجنونوں کی تعداد اِس قدر کم ہو گئی ہے کہ ان کا وجود عدم کے برابر ہے
تہذیب اور شائستگی کی ترقی نے جہاں کروسیڈ کی حقیقت بیان کر دی ہے وہاں جہاد کی
اصلیت کو بھی دُنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ ہندوستان کے مسلمان علما نے جن میں سر سید احمد خان صاحب
بہادر اور مولوی چراغ علی صاحب کو حق امتیاز حاصل ہے۔ اس امر کو نہایت تحقیق
اور تشریح سے بیان کر دیا ہے۔ کہ جہاد کے معنی اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں کہ مسلمان اپنے
دشمنوں سے جنگ کریں لیکن صرف اُس حالت میں جبکہ اُن کے دشمن اُن پر حملہ آور ہوں۔
اُن سے بدعہدی کریں اُن کو اور اُن کے بال بچوں کو قتل کریں اور اُن کی مذہبی آزادی کے رخنہ انداز
ہوں غرض جہاد کے معنی صرف ڈیفینسو لڑائیاں ہیں۔ کوئی آفینسو
لڑائی کا منشا اور معنی جہاد میں داخل نہیں ہیں۔ اگر بعض اوقات مسلمان سلاطین نے اس بے ضرر
اور سادہ لفظ سے اپنے ذاتی اغراض کے واسطے کوئی فائدہ اُٹھایا ہے اور اِس لفظ کے
منشاء کا غلط استعمال کیا ہے یا بعض جاہل مسلمان کرتے ہیں تو یہ لفظ یا مذہب کا کوئی قصور
نہیں ہے۔ بلکہ بعض اشخاص کی خودغرضیوں یا جہالت کا قصور ہے۔ سوائے ان لڑائیوں
کے جو بدو اسلام میں یا کسی دوسرے وقت میں مسلمانوں نے دشمنوں کے حملوں سے
اپنی جانوں اور مالوں اور بال بچوں اور مذہب کو بچانے یا امن کے قائم کرنے کی غرض سے

کی ہیں کوئی لڑائی جہاد نہیں ہے۔ تمام ملکی لڑائیاں ہیں جو ہر ایک قوم جس کو طاقت او غلبہ نصیب ہو جاتا ہے کرتی ہے اور ہمیشہ کرتی رہینگی۔ مگر اُن کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُن کی وجہ سے مذہب پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ تہذیب اور شائستگی اور ترقی تعلیم اور جہالت کی بیخ کنی ہو جانے پر تمام دُنیا کو عین اصل حقیقت معلوم ہو گی جو اب ہوتی جا رہی ہے۔ پس صلیبی لڑائیوں کا زمانہ گیارھویں صدی کے اختتام (سنہ ۹۶ء) سے لے کر تیرھویں صدی کے اختتام سنہ ۱۲۹۱ء قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور یہ دو سو برس کی لڑائیاں عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کی تاریخ میں اُس زمانہ کے سب سے زیادہ ممتاز واقعات ہیں اور دونو قوموں کی تاریخ کا ایک نہایت ضروری اور اہم حصہ ہے۔ اور اس قابل ہے۔ کہ اسلامی تاریخ کی غرض سے اس کے تفصیلی او مشرح حالات پر ضخیم کتابیں جیسی کہ یورپ کی زبانوں میں موجود ہیں۔ ہماری زبانوں میں بھی لکھی جائیں۔ مگر قوم کی علمی بدشوقی اور ناقدردانی پُرجوش اور پُرہمت ہاتھوں سے بھی قلم کو گرا دیتی ہے۔ صلیبی لڑائیاں جو یورپ کی آئندہ ترقیوں اور ایشیائی اقوام خصوصاً مسلمانوں کے قومی تنزل کا ایک نیا زمانہ شروع کرتے ہیں۔ اس سے قطع نظر کر کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے قومی خصوصیات اِن کے عادات۔ اِن کے خصائل۔ ان کے طبائع۔ ان کی شجاعت۔ رحم۔ انصاف خصائص انسانیت اور ہر ایک عیب و وصف کا بالمقابل موازنہ کرنے کے واسطے صلیبی لڑائیوں کی تاریخ ایک آئینہ ہے۔ اور اس غرض کے واسطے اِس سے بہتر کوئی زمانہ دونو قوموں کی تاریخ میں ایسا نہیں مِل سکتا۔ جب کہ یہ دونو قومیں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑی ہوئی ایک آئینہ میں نظر آ رہی ہیں +

یہ کتاب جنگ ہائے صلیبی کی کوئی تاریخ ہونے کا دعوےٰ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ درحقیقت یہ صرف سلطان صلاح الدین اعظم فاتح بیت المقدس کی لائف ہے۔ لیکن صلاح الدین کے حالات قابل فہم بنانے کے واسطے جو مختصر حالات جنگ ہائے صلیبی کے لکھے گئے ہیں۔ وہ بھی ناظرین کے سامنے ایک حد تک اِن دونو قوموں کی قومی خصوصیات اور کریکٹر کی ایک دلچسپ تصویر پیش کرنے میں ناکامیاب نہ ہونگے۔ اور سلطان صلاح الدین کی پُر عظمت اور کامیاب زندگی کے حالات بجائے خود تمام صلیبی لڑائیوں کی جان ہیں۔ جبکہ تمام یورپ ایک ہی نحوہ ایشیا کی اس عجیب قسمت والی سرزمین شام پر ٹوٹ پڑا تھا۔ مگر اس باہمت مرد خدا کی ناموری او عظمت کا ... کے مقابلہ کے و...

مطابق نہ تھی۔ تیری ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسری گال بھی اُس کی طرف پھیر دے۔ یہ اور اس قسم کی تمام دلاویز نصیحتیں لکھی ہوئی بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان کو پڑھنے سے بھی لطف حاصل ہوتا ہے۔ لیکن جس وقت سے وہ کہی گئی ہیں آج تک اُن پر عمل کرنیوالا کوئی پیدا ہوا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب اثبات میں تو صرف اُس وقت مل سکیگا۔ جب انسان افسان موجود اور اس کی فطرت نظر موجود نہ رہیگی۔ مذہب فطرت کو تبدیل نہیں کرسکتا۔ مذہب اور فطرت انسانی کا خالق اگر ایک ہی ہے اور مذہب انسان کے واسطے ہے تو مذہب اور فطرت کو باہم مطابق ہونا چاہئیے۔ اور ایک مذہب کی صداقت کا یہی سب سے بڑا معیار ہے۔ اور مذہب صرف اُسی صورت میں کارآمد اور انسان اور دنیا کے واسطے مفید ہوسکتا ہے۔ ورنہ خالی الفاظ خواہ ان کا نام مذہب رکھا جائے اور خواہ بعد ازاں اُن کو تہذیب اور شائستگی کی تعلیم کا نتیجہ کہا جاوے انسان اور دنیا کے واسطے کچھ نفع بخش نہیں ہوسکتے ہیں اگر ان کے قائلوں کے اقوال اور افعال میں مطابقت نہ ہو۔ آج کی مہذب اور شائستہ عیسائی دنیا کا انسانی ہمدردی کا دعوے جس کی بنا پر وہ بعض اوقات صلیبی لڑائیوں اور ان کے بانیوں اور داعظوں سے نفرت ظاہر کرتے ہیں۔ بہت ہی خوش آیند ہوتا۔ اگر ان کے افعال اس وقت بھی [illegible] اقوال کے مطابق ہوتے۔ ورنہ مذہب کو اپنی مُلکی مُدّعا براری کا ذریعہ بنانا تو کروسیڈ کے بانیوں [illegible] کے افعال سے بھی بُرا ہے۔ جن کی نسبت نفرت ظاہر کی جاتی ہے۔ بہرحال ہم دیکھتے ہیں [illegible] کے مہذب اور شائستہ عیسائی بھی کم سے کم زبان سے صلیبی لڑائیاں برپا کرنے والوں کی نسبت بہت غُصّہ ظاہر کرتے ہیں لیکن پھر اس خیال سے کہ صلیبی لڑائیوں سے یورپ کو بہت بڑے فائدے حاصل ہوئے۔ ان کا غُصّہ فرو ہوجاتا ہے۔ اور اس تمام نقصان کو وہ اُن فوائد کا معاوضہ خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ رابسن بھی آخرکار اسی خیال سے کچھ تشفی حاصل کرتا ہے کہ ان ساٹھ لاکھ آدمیوں کی قربانی کے بدلے یہ عظیم الشان فوائد ہر ایک قسم کے حاصل ہوئے ہیں +

گبن اور میکالے تو صلیبی لڑائیوں کے بانیوں میں کوئی امر قابل ملامت نہیں پاتے ہیں [illegible] کی رائے ایک خالص مذہبی رائے ہونے کی وجہ سے تاریخی اعتبار کے پایہ سے گری ہوئی ہے۔ لیکن گبن یہ کہکر خاموش ہوجاتا ہے کہ یہ اس زمانہ کے خیالات ہی کا نتیجہ تھا۔ مگر رابسن دونوں سے اختلاف کرتا ہے۔ اور گبن کے جواب میں کہتا ہے۔ کہ ہم کو یقین ہے۔ کہ اکثر اس (مجاہد) کی تاریخ پڑھنے والے اس نتیجہ پر پہنچینگے کہ پوپ اور دوسرے طامع مکّار اور حریص پادری صلیبی لڑائیوں کے اصلی محرک اور عموماً معاون تھے اور اس سے مطلق طور پر یہ غرض تھی کہ ان مذہبی خبط اور

دیوانہ پن اور تعصب کی لڑائیوں سے عوام الناس کے دلوں پر قابو پائے رہیں یہ ممکن ہے۔ کہ پیٹر دی ہرمٹ نے پوپ کو یہ خیال دلایا ہو لیکن ایک عاجز درویش اس مقدس گھر (پوپ) کی منظوری کے بغیر کیا کر سکتا تھا۔ اور جس سرگرمی کے ساتھ پوپ نے اس تجویز کو اختیار اور اس پر عمل کیا اس سے ظاہر ہے کہ اس سے وہ بہت بڑے فوائد حاصل کرنے کی توقع کرتا تھا۔ سب سے بڑے حریص سب سے بڑے ہوشیار اور سب سے بڑے بے اصول پوپ صلیبی لڑائیوں کے سب سے زیادہ محرک تھے۔ کیا ہم کہ سکتے ہیں کہ پوپ انوسنٹ ثالث نے اپنے زمانہ کے اقتدار کا خیال کیا۔ جب اس نے سمن ڈی مانٹی فورٹ جیسے خونخوار کتوں کو یورپ کے مہذب عیسائی شہروں میں خون بہانے کو اور دنیا کے نہایت سرسبز اور شاداب میدانوں کو برباد کرنے پر آمادہ کیا (یہ ایک اور لڑائی کی طرف اشارہ ہے)+

"پہلا صلیبی جنگ اپنی عظمت کے باوجود اس قدر مصیبت خیز تھا کہ اگر سنٹ برنارڈ[52] فوک اف نیولی اور پوپ انوسنٹ ثالث جیسے شخص نہ ہوتے تو کبھی کوئی دوسرا صلیبی جنگ نہ ہوا ہوتا۔ پوپ اور دوسرے مذہبی مجنون جو اس کام پر لگائے گئے تھے اس آگ کو جلانے اور رکھنے کے واسطے [illegible] پر مجبور تھے۔ جو انعام [illegible] دی جاتی تھی وہ کس قسم کی تھی متعصبوں کو وہ بہشت کا وعدہ دیتے تھے حریصوں اور لالچیوں کو ملک اور دولت کا۔ بدکاروں اور عیاشوں کو ان کے افعال کی آزادی کا۔ مجرموں اور گناہگاروں کو معافی کا اور سب کو نجات کا۔ اس کے بعد ایلسن سنٹ برنارڈ اور پوپ اور پادریوں کی نسبت نہایت درشت الفاظ استعمال کرتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی ذاتی اغراض اور فوائد کے واسطے لاکھوں مخلوق خدا کا خون بہایا اور اس کے بعد میکالے کے اقوال کی تردید کرتا ہے+

خود مچاڈ اپنی تاریخ جنگ ہائے صلیبی کے دیباچہ کو ان الفاظ سے شروع کرتا ہے کہ "ازمنہ متوسط کی تاریخ صلیبی لڑائیوں سے زیادہ موثر کوئی نظارہ نہیں پیش کرتی ہے جس میں ہم ایشیا اور یورپ کی اقوام کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں مسلح دیکھتے ہیں اور دو مذہبوں کو سبقت کے واسطے لڑتے اور دنیا کی سلطنت کے واسطے جھگڑتے دیکھتے ہیں مسلمانوں سے کئی دفعہ دھمکیاں کھا کر اور عرصہ تک ان کے حملوں کے واسطے کشادہ رہ کر مغرب آخر کار اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور ایک یونانی مؤرخ کے قول کے مطابق اپنے آپ کو جڑ سے اکھیڑ لیتا ہے تا کہ ایشیا پر بے تحاشہ گر پڑے۔ تمام قومیں اپنی رقابت کے خیالات اور

---

۵۱ اس شخص نے سب سے اول صلیبی لڑائیوں کی بنا رکھی اور یورپ سے کہا کہ عیسائی دنیا کو مسلمانوں سے جنگ کر کے بیت المقدس چھین لینے کا حکم ہے۔ اور پوپ کی منظوری کے بعد جنگ کا وعظ کرنا شروع کیا+

۵۲ یہ شخص دوسری صلیبی لڑائی کا بانی اور واعظ تھا+

انعراض کو چھوڑ دیتی ہیں۔ اور دنیا کے صفحہ پر صرف ایک یہ ملک فاتحین کے طمع کے لائق دیکھتے ہیں۔ ایک آدمی خیال کرے گا کہ تمام عالم میں سوائے یوروشلیم کے کوئی شہر موجود نہ تھا اور سوائے اس قطعہ زمین کے جس پر یسوع مسیح کی قبر ہے کوئی آباد ٹکڑا زمین کا باقی نہیں تھا۔ تمام سڑکیں جو بیت المقدس کو جاتی ہیں خون سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں اور قسمتوں کی بربادیوں اور پھیلی ہوئی غارتگریوں کے سوائے اور کچھ نظر نہیں آتا۔" اس کے بعد صلیبی لڑائیوں کا ایک مختصر خاکہ دکھا کر میجاڈ خود ہی سوال کرتا ہے کہ صلیبی لڑائیاں حق بجانب تھیں یا نہیں اور جواب دیتا ہے کہ اس امر کی نسبت ہم کو کچھ جواب دینے کو نہیں ہے جب کہ کروسیڈر صلیبی لڑائیاں کرنے والے یہ خیال کرتے تھے کہ مشرق میں مسلمانوں پر حملہ کر کے ہیں وہ خدا کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں تو مسلمانوں نے بھی یہ ہوں لئے ہیں۔ انہوں نے ایشیا کا ایک حصہ فتح کر لیا تھا اور ہسپانیہ پر قابض ہو گئے تھے اور قسطنطنیہ اور اٹلی کے ساحل اور مغرب کے بہت سے ممالک کو دھمکی دے رہے تھے اپنے دشمنوں کو ایک ناواجب جنگ کرنے کی کوئی ملامت نہیں کی

اور اس بیفائدہ سوال کا فیصلہ [illegible]

میجاڈ کا یہ جواب درحقیقت بہت عجیب ہے کہ صلیبی لڑائیوں کو حق بجانب قرار دینے کے واسطے یہ عذر پیش کرتا ہے کہ مسلمانوں نے کوئی ملامت اپنے دشمنوں کو نہیں کی۔ ہم نہیں سمجھتے ملامت فاضل مورخ کی کیا مراد ہے مقابلہ کے واسطے ہتھیار اٹھانے کو وہ ملامت نہیں خیال کرتا۔ اس کے خیال میں شاید ایک تحریری درخواست لکھ کر بھیجنی چاہئے تھی۔ اس کے بعد وہ بھی ان مصائب اور اس بربادی پر جو صلیبی لڑائیوں سے یورپ پر نازل ہوئی توجہ کرتا ہے لیکن یہ خیال اس کے بھی آنسو پونچھ دیتا ہے کہ انہیں لڑائیوں کی وجہ سے یورپ کو آیندہ شائستگی اور اس کی سلطنتوں کو عظمت اور سرسبزی حاصل ہوئی÷

شام کی تاریخ کو اگر دنیا کی تاریخ کا خلاصہ کہا جاوے تو کچھ بھی بیجا نہ ہوگا۔ قدرت ہی نے اس ملک کو دنیا کی اقوام کا ملاقات گاہ بنایا ہے۔ یورپ اور ایشیا اور افریقہ کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنے میں کامیاب ہونے کی بجائے اس کو دنیا کی تمام اقوام کا رزمگاہ بننا پڑا ہے۔ بابلی حطیطین مصری شامی ایرانی۔ یونانی اور اہل روما اور مسلمانوں میں سے بھی ہر ایک غالب قوم وہ عرب ہو یا ترک سب کے سب اپنی اپنی باری میں اس سرزمین کا مالک بننے کے واسطے لڑتے اور جھگڑتے نظر آتے ہیں۔ مذہب نے بھی اسی ملک کو سب سے زیادہ اپنے واسطے پسند کیا ہے اور اسی رحمت نے اس کی خاک کو ہر طرح انسان کے خون سے نہلا دیا ہے لیکن یورپ کو اول اور آخر ہر موقع پر اس کا شکرگذار ہونا

ہیں کہ جہاں ان کے روحانی مسیحا کا فیض اپنی سرزمین سے ان کو پہنچا ہے۔ وہاں وہ اپنی عظیم الشان تہذیب اور شائستگی کی برکت بھی اسی زمین سے لے کر گئے ہیں +

حضرت مسیح کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تین سو برس سے زیادہ عرصہ تک یروشلم سے عیسائیوں کو کوئی دلچسپی نہ تھی عیسائی مورخ آرچر کے قول کے مطابق پہلے عیسائیوں کے نزدیک شہر خدا کی رحمت اور محبت کی جگہ ہونے کی بجائے اس کے غصہ اور غضب کا مقام ہونا چاہیئے تھا اور ان کو وہ مسیح کے دوبارہ آنے کی جگہ ہونے کی بجائے موت کا منظر معلوم ہوتا تھا لیکن ۳۲۳ء عیسوی میں قسطنطین اعظم کے مذہب عیسوی اختیار کرنے پر (جو سب سے پہلا عیسائی بادشاہ تھا اور جس نے روم کو ترک کر کے بائیزنٹیا کو دارالسلطنت بنایا جو آج تک اس کے نام کی عنایت سے قسطنطنیہ کہلاتا ہے) یروشلم دنیا کے شہروں میں سر اٹھانے لگا اور یہ قول مچاڈ کے وہ ایک تاریک غار ایک سنگ مرمر کا معبد بن گئی جو قیمتی پتھروں سے مرصع اور عالیشان ستونوں سے آراستہ تھا قسطنطین کی والدہ ملکہ سنٹ ہلینا نے قسطنطین سے بھی زیادہ سرگرمی اور دلچسپی یروشلم کی نسبت ظاہر کی خود اس نے بڑی عمر میں یروشلم کا حج کیا اور حضرت مسیح کے مدفن یعنی یروشلم اور اس کے نواح میں تمام مشہور مذہبی مقامات پر اور جناب مسیح کے مولد ناصرہ پر بڑی بڑی عالیشان عمارتیں اور معابد تعمیر کرائے مورخ آرچر کی رائے میں ان مقامات کے اصلی ہونے میں شبہ ہے صرف مذہبی روایات سے قیاساً ان مقامات کا انتخاب کیا گیا ہے اور اپنے اس شبہ کے ثبوت میں وہ یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ حضرت مسیح کی اصلی صلیب کی بجائے ایک مصنوعی صلیب ایجاد کی گئی اور یہ امر اس کے نزدیک محقق ہے۔ اسی زمانہ سے حج مقدس کے سفر کی رسم کا نشان ملتا ہے جو اس وقت سے شروع ہو کر رفتہ رفتہ ترقی کرتی گئی یہاں تک کہ چوتھی صدی عیسوی کے خاتمہ پر یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ یروشلم میں غریب مسافروں کی امداد کے واسطے خیرات جمع کرنے کی رسم پیدا کرنے کی ضرورت ہوئی اس کے بعد پادری اور دوسرے عیسائی یروشلم میں جا کر آباد ہونے لگ گئے اور مچاڈ کے قول کے مطابق روم کے نامی خاندانوں نے مسیح کی قبر پر جا کر پناہ لی اور جارڈن کے کناروں پر ان کو وہ آرام اور عافیت نصیب ہوئی تھی جو باقی دنیا سے مفقود تھی۔ یہ حال کئی صدیوں تک رہا اور یروشلم بہت آباد ہو گیا لیکن ساتویں صدی کے آغاز میں خسرو ایران نے تمام فلسطین اور مصر پر حملہ کیا اور یروشلم کو لوٹا مسیح کے گرجاؤں کی بے ادبی کی اور بہت سے عیسائی قیدیوں کے ساتھ صلیب بھی اٹھا کر لے گیا ہرقل شاہنشاہ روم دس برس تک بیفائدہ کوشش کرنے کے بعد آخرکار ایرانیوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوا اور صلیب ان کے قبضہ سے واپس لے آیا بیت المقدس کے کوچوں میں وہ ننگے پاؤں چلتا ہوا کالوری

کی چوٹی پر صلیب کی لکڑی اٹھائے ہوئے پہنچا۔ اور اس کی اسی عظمت اور فتحمندی کے واسطے سب یورپ نے اس کو مبارکباد دی لیکن بقول مچاڈ کے ایمانداروں کی یہ خوشی دیرپا نہ تھی کیونکہ ایشیا کے ایک تاریک گوشہ سے ایک نیا مذہب پیدا ہو رہا تھا الخ۔ اس سے اس کی مراد عرب اور اسلام سے ہے +

اگرچہ اور کنگسفورڈ بھی اپنی تاریخ کروسیڈ میں ہرقل کی ایرانیوں سے شکست اور پھر فتح کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ لیکن اس وقت ایک نئی طاقت بڑھنی شروع ہو چکی تھی جو ایرانیوں اور اہل روما دونو کو مٹا دینے والی تھی۔ ہرقل ابھی اپنی قسمت اور اقبال کے معراج تک نہ پہنچا تھا کہ مکہ سے محمد صلعم کی ہجرت نے اسلامی دنیا کے واسطے ایک نئے سنہ کا نشان قائم کر دیا تھا کسی زبان میں ایسے الفاظ نہیں مل سکتے جن سے اس نئی ملت کے معتقدین کے جوش اور سرگرمی کا ٹھیک ٹھیک بیان ہو سکے حضرت محمد صلعم کو وفات پائے ابھی کچھ دن بھی نہیں گذرے تھے کہ اُن کے پیروؤں نے شام اور مصر کو فتح کر لیا تھا ایرانی شاہنشاہی کو گرا دیا تھا اور عربی سلطنت قائم کر لی تھی۔ ایک صدی کے اندر باوجود بے شمار اختلافات و تفرقوں کے اس نئے مذہب نے سندھ کے کناروں سے لے کر لائیر تک اپنا اثر پھیلا دیا۔ ۷۱۸ء میں ایک لمحہ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اہل روما کی تہذیب اور عیسائی مذہب دونو باسفورس کے کناروں پر سے مر جائینگے

مچاڈ مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ ایران اور شام کے مالک بن کر انہوں نے مصر پر بہت جلد قبضہ کر لیا۔ ان کی افواج کی فتح و نصرت کی موجیں افریقہ میں جا پہنچیں اور اپنے پیغمبر کا جھنڈا کارتھیج کے کھنڈروں پر گاڑ دیا اور اُن کے ہتھیاروں کا خوف بحر ظلمات کے کناروں تک پہنچ گیا ہندوستان سے آبنائے کیڈیز تک اور بحیرہ کاسپین سے لے کر سمندر تک زبان اطوار۔ مذہب ہر چیز تبدیل ہو گئی بت پرستی۔ ماگی کی پرستش مٹا دی گئی عیسائیت بمشکل سے موجود تھی اور خود یورپ کو بربادی کی دھمکی مل چکی تھی قسطنطنیہ نے جو مغرب کی طاقت کا پشت و پناہ تھا اپنی دیواروں کے نیچے مسلمانوں کی بیشمار فوجیں دیکھیں۔ بارہا اس کا خشکی اور سمندر کی طرف سے محاصرہ ہوا اور صرف یونانی آگ بلگیریا والوں کی امداد اور جہازرانی میں مسلمانوں کی ناتجربہ کاری نے اس کو بچا لیا۔ بعدہ وہ مسلمانوں کی فن جہازرانی میں ترقی اور سمندر میں جزائر پر اور اٹلی پر غلبہ اور تمام اقوام کے ان سے مغلوب ہو جانے اور ہسپانیہ کو فتح کرنے کا ذکر کرتا ہے +

غرض مسلمانوں کی ان ابتدائی عظیم الشان اور بے نظیر فتوحات میں جن کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے ہم نے غیر مذہب کے مورخین کے اقوال دانستہ نقل کئے ہیں۔ یوروشلیم بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا مسلمانوں کی نظروں میں بھی وہ ایسا ہی بیت المقدس تھا جیسا کہ عیسائیوں کے نزدیک

...انوں کا پہلا قبلہ ہونے کے علاوہ رسول پاک کے معراج کا محل اور مسجد الاقصٰے کا موقع ہونے نے مسلمانوں کے واسطے اور بھی عزیز اور قابل ادب بنا دیا تھا۔ اور ہجرت سے پندرھویں سال ہی میں ...۱۵ھ مسلمانوں نے اس متبرک مقام کو اپنے قبضہ میں لاکر اپنی تمناؤں کو پورا کر دیا تھا۔

لیکن مسلمانوں کی فتح خسرو ایران کی غارتگر فتح سے مختلف تھی۔ حضرت عمرؓ کے مبارک خلافت کے عہد میں جب کہ مسلمانوں کی فتح و ظفر کے جھنڈے ہر ایک سمت میں اڑ رہے تھے۔ شام میں اس وقت سب ...می سپہ سالار رومیوں سے قسمت آزمائی کر رہے تھے۔ خالد۔ عمرو بن العاص۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ شرجیل۔ یزید سب اس ملک میں تھے۔ اجنادین کی شکست نے رومیوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ رومی جرنیل ارطغوں نے یوروشلیم میں پناہ نہ دیکھی تو اس کو بے پناہ چھوڑ کر مصر کا راستہ لیا اور شہر بطریق کے سپرد کر دیا۔ اس نے سوائے اس کے کچھ چارہ نہ دیکھا کہ یوروشلیم مسلمانوں کے حوالہ کر دے ...ایک شرط پیش کی کہ خود خلیفہ آکر شہر پر قبضہ حاصل کریں۔ حضرت عمرؓ یہ پیغام پاکر بلا تامل بیت المقدس تشریف لے گئے۔ اور شرائط طے کر کے یوروشلیم میں داخل ہوئے۔ سر ولیم میور کے الفاظ یہ ہیں کہ ...روشلیم میں پہنچ کر خلیفہ (عمرؓ) نے بطریق اور اہل شہر سے مہربانی اور شفقت سے ملاقات کی۔ اور ...ن کو وہی حقوق عطا کئے جو ان شہروں کو دئے تھے جن پر ان کی نہایت مہربانی اور عنایت تھی۔ ...شندوں پر ایک بہت آسان (برائے نام) خراج (جزیہ) مقرر کیا۔ اور ان کے معابد اور گرجاؤں کو ...ستقلال ان کے قبضہ میں دیدیا"۔ حضرت عمرؓ کے سفر بیت المقدس کی تمام دلچسپ اور حیرت انگیز روایات ...ے بیان کرنے کا یہ محل نہیں ہے۔ عیسائیوں سے جس کمال انصاف اور عنایت کا برتاؤ کیا گیا ہے۔ ...ں کی یہ ایک مثال ہے کہ جب حضرت عمرؓ بیت المقدس کے متبرک مقامات کو دیکھ رہے تھے تو نماز کا ...ت ہو گیا۔ بطریق نے وہیں جاے نماز بچھا دیا کہ نماز ادا کر لیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور کہا ...گر میں نے یہاں نماز پڑھی تو آئندہ مسلمان اس کی سند پکڑینگے اور اس مسیح کے نام کے معبد کو گرا کر ...سجد بنا ڈالینگے۔ مسجد الاقصٰے کے قریب ایک مقام پر حضرت عمرؓ نے نماز ادا کی۔ چنانچہ اس جگہ پر انہیں کے ...م سے مسجد بنائی گئی۔ جو آخر کار اب تک قبۃ الصخرا کے پاس اسی طرح موجود اور اسی مبارک نام سے مشہور ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ عیسائی مورخ غصہ اور تعصب سے آنکھیں بند کئے ہوئے مسلمانوں کو کافر ...مسیح کا دشمن یا اور ایسے ہی عجیب ناموں سے یاد کریں لیکن مسلمانوں کے بیت المقدس پر سب سے ...ل قبضہ کے بعد جو آرام اور آسائش عیسائیوں کو نصیب ہوئی وہ مشکل سے کسی عہد میں ہوئی تھی۔

---

۵ سیرۃ الفاروق میں خاکسار مولف نے یہ حالات تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

اسلامی اصول کی پیروی کرنے والوں کے ہاتھوں سے ان کو کبھی بھی کوئی خطرہ نہیں تھا مگر یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں میں عنانِ حکومت پھر ایسے ہاتھوں نہیں رہی ہے۔ بنی امیہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں بھی جو امن اور آسائش ان میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کی تصدیق خود مسیحی مورخ کرتے ہیں۔ ... ماہرین کی زبان سے بہت تفصیل کے ساتھ کرتا ہے مجاڈ صرف بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان ثانی کو عیسائیوں کے واسطے ظالم بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب اس کو مع اس کے تمام خاندان کے دشمنوں نے مغلوب کر لیا تو عیسائی اور مسلمان دونوں خدا کا شکر کرنے میں شریک ہوتے کہ اس نے مشرق کو اس کے ظلم سے بچا لیا۔

عباسیہ کے پہلے خلفا میں سے بعض کے سلوک کو عیسائیوں کے ساتھ مجاڈ اچھا اور آزادانہ تسلیم کرتا ہے اور بعض کا نہیں لیکن ہارون الرشید کے زمانہ خلافت کو عیسائیوں کے حق میں خیر کا ہونے کو تمام مورخ یکساں طور پر تسلیم کرتے ہیں اور یہ کہ عباسیہ کے اس سب سے بڑے خلیفہ کے زمانہ میں مصر کارتھیج اور یوروشلیم ہر ایک ملک کے عیسائیوں کو کامل درجہ کی آزادی اور آسائش حاصل تھی بعض مورخین نے ہارون الرشید اور شارلیمین کے دوستانہ تعلقات کو یہاں تک بیان کیا ہے۔ کہ مشرق کے اس سب سے عظیم الشان خلیفہ نے مغرب کے اس نامور شاہنشاہ کو یوروشلیم یا یہ کہ یوروشلیم کی چابیاں پیش کر دی تھیں۔ بہرحال اس سے عیسائیوں کو حد درجہ کی آزادی اور آرام حاصل ہونا ثابت ہوتا ہے اور مامون الرشید کا عہد بھی اس اعتبار سے اگر اس کے باپ کے عہد سے بڑھ نہ گیا ہو تو اس سے کچھ کم بھی نہیں تھا ان عہدوں میں جن عیسائی مسافروں نے بیت المقدس کا حج کیا ہے۔ اُن کی شہادتیں اس امر کی تصدیق میں موجود ہیں کہ عیسائیوں کو شام میں ہر قسم کی آزادی اور آسودگی حاصل تھی۔ برنارڈ ایک عیسائی درویش جو نویں صدی عیسوی کے وسط میں یوروشلیم کے حج کے واسطے آیا ہے۔ اپنی چشم دید شہادت سے وہ تمام راستہ کی پر امن حالت اور بیت المقدس میں بیماروں کے واسطے ایک ہسپتال کا موجود ہونا بیان کرتا ہے جس سے بہت سے باغات اور انگوروں کے متعلقات اور اراضی تھیں۔ ایسے ہی اس کے ساتھ ایک عمدہ کتبخانہ کی موجودگی بیان کرتا ہے جس سے عیسائی مسافر ہر وقت فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ ہارون اور مامون نے جو قدردانی اور عزت عیسائی علما کی اور جو بیش قرار تنخواہیں ان کی مقرر کیں اور جو سرسبزی اور دولتمندی بغداد کے عیسائی تجاروں اور اہل حرفہ کو حاصل تھیں وہ مشہور تاریخی واقعات ہیں +

مجاڈ شام میں عیسائیوں کی آسودگی اور آسائش کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ یونانی اور شامی عیسائی خاص شہر بغداد میں آباد تھے جہاں وہ تجارت میں مصروف تھے

تھے۔ اور فن طبابت کا پیشہ کرتے تھے اور دوسرے علوم و فنون کی تحصیل کرتے تھے۔ ان کو ان کے علم کے سبب سے بڑی معقول ملازمتیں مل گئیں اور بعض اوقات شہروں کی حکومت یا صوبوں کی گورنمنٹ ان کو مل جاتی تھی۔ عباسیہ کے ایک خلیفہ نے تسلیم کیا تھا کہ ایران کے انتظام اور اہتمام کیواسطے عیسائیوں سے بہتر کوئی نہیں ہوسکتا ہے"۔

عباسیہ کے پچھلے خلفا کی نسبت عیسائی مورخین بعضوں کے زمانہ کو اچھا اور بعضوں کو برا بیان کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ مسلمانوں کی خانہ جنگیوں میں عیسائیوں کو بھی جو ملکی معاملات میں دخیل پائے ہوتے تھے مسلمانوں کے ساتھ تکالیف اور مصائب میں شریک رہنا پڑتا ہو ملکی مفسدوں اور ہنگاموں میں جو خلافت کے ضعف کی حالت میں پیدا ہوتے رہتے تھے عیسائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ اپنا حصہ لینا ضروری تھا۔ شام اور یروشلیم کی قسمت نے آخر کار ایک نیا پلٹا کھایا۔ اور بنی فاطمہ نے مصر میں اپنی علحدہ خلافت قائم کر لینے میں کامیاب ہونے کے بعد شام اور یروشلیم پر قبضہ کر لیا۔ عیسائی مورخوں کی سب سے آخری شکایت بنی فاطمہ مصر کے خلیفہ حاکم کی نسبت ہے جس نے عیسائیوں پر بہت ظلم کیا اور خونریزی کی۔ اور صرف یونانی عیسائیوں کو شام پر حملہ کرنے کے واسطے برافروختہ نہیں کیا بلکہ تمام یورپ کے عیسائیوں کے ہتھیاروں کو شام میں اس عظیم اور مہیب خونریزی کے نظارے دکھانے کے واسطے مدعو کیا۔ بنی فاطمہ کے ہاتھ گویا یوروشلیم پر قبضہ رکھنے کے قابل ہی نہیں تھے۔ کیونکہ یورپ کے عیسائی لشکر نے پہلے جنگ صلیبی میں یوروشلیم کو انہیں کے ہاتھوں سے فتح کیا۔ اور اس کے بعد جب مسلمانوں نے عیسائیوں سے بیت المقدس کو واپس لیا ہے تو عباسیہ بغداد کے نام اور اثر کے ماتحت حاصل کیا ہے۔

خلافت راشدہ کے زمانہ کی مبارک فتوحات جیسی حیرت انگیز ہیں ویسا ہی اس کا اتنی جلدی خاتمہ ہوجانا نہایت افسوسناک ہے۔ بنی امیہ نے خلافت کو ہاتھ میں لیکر اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلامی فتوحات میں ایک بینظیر ترقی کی مثال قائم کی۔ قتیبہ نے چین کی حدود تک ملک کو کھول ڈالا۔ اور تمام وسط ایشیا میں اسلامی جھنڈے گاڑ دئے۔ اور محمد بن قاسم اپنی ظفرمند جماعت کے ساتھ سندھ کو فتح کرکے جیرتا ہوا ملتان پر چڑھ آیا۔ اور اس کو اسلامی مملکت میں شریک کر لیا۔ اگر ایک تقدیر واقعہ اس کور و کتا یعنی اس کی بےوقت موت کا باعث نہ ہو گیا ہوتا تو ہندوستان اسی وقت سے مسلمانوں کا تھا۔ مغرب میں موسیٰ اور طارق نے افریقہ کو فتح کر لینے پر اکتفا نہ کرکے ہسپانیہ جیسے یورپ کے وسیع ملک کو بنی امیہ کی عظیم الشان خلافت میں داخل کر دیا۔ سچ یہ ہے کہ ولید کی بزرگیوں اور عظمتوں نے بنی امیہ کے دامن پر سے بہت سے بدنما دھبے مٹا دئے تھے۔ سر ولیم میور بہت کچھ انصاف سے کہتا ہے۔ کہ تمام اسلامی

خلفا میں ولید کے برابر نامور اور طاقتور کوئی خلیفہ نہیں گذرا ہے چین کی حدود اور سندھ کے کناروں سے لے کر بحر ظلمات تک اس کا لفظ قانون تھا۔ بایں ہمہ بنی اُمیہ کی خلافت گو گویا جوانی سے پہلے مرجانا پڑا اور تخت خلافت کے زیب و زینت کے واسطے بنی عباس کی باری آئی۔ ہارون اور مامون کی ترقیوں نے تمام دنیا کی آنکھوں میں چکا چوند ڈال کر خود آسمان کو بھی اپنا حاسد اور رقیب بنا لیا لیکن یہی ترقیات عباسیہ کی خلافت کا معراج تھیں۔ اور اس سے آگے بڑھنا اس کو پھر نصیب نہ ہوا۔ مامون الرشید کے جانشین معتصم باللہ نے سب سے پہلی اور سب سے بڑی مہلک غلطی یہ کی کہ ترکوں کا دخل خلافت میں بڑھا دیا اور عربوں کو بیدل اور بدگمان کر دیا جو آخر کار خلافت کو اجنبیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر عرب میں اپنی قدیم سندھی کے جوشوں اور حوصلوں کو ضبط کئے ہوئے بانسے ہر سے بدویانہ زندگی بسر کرنے کے واسطے چلے گئے اسی زہر نے بتدریج خلافت کے ضعف کے ساتھ اپنے اثر کو بڑھاتے ہوئے خلافت کو اپاہج کر دینے کے بعد اس کو مار ہی ڈالا۔ بغداد کی عربوں کی آبادی سے قطع تعلق کر کے ایک نئی بستی سامرہ میں سکونت اختیار کرنے سے معتصم نے اپنے آپ کو اور اپنی اور اپنے جانشینوں کی خلافت کو بالکل ترکوں ہی کے ہاتھ میں ڈال دیا عربوں کی ناراضیوں نے اس کو کئی دفعہ اپنی غلطیوں سے آگاہ ہونے کا موقع دیا مگر اس سے وہ صرف عربوں سے زیادہ دور اور ترکوں سے قریب ہوتا گیا فتوح ممالک کی موجیں جو اپنے پچھلے زور میں کچھ دنوں تک اٹھتی رہیں آخر کار بند ہو گئیں معتصم کے جانشین واثق باللہ نے اپنے چاروں طرف بغاوتیں اور ہنگامے دیکھے۔ جو فرو ہو کر بھی خلافت کے واسطے نقصان کا باعث ہوتے تھے اسکے بعد خلافت میں سوائے شخصی برائیوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا بعض اوقات خلیفوں کے مختلف مذہبی خیالات تمام لوگوں کے واسطے وبال تھے۔ اس سے مسلمان اور عیسائی اور یہود سب یکساں تکلیف اور زحمت اٹھاتے تھے بعض اوقات ان کی عیاشی خلافت اور رعیت دونو کی خانہ بربادی کا باعث ہوتی تھی۔ غرض زوال سلطنت اور طاقت کے سامان مہیا تھے۔ اور خلافت کی اس گھٹتی ہوئی طاقت سے فائدہ اٹھانے کے واسطے ترک اور آور غیر قومیں خلافت کے اندر اور باہر تاک لگائے ہوئے اور طیار بیٹھی تھیں ہسپانیہ کی حکومت اور سلطنت اور خلافت تو گویا بنی اُمیہ کے واسطے ہی وضع ہوئی تھی۔ عباسیوں کی چند روزہ برائے نام خلافت کے بعد وہ پھر بنی اُمیہ کے ماتحت ایک علیحدہ عظیم الشان خلافت بن گئی۔ افریقہ کی حکومت بھی عباسیہ کے زیر حکم متزلزل ہی رہی اور آخر کار اسکے ساتھ ہی مصر بھی عباسیہ بغداد سے جاتا رہا اور ایک علیحدہ حکومت بن گئی۔ بغداد کے گرد بیش سب طرف متفرق حکومتیں قائم ہو گئیں جو برائے نام خلافت کے ماتحت تھیں اور خلافت صرف انہیں [illegible]

سے ضعیف نہیں ہوئی۔ بلکہ اجنبی طاقتوں کا زہر خود اس کے جسم میں پھیل رہا تھا۔ خلافت اپنے وزیروں کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن گئی اور وزارت ہی طاقت کا مرکز ہو گئی۔ وزارت کے حاصل کرنے کے واسطے خلافت سے الگ لڑائیاں اور جھگڑے ہوتے تھے اور ان وزارت کے جھگڑوں کے واسطے خلافت کی جان پر بنی رہتی تھی۔ جو طاقتور وزیر جس شخص کو اپنے ڈھب کا پاتا تھا خلیفہ بنا لیتا تھا اور پہلے خلیفہ سے خلافت کو نہیں دنیا کو پاک کر دیتا تھا۔ واثق کے جانشین متوکل کو اس کی ناپسندیدہ حرکات سے تنگ آ کر خود اس کے بیٹے منتصر باللہ نے مروایا۔ اس کو بھی اپنی باری میں بوقت موت کا شکار بننا پڑا۔ مستعین کو ترکوں نے اس کے بعد خلیفہ بنایا۔ تو اس کے بھتیجے معتضد نے اس کو قتل کرا دیا۔ معتز نے اس کے بعد خلافت کا خطرناک لباس پہن کر ترکوں کے ہاتھ سے اس کو قید خانہ میں اتارا۔ مہتدی نے خلافت سنبھالی ترکوں سے نجات حاصل کرنے اور بگڑی ہوئی خلافت کو بنانے کی کوشش کی اور اسی جرم میں مارا گیا۔ معتمد باللہ اس کے بعد طبعی موت سے اس سبب سے مرا۔ کہ اس نے حکومت میں ترکوں سے کچھ مزاحمت نہیں کی۔ معتضد اور مکتفی روپیہ جمع کرنے کی فکر میں خاموشی سے مصروف رہے۔ مقتدر باللہ قتل کیا گیا۔ اور قاہر باللہ نے سال ہی بھر میں خلافت کے ساتھ اپنی آنکھیں بھی کھو دیں۔ راضی باللہ کے بعد متقی باللہ نے بھی اندھا ہو کر خلافت سے نجات پائی۔ اس کے وقت میں اتنی تبدیلی ضرور ہوئی کہ سلطنت ترکی امرا کے ہاتھ سے نکل کر دیالمہ کے ہاتھ میں چلی گئی۔ مکتفی باللہ نے بھی آنکھیں دیکر چند روزہ زندگی خریدی۔ مطیع باللہ نے وزارت کی اطاعت سے اپنے آپ کو اسم بامسمیٰ ثابت کیا۔ طائع باللہ کو بہاؤ الدولہ دیلمی نے خلافت سے ہٹا کر قادر باللہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ قادر باللہ کے دم سے چند روز کے واسطے خلافت میں جان پڑتی ہوئی نظر آئی۔ مگر خلافت کو سنبھالنے کی اس قسم کی ضعیف کوششیں ان بربادی کے اسباب کے مقابلہ میں جنہوں نے اس کو کامل طور پر گھیر لیا تھا۔ کچھ کارآمد نہیں ہو سکتی تھیں۔ قادر باللہ کے بعد قائم بامر اللہ کے وقت میں دیالمہ کا خاندان بالکل تباہ ہو گیا۔ اور سلجوقیوں کی عظیم الشان طاقت نے سر اٹھایا۔ ادھر مصر کے صفحہ سے عباسیہ کا نام ہی مٹ گیا۔ اور وہاں اس کی رقیب علویین یا بنی فاطمہ مصر کی خلافت ترقی کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ قائم کے وقت میں شام کو روندتی ہوئی خود امرائے بغداد کی طلب اور حمایت سے بغداد میں پہنچ گئی اور سال بھر تک بغداد میں مستنصر علوی کا خطبہ پڑھا گیا طغرل سلجوقی نے علویوں کو بھگا کر قائم کو پھر خلافت پر مقیم کیا۔ مقتدی باللہ کے زمانہ کی البتہ یہ ایک بڑی خصوصیت ہے کہ طغرل اور الپ ارسلان کے جانشین ملک شاہ سلجوقی کی عظیم الشان سلطنت

میں چند روز اس کا نام لیا جاتا تھا جس نے ایک دفعہ پھر چین کی حدود سے مغربی سمندر تک اسلامی پھریرا ایک ہی رنگ اور نشان کا اڑا دیا تھا۔ اہل روما کی سلطنت پھر مسلمانوں کے پاؤں کے نیچے نظر آتی تھی۔ اور شام اور بیت المقدس بھی کچھ عرصہ کے واسطے بغداد سے متعلق ہو گئے تھے مگر اس پر آشوب زمانہ میں سلجوقی بھی ہمیشہ نہیں رہنے والے تھے۔ اور خوارزم شاہیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے واسطے چنگیز خانی ترک سر اٹھا رہے تھے خلافت کی حقیقت عرصہ سے ایک مقدس نام کے سوائے کچھ نہیں تھی جس سے مختلف اقوام کے سلاطین جو اول میں بغداد سے باہر اور بعد ازاں بغداد ہی میں حکومت کرتے تھے۔ خلافت کے نام سے عوام الناس کی حمایت کا فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور خلافت سے یہی غرض باقی رہ گئی تھی مقتدی کے بعد اسی قسم کے نو اور خلیفہ عباسیہ کی خلافت کے یادگار بغداد میں نظر آتے رہے اور آخر کار عباسیہ کے سینتیسویں خلیفہ مستعصم باللہ کے وقت میں مسلمانوں کی خانہ جنگیوں اور شیعہ سُنّی کی نزاعوں نے ہلاکو سے بڑی بے دردی کے ساتھ خلافت کا خاتمہ کرا دیا۔ اس خلافت کے آخری چار پانچ خلفاء کا پُر آشوب اور ضعیف زمانہ باقی تھا۔ جب کہ عیسائیوں نے صلیبی لڑائیوں کے واسطے ہتھیار اٹھائے اور شام پر حملہ کرنے کی دلیری کی ان مختصر واقعات سے مسلمانوں کی حکومت کا اس وقت کا ضعف ظاہر کرنا مقصود تھا۔ جو صلیبی لڑائیوں کے وقت میں ہو رہا تھا+

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ عباسیہ کی خلافت کے ضعف پر اندلس (ہسپانیہ) افریقہ اور مصر کی خلافتوں کے علاوہ جن کو عباسیہ کے نیک و بد سے سوائے بداندیشی کے اور کوئی کام نہ تھا۔ خلافت بغداد کے گرداگرد اس کے باہر اور اندر بڑی بڑی مضبوط سلطنتیں مسلمانوں کی قائم ہوئیں۔ جو خود ہی اسلامی طاقت کی ضمانت تھیں۔ طاہریہ صفاریہ۔ سامانیوں غزنویوں۔ دیالمہ سلجوقیہ۔ خوارزمیوں اور کرمانیوں اور اتابکوں کی حکومتیں اور سلطنتیں جن میں محمود غزنوی اور الپ ارسلان اور ملک شاہ جیسے عظیم الشان فاتح پیدا ہوئے اپنی اپنی باری میں قائم ہوئیں تھیں۔ مگر اسی طرح یکے بعد دیگرے مٹ چکیں تھیں صلیبی حملہ کے وقت میں مغرب کے بنی فاطمہ کو بغدادی عباسیوں اور عباسیوں کو ان سے کوئی ہمدردی نہ تھی شام اور بیت المقدس پر بنی فاطمہ کا قبضہ تھا۔ اور مشرق میں چنگیز خانی ترکوں کی فتوحات چاروں طرف پھیل رہی تھیں۔ بغداد کی برائے نام اسلامی خلافت میں ہر ایک صوبہ اور شہر اور قصبہ ایک خود مختار حکمران انا و لا غیری کا کوس بجا رہا تھا۔ اور یورپ کے عیسائیوں کو شام پر حملہ کرنے کے واسطے اس سے بہتر کوئی موقع نہیں ہو سکتا تھا+ مصر ۲۵۶ھ مطابق ۸۶۹ء تک خلفائے بغداد کے زیر حکومت رہا معتمد باللہ کے وقت میں

ایک شخص احمد بن طولون نے خلافت عباسیہ سے منحرف ہو کر مصر کو علیحدہ کر لیا۔ مگر ۲۹۲ھ ہجری مطابق ۹۰۵ء میں مصر پھر خلفا کے تابع ہو گیا لیکن ۳۲۳ھ ہجری سے ۳۵۸ھ ہجری تک آل اخشید یہ اس پر حکمران رہی اور ان کے بعد بنی فاطمہ نے اس پر غلبہ حاصل کیا۔ بنی فاطمہ کی حکومت ایک وقت میں فرات سے لے کر قیروان تک پھیل گئی تھی۔ مگر آخر کار وزرا کا مملوک اور محکوم بن کر رہنے میں اُن کی قسمت عباسیہ بغداد سے کچھ بہتر نہ تھی +

بنی فاطمہ کی مصری خلافت کا بانی جو کروسیڈ کے پہلے حملہ کے وقت یوروشلیم کی مالک تھی ایک عجیب و عجیب عقائد کا شخص شہر اہواز صوبہ خوزستان ملک فارس کا باشندہ تھا شیعہ اور شیعوں کی اولاد اور عرب فاتحین فارس کا دشمن تھا۔ اس نے اپنے عجیب اور لایعنی عقائد کی بڑی اخفا سے تعلیم پھیلائی شرع کی شیعوں کے فرقہ اسمٰعیلیہ کا بانی یہی شخص ہے۔ وہ بجائے امام موسےٰ رضا کے اسمٰعیل کو ساتواں امام مانتا تھا۔ اسکے مذہبی عقاید ہماری بحث سے خارج ہیں۔ ان کی شہرت ہو گئی تو معتمد باللہ کی خلافت میں وہ قید ہو گیا۔ مگر کسی اسمٰعیلی کی مدد سے قید خانہ سے بھاگ کر عباسیہ کی دشمنی دل میں لئے ہوئے افریقیہ میں جا پہنچا۔ اور وہاں علم بغاوت بلند کیا اور مہدی کا لقب اختیار کیا جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ قیروان میں اُس نے اس حکومت کی بنا ڈالی جو اس کی تیسری نسل میں بغداد کی اسمٰعیلی بنی فاطمہ کی خلافت میں جانے والی تھی مطیع باللہ خلیفہ عباسی کے وقت میں المعز جو عبداللہ سے تیسری پشت میں تھا مصر میں خلیفہ ہؤا۔ ان خلفا کے عہد میں عبداللہ کی تعلیم عجیب عجیب رنگوں میں جاری رہی فری میشن فرقہ کی طرح جابجا بڑے شہروں میں مخفی طور پر تعلیم دینے کے واسطے ان کے لاج تھے عبداللہ ہی کی تعلیم اسلامی تعلیم کے مخالف تھی اور مصر کے تیسرے خلیفہ حاکم بامر اللہ نے تو خدائی دعوے کر کے اس کو کئی درجہ آگے بڑھا دیا۔ اسی خلیفہ کے مظالم نے یونانی اور فرنگستان کے عیسائیوں کو شام پر حملہ کرنے کے واسطے آمادہ کیا مستنصر باللہ مصر کا پانچواں اسمٰعیلی خلیفہ تھا جس کے نام کا خطبہ بغداد میں سال بھر تک پڑھا گیا۔ اسی خلیفہ کے عہد میں اسمٰعیلی فرقہ کی ایک نئی شاخ پیدا ہوئی۔ جس نے کفر اور الحاد کو اس کے آخری سے آخری درجہ تک پہنچا دیا۔ اس فرقہ کا بانی حسن بن صباح ایک شخص رے کا باشندہ تھا۔ جو خواجہ نظام الملک طوسی وزیر آلپ ارسلان اور عمر خیام کا ہم مکتب تھا۔ نظام الملک کے احسانات کا بدلہ جب وہ محسن کشی سے دینے لگا تو اُس نے وہاں سے نکلوا دیا۔ بنی فاطمہ مصر کے ہاں اس کیلئے سب سے عمدہ میدان تھا اور اسمٰعیلی خیالات اُسی جیسے شخص سے ترقی پانے کے محتاج تھے۔ اسکے فرقہ کا نام حشاشین مشہور ہے کیونکہ وہ لوگ بھنگ بہت کثرت سے پیتے تھے۔ حسن مصر سے روانہ ہو کر

کچھ روز تک اپنی تعلیم ادھر اُدھر پھیلاتا رہا۔ اور آخر کار اپنے حیلوں سے ۴۸۳ھ ہجری میں مطابق ۱۰۹۰ء قلعہ الموت پر قابض ہو گیا۔ اور بعد ازاں رودبار اور قہستان پر تصرف کر لیا۔ اس کے معتقدین جو فدوی کہلاتے تھے۔ اس کو شیخ الجبال کے نام سے پکارتے تھے اور اس کو تمام دنیا کا مالک اور قادر مطلق خیال کرتے تھے۔ لوگوں کو بھنگ پلا کر بہشت کے جلوے دکھاتے تھے ممنوعات مذہبی ان کے نزدیک باعث نجات تھیں۔ اور کچھ زمانہ کے بعد فدوی لوگ مذہبی پابندی سے آزاد کر دئے گئے۔ اور شیخ الجبال کا خدائی رتبہ اس حکم کی سند تھا قتل اور بیرحمی میں ایسے مشہور ہو گئے تھے کہ تمام دنیا ان کے نام سے کانپنے لگ گئی تھی۔ ملک شاہ نے نظام الملک کی تحریک سے ان کی بیخ کنی کرنی چاہی تو کسی فدوی نے نظام الملک ہی کو قتل کر ڈالا حسن کے جانشین شیخ الجبال اپنے کفر اور الحاد میں اس سے بھی بڑھ گئے فدوی جا بجا لوگوں کو جو ان کے عقیدہ کے نہ تھے قتل کرتے پھرتے تھے۔ ہر جگہ ان کے جاسوس جو بظاہر اطوار پر اپنے آپ کو اس فرقہ کا نہیں ظاہر کرتے تھے موجود تھے۔ اور جہاں موقع پاتے تھے اپنی چھری دوسرے کے پیٹ میں مار دیتے تھے۔ جو آدمی ان کے قابو آ جاتا تھا اس کو زندہ جلا دیتے تھے۔ بنی فاطمہ کے خلیفہ آمر کو انہوں نے ہی مارا۔ اور راشد باللہ عباسی کو راستہ جاتے ہوئے انہیں نے مار ڈالا۔ اور لاش کو وہیں پڑا چھوڑ کر اس کی ناک اور کان کاٹ کر بھاگ گئے۔ اور صدہا نامور حکام اور علما اور فضلا اور اہل ہنر و فن کو اور ہزارہا لوگوں کو اسی طرح انہوں نے قتل کر ڈالا۔ لوگوں میں ان کا خوف اور دہشت اس سبب سے تھی کہ ان کا حملہ کرنے کا وقت کسی کو معلوم نہ تھا۔ لوگوں کے گھروں میں یہ لوگ ملازم تھے۔ اور وہیں موقع پا کر اُن کو بے خبری میں مار ڈالتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو اپنے ملازموں بلکہ اپنے خویش و اقارب پر بھی اعتبار نہ رہا۔ وہ صرف مسلمانوں کے دشمن نہ تھے نوع انسان کے دشمن تھے اور عیسائی یا مسلمان جو چاہے ان کو اُجرت دیکر اپنے دشمنوں کو مروانے کے واسطے کرایہ پر لے سکتا تھا۔ ایک عیسائی مورخ بڑے تعجب سے لکھتا ہے کہ یہ فرقہ عیسائیوں کے فرقہ یسوعی سے بالکل مشابہ ہے۔ وہ بھی انہیں کے مانند بے اصول اور درندہ تھے۔ انہیں کی طرح مخفی طور پر لوگوں کے گھروں میں گھسے رہتے تھے۔ اور ایسے ہی افعال اُن سے سرزد ہوتے تھے۔ آخر کار ۶۵۲ھ مطابق ۱۲۵۴ء میں خلیفہ بغداد کی تحریک سے ہلاکو خاں نے اس گمراہ اور مہلک اور دہشتناک اور خونی فرقہ کو جا دبایا۔ اور قلعہ الموت کو فتح کر کے شیخ الجبل کو گرفتار کر لیا۔ اور دنیا کو اس عذاب سے چھڑایا۔ اس سے دو برس بعد تاتاریوں نے انکی بقیہ طاقت کو توڑا۔ مگر کامل طور پر ان کا قلع قمع جب بھی نہیں ہؤا۔ اور یہ لوگ ملک میں جا بجا پھیل گئے ایک دفعہ جب سلطان صلاح الدین کی جان کے ساتھ دشمنی کی تھی تو اس نے بھی ان نامرادوں کی بہت کچھ صفائی کی تھی

مستنصر اسمٰعیلی کا جانشین جو خشا نشین کو اپنی خلافت کی یادگار چھوڑ گیا تھا مستعلی ہوا۔ اس کے بعد آمر خلیفہ ہوا۔ جو فدویوں کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ آمر کے بعد الحافظ۔ ظافر۔ فائز اور عاضد چار خلیفے بنی فاطمہ کے خلافت مصر پر بیٹھے۔ ظافر کے وقت سے وزارت نے خلافت کو دبا لیا تھا مصر کے آخری خلفا نے کروسیڈ کے حملے دیکھے اور شام اور یروشلیم کو مسلمانوں سے کھویا۔ اور آخر شام اور یوروشلیم کو عیسائیوں سے جیتنے والوں مسلمانوں کے ہاتھ عاضد نے اپنی خلافت بھی ہار دی۔ فرنگی عیسائیوں کے صلیبی حملہ کے وقت جہاں بغداد کی خلافت ضعیف تھی وہاں مصر کے بنی فاطمہ بھی کمزوری کی حالت میں تھے اور اس نواح میں مسلمانوں کی کوئی طاقت تر و تازہ اور سرسبز موجود نہیں تھی +

عیسائی مورخ الحاکم علوی کے شدید مظالم کی جو اُس نے عیسائیوں اور یوروشلیم پر کئے بہت زور سے شکایت کرتے ہیں۔ مگر در اصل اس مخبوط الحواس خلیفہ کا تشدد کچھ عیسائیوں سے ہی مخصوص نہ تھا۔ اور آخر عمر میں تو اُس نے عیسائیوں سے سلوک کر کے اپنی تعدیوں کی بہت کچھ تلافی کر دی تھی۔ اس کے سوائے ترکوں اور تاتاریوں کے ظلموں کے بھی عیسائی شاکی ہیں۔ مگر ان سے اس وقت جو اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچا وہ عیسائیوں سے کچھ بہتر نہ تھا۔ درحقیقت اس طوائف الملوکی اور خانہ جنگی میں عیسائیوں اور مسلمانوں کو یکساں تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ وہ ایسے ہی پُر آشوب زمانے تھے۔ البتہ سلجوقیوں اور رومیوں کی لڑائیوں میں اگر عیسائیوں کو تکلیف یا نقصان پہنچا تو وہ اُن عیسائیوں یا رومیوں کا قصور تھا۔ جو ایک دوسرے کی حمایت پر مسلمانوں کے برخلاف کھڑے ہوتے تھے رومیوں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے کوئی مذہبی لڑائی نہ تھی ملک گیری کی لڑائی تھی اور اس سے اگر شام کے عیسائی خود ہی برافروختہ ہو کر نقصان اُٹھاتے تھے تو اُن کا اپنا قصور تھا +

پہلا کروسیڈ

شام پر حملہ کرنے اور مسلمانوں سے صلیبی لڑائیاں شروع کرنے کی سب سے پہلی تحریک درحقیقت ملک گیری کی طمع نے کی تھی۔ اور یورپ کے عیسائیوں کو براہ راست نہ تو شام کے عیسائیوں کے حال کی خبر نہ ان سے کوئی ہمدردی نہ یوروشلیم اور شام کو مسلمانوں سے فتح کرنے جانے کا کوئی خیال یا پروا تھی۔ ترکوں اور یونانیوں یا رومیوں میں جو لڑائیاں شام کے قبضہ کے واسطے ہوئیں ان میں جب رومیوں نے اپنے آپ کو عاجز دیکھا تو شاہ میکل ڈوکس نے پوپ اور مغربی بادشاہوں کے پاس فریاد کی اور ان سے امداد طلب کی۔ اور پوپ کو خوش کرنے کے واسطے اس سے وعدہ کیا۔ کہ اگر وہ اُس کی

امداد کریگا تو وہ اپنے مذہب کو جو مغربی گریک چرچ کا تھا رومن چرچ سے ملا دیگا۔ پوپ اُس وقت اپنی روحانی عظمت کے ساتھ ملکی طور پر بھی سب سے بڑا اقتدار اور زیادہ طاقت حاصل کرنے کا طمع رکھتے تھے پوپ گریگوری ہفتم نے جو اُس وقت روم میں پوپ تھا۔ رومی بادشاہ کی اس اپیل کی طرف بڑی خوشی سے توجہ کی اور یورپ میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے واسطے جوش پھیلانا۔ اور جابجا پر جوش تحریریں بھیجنا شروع کیں اور خود فوج لے کر ایشیا پر حملہ کرنے جانے کا ارادہ ظاہر کیا +

پچاس ہزار عیسائی پوپ کی سرکردگی میں لڑائی کے واسطے طیار ہو گئے۔ مگر بقول مچاڈ کے پوپ کی طمع نے اس کو ایشیا کی نسبت یورپ میں زیادہ دلچسپی لینے کی تحریک کی اور اپنا وعدہ پورا نہ کر کے اس ارادہ کو ملتوی کر دیا (تاریخ مچاڈ صفحہ ۳۹) +

گریگوری کے بعد وکٹر ثالث پوپ ہُوا اور سابق پوپ کی پالیسی کی پیروی کرتا رہا اور عیسائیوں کو مسلمانوں پر ہتھیار اُٹھانے کی تاکید کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جنوا اور پیسا کے عیسائیوں نے اپنے مذہبی جوش سے برانگیختہ ہو کر افریقہ کے مسلمانوں پر حملہ کیا اور المہدیہ اور سبیلا کو جلا دیا۔ مچاڈ اس کو حقیقی کروسیڈ کہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ مورخوں نے غلطی سے اس پر توجہ نہیں کی (تاریخ مچاڈ صفحہ ۴۰) وکٹر بھی ایشیا کے مسلمانوں پر عیسائیوں کا حملہ دیکھنے اور اپنے اس مشن کو پورا کرنے سے پہلے مر گیا۔ اور اس مقدس خونریزی کے کام کو پیٹر دی ہرمٹ ایک غیر معروف اور گمنام شخص کے واسطے چھوڑ گیا پیٹر جو امینس یا اس کی نواح کا رہنے والا تھا ۱۰۹۲ء مطابق ۴۸۶ھ میں جو سال حسن بن صباح کے قلعہ الموت پر قبضہ کرنے اور حشاشین کی دہشتناک حکومت کی بُنیاد رکھنے کے واسطے مشہور ہے یوروشلیم کو حج کرنے کے واسطے گیا۔ شام اور یوروشلیم پر اس وقت مستنصر علوی مصری کی حکومت تھی۔ پیٹر یہاں مقدس مقامات کی بیحرمتی اور دیسی عیسائیوں اور حاجیوں پر ظلم ہوتے دیکھ کر بہت برافروختہ ہُوا۔ اور بطریق یوروشلیم سے ملکر اس بارہ میں گفتگو کی۔ اس نے اپنی عاجزی اور بےبسی بیان کی۔ اور پیٹر کو کہا کہ جب تک شاہان یورپ ان عیسائیوں کو نہ بچائینگے وہ کسی طرح نہیں بچ سکتے ہیں پیٹر کا جوش اس سے انتہا درجہ تک مشتعل ہو گیا۔ اور ایک دن جب وہ مسیح کی قبر کے سامنے سربسجود پڑا ہُوا تھا اس نے مسیح کی آواز کو سُنا۔ جو اس سے کہہ رہی تھی۔ "کہ پیٹر اُٹھ کھڑا ہو اور میرے لوگوں کی مصیبت کو مشتہر کرنے میں جلدی کر۔ اب یہ وقت ہے کہ میرے خادم مدد حاصل کریں اور مقدس مقامات چھڑا لئے جاویں" (تاریخ مچاڈ صفحہ ۴۲) اس کے بعد تو پیٹر کی سرگرمی اور جوش کی کوئی حد باقی نہ رہی اور بطریق کی طرف سے خطوط لے کر پوپ کے پاؤں پر گر پڑنے کے واسطے اٹلی بھاگا۔ اس وقت اربن ثانی

پوپ تھا جو گریگوری و لکٹر دونو کا شاگرد اور معتمد رہ چکا تھا۔ اس نے اپنے پیشروؤں کی اس تجویز کو بڑی خوشی سے اختیار کیا۔ اور پیٹر کو گلے لگایا۔ اور اس کے ارادوں پر تحسین و آفرین کی۔ اور یروشلیم کی آنیوالی آزادی مشتہر کرنے کے واسطے آگے جانے کا حکم دیا پیٹر ملک بہ ملک شہر بہ شہر۔ یروشلیم اور عیسائیوں کی مصیبتوں کو بڑی دردناک اور دل شگاف صدا سے بیان کرتا ہوا پھرا۔ جب وہ بیان کرتے کرتے تھک جاتا تھا۔ تو لوگوں کو صلیب جو وہ ساتھ لے گیا ہوا تھا دکھاتا تھا بعض اوقات چھاتی پیٹتا تھا۔ اور گوشت نوچ لیتا تھا۔ اور کبھی رو رو کر دریا بہا دیتا تھا۔ لوگوں کے جم غفیر اس کے پیچھے ہو لئے۔ اور اس کو خدا کی طرف سے ایلچی خیال کرتے تھے۔ اور ایک عام جوش تمام ملک میں پھیلتا جا رہا تھا +

اسی اثنا میں الیکسیس اس رومی شاہنشاہ نے جس کو ترکوں کے ہاتھوں قسطنطنیہ کھو بیٹھنے کا خوف تھا پوپ کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور مسلمانوں سے نجات حاصل کرنے کے واسطے امداد چاہی سلاطین یورپ کو بھی اس نے اسی غرض سے خطوط لکھے اور لکھا کہ اگر وہ جلدی اس کی مدد نہ کرینگے تو قسطنطنیہ ترکوں کے خوفناک ہاتھوں میں پڑ جائیگا۔ اس نے ان کو یاد دلایا کہ قسطنطنیہ میں عیسائیت کی بہت سی یادگاریں محفوظ ہیں اور ان کو مسلمانوں[ل] کے ناپاک ہاتھوں سے بچانا لازمی ہے قسطنطنیہ کے معمور اور وسیع خزانوں کا حال بھی لکھا اور ان خزانوں کے علاوہ جو ان کو انعام ملینگے۔ اس نے یونانی عورتوں کے حسن و جمال کو بڑی بڑی دلفریب تصویروں میں بیان کیا اور لکھا کہ ان کی محبت اس کو آزاد کرنیوالوں کی دلیریوں اور کارناموں کا معاوضہ ہوگی (تاریخ میجاڈ صفحہ ۴۵) درحقیقت یورپ کے نیم وحشی لوگوں کو اس سے زیادہ ترغیب کی کوئی چیز نہیں ہو سکتی تھی۔ اور بقول میجاڈ کے اس نے "مغرب کے جنگجو لوگوں کے جوش کو مشتعل کرنے اور ان کے جذبات کو متحرک کرنے کے واسطے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی" +

پوپ نے شاہنشاہ الیکسیس اور مشرقی عیسائیوں کی امداد کرنے کے واسطے سب سے پہلے ایک کونسل مقام پلیسنس میں منعقد کی مگر اہل اٹلی پر اس کو اعتماد نہیں تھا اس واسطے جنگجو قوموں کے اٹھانے کے واسطے اس نے دوسری کونسل کلرمونٹ میں کی۔ وہاں پادریوں اور سرداروں اور عیسائیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ شہر میں سما ہی نہیں سکتے تھے۔ اس دوسری کونسل کے دس اجلاس ہوئے۔

ل عیسائی مورخ مسلمانوں کو کافر یا مسیح کے دشمن وغیرہ الفاظ سے لکھتے اور یاد کرتے ہیں۔ ہم صرف ان کو شرمندگی سے بچانے کے واسطے ایسے الفاظ کی بجائے "مسلمان" لکھتے رہینگے۔ یہ اس زمانہ کے مورخوں کا حال ہے قدیم زمانہ کے عیسائی مورخوں کو تو قبیح اور زبون گالیاں دے کر بھی صبر نہیں آتا۔ مولف +

دسویں اجلاس میں پیٹر نے اپنی پرجوش تقریر کے ساتھ آہ وزاری کر کے لوگوں کے دلوں کو ہلا دیا اور پوپ کی تقریر نے جو ایک آتش خیز حرارت آتشیں مواد کی طرح نکل رہی تھی اور جس کے پڑھنے سے اگر وہ بجائے پوپ کے کسی جذب پولٹیکل پادری سے منسوب کی جاوے تو اب بھی ہر ایک عیسائی میں سخت اشتعال پیدا ہونا ضروری ہے لوگوں کے دلوں کے ساتھ وہ کام کیا جو جلتی آگ کے ساتھ ہوا کا طوفان کرتا ہے تمام سامعین از خود رفتہ ہو گئے اور بیساختہ ان کے منہ سے یہ آواز نکلی کہ "یہ خدا کی مرضی ہے" پوپ نے اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھا اور کہا کہ

بے شک یہ خدا کی مرضی ہے اور اسی نے تم کو یہ الفاظ سکھائے ہیں۔ انہیں الفاظ کو تم اپنا نعرہ جنگ بناؤ اور انہیں سے ہر جگہ فوجوں کے خدا کی موجودگی کو مشتہر کرو۔ اس کے بعد پوپ نے ان کو ان کی نجات کا نشان (صلیب) دکھایا اور کہا کہ خود مسیح اپنی قبر سے اس صلیب کو تمہارے پیش کرنے کے واسطے نکلا ہے۔ یہی نشان اسرائیل کے جدا ہوئے ہوئے بیٹوں کے واسطے فوجوں کے درمیان اٹھایا جاویگا۔ اسی کو اپنے کندھوں اور سینوں پر پہنو۔ یہی تمہارے بازوؤں اور تمہارے جھنڈوں پر چمکے اور یہی تمہارے لئے فتح یا شہادت کی ضمانت ہوگا۔ یہ تم کو ہر وقت یاد دلائیگا کہ مسیح تمہارے واسطے مرا ہے اور تم کو اس کے واسطے مرنا چاہئے۔ پوپ نے جب تقریر ختم کی تو لوگوں نے اپنے پرجوش نعروں سے آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔ پوپ کے خلیفہ نے لوگوں کو گناہوں کے اقرار کرنے کا اعلان کیا تو سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ اپنی چھاتیوں کو پیٹ ڈالا اور گناہوں کی معافی حاصل کی" (تاریخ مجاہد صفحہ ۵۲) اسی وقت سر برآوردہ عیسائیوں نے خدا کی راہ میں داخل ہونے کی اجازت اور اکثر پادریوں وغیرہ نے پوپ کے ہاتھ سے صلیب لی۔ ریمنڈ نواب ٹولوز نے اپنے سفیر بھیج کر اپنی غیر حاضری کے واسطے معافی مانگی اور کہلا بھیجا کہ میں پہلے بھی ہسپانیہ میں مسلمانوں سے لڑا ہوں اور اب اپنے بہادر اور وفادار جنگ جو لوگوں کے ساتھ ایشیا میں جنگ کرنے جاؤنگا۔ تمام سرداروں اور نائیٹوں (جو ایک خاص ممتاز طبقہ جنگ جو اور بہادر سواروں کا تھا) نے سخت قسم کھائی کہ وہ یسوع مسیح کے امر کا بدلہ لینگے انہوں نے اپنے ذاتی تنازعے فراموش کر دئے۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی جو آپس میں لڑ رہے تھے۔ اس کے بعد سوائے مسلمانوں کے کوئی دشمن نہیں نظر آتا تھا۔ تمام ایمانداروں نے کونسل کے فتوے کا اختراع کرنے کا وعدہ کیا اور اپنے کپڑوں کو سرخ صلیب سے زینت دی۔ اس وقت سے جو لوگ مسلمانوں سے جنگ کرنے میں مصروف ہوئے ان کو **Bearers of Cross** (صلیب بردار) اور اس مقدس جنگ کا نام کروسیڈ رکھا گیا (تاریخ مجاہد صفحہ ۵۲) لوگوں نے پوپ سے

کہا کہ وہ خود ساتھ چل کر ان کی افسری کرے مگر وہ اپنے مخالفین سے اُلجھا ہوا تھا۔ اس واسطے ایک دوسرے پادری بشپ آف پوی کو اپنی طرف سے ان کے ساتھ مقرر کیا۔ تمام لوگوں سے جنہوں نے صلیب اُٹھائی اُس نے گناہوں کی معافی کا عہد کیا۔ اور ان کی ذات اور کنبوں اور جائداد کی حفاظت کا گرجا کو ذمہ دار ٹھیرایا۔ تمام عیسائی سرزمین میں صلیبی لڑائی کا ایک مجنونانہ جوش پھیل گیا اور ملک کی ہستی ہی تبدیل ہوگئی۔ ہم ان تمام تفصیلات کو بیان نہیں کرسکتے۔ ولیم آف ٹائر کا یہ قول لکھنا کافی ہوگا۔ کہ تمام چیزیں ایسی ابتری کی حالت میں تھیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ دنیا اپنے خاتمہ کو پہنچنے لگی ہے۔ اور درہم برہم ہوکر پھر نیستی کی شکل اختیار کرنے لگی ہے۔ یہی مؤرخ عیسائیوں کے جوش و خروش کی عجیب و غریب کیفیت بیان کرکے لکھتا ہے کہ فقیروں اور تارک الدنیا لوگوں نے اپنے صومعوں اور عبادت گاہوں کو جن میں اُنھوں نے مرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی ترک کردیا اور یہ یقین کرتے تھے کہ ربانی ہاتھ ان کی راہ نمائی کر رہا ہے۔ زاہد اور درویش لوگ جنگلوں اور بیابانوں سے نکل کھڑے ہوئے اور کروسیڈر لوگوں کی جماعت میں شریک ہوگئے جس امر پر اس سے بھی زیادہ مشکل سے یقین کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ چوروں اور راہزنوں نے اپنی پوشیدہ پناہ گاہوں کو چھوڑ دیا اور آکر اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور صلیب لیتے ہوئے فلسطین میں جاکر ان کا کفارہ کرنے کا اقرار کیا۔ یورپ جلاوطنی کی سرزمین معلوم ہوتی تھی جس کو چھوڑنے میں ہر ایک شخص سرگرم تھا۔ اہل حرفہ تجاروں اور مزدوروں نے اپنے اپنے پیشے جن پر وہ بسر کرتے تھے چھوڑ دئیے۔ بیرنس (نوابوں) اور لارڈوں نے اپنی آبائی جاگیروں کو خیرباد کہہ دی۔ زمینوں اور شہروں اور قلعوں کی قدر و منزلت جن کے واسطے وہ ہمیشہ باہم جنگ کرتے رہتے تھے ان کے مالکوں کی آنکھوں میں جاتی رہی اور قلیل رقموں پر ان لوگوں کے ہاتھ بیچ ڈالے گئے جن کو خدا کی رحمت نے مس نہیں کیا تھا۔ اور مشرق کے مقدس شہروں کی زیارت کرنے اور فتح کرنے کے واسطے تیار نہیں ہوئے تھے"+

اس قسم کے حالات سے تمام صلیبی لڑائیوں کی تاریخیں بھری پڑی ہیں اور ہم کسی طرح ان تفصیلات کا تتبع نہیں کرسکتے صلیبی لڑائیوں کی تاریخ سے اور دلچسپ باتوں کے علاوہ یورپ کی اخلاقی تمدنی اور عقلی اور ہر ایک قسم کی حالت یکساں عمدگی کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔ یورپ کی جہالت اور لوگوں کے تعصبات اور اوہام باطلہ کی کیفیت معلوم کرنے کے واسطے ان معجزات کے سلسلہ کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے۔ جو اور صلیبی لڑائیوں کے حالات سے کبھی بھی جدا نہیں ہوئے ہیں دن اور ہر قدم پر معجزات موجود ہیں۔ ان سب کو جمع کیا جاوے تو لڑائیوں کے واقعات سے شاید معجزات

کی تعداد بڑھ جاویگی۔ مؤرخ مچاڈ لوگوں کے اسی جوش کے بیان میں لکھتا ہے کہ ہمعصر مورخین نے بہت سے معجزات کا ذکر کیا ہے جنہوں نے عوام الناس کے دلوں کو گرم کرنے میں مدد دی آسمان سے ستارے گرے اور آسمان میں خون کے نشانات نظر آتے تھے۔ شہروں اور فوجوں اور نائیٹوں (سواروں) کی شکلیں اور تصویریں جو صلیب پہنے ہوئی تھیں بادلوں میں دکھائی دیں۔ ملک رابرٹ بیان کرتا ہے کہ جس روز کلیرمونٹ کی کونسل نے جنگ مقدس کا اعلان کیا۔ اسی روز یہ فیصلہ سمندروں کے پار مشتہر ہوگیا۔ اور اس خبر سے مشرق کے عیسائیوں کے دل بڑھ گئے اور عرب کی قوموں میں مایوسی پیدا ہوئی۔ اور سب سے مؤثر معجزات یہ ہوئے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ گذشتہ زمانوں کے ولی اور بادشاہ قبروں سے نکلتے ہوئے نظر آئے اور بہت سے فرانسیسیوں نے اقرار کیا کہ اُنہوں نے شارلمین کے سایہ یا شبیہ کو دیکھا جو عیسائیوں کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے واسطے برانگیختہ کر رہا تھا" اس کے بعد یہ مورخ لکھتا ہے کہ وہ ان تمام معجزات کو جو مورخین نے بیان کیئے ہیں لکھنا پسند نہیں کرتا +

اِس مورخ نے جو حالات لوگوں کی سرگرمی کے لکھے ہیں وہ تھکا دینے والے ہیں۔ جوش نہیں تھا جنون اور دیوانگی تھی ان حالات کے خاتمہ پر وہ لکھتا ہے کہ "باپ خود اپنے بچوں کو لئے جاتے تھے اور اُن کو قسمیں کھلا رکھی تھیں کہ فتح کرینگے یا یسوع مسیح کے واسطے مرجائینگے۔ جنگ جو لوگوں نے اپنی عورتوں اور کنبوں کے بازوؤں سے اپنے آپ کو زور سے چھڑایا اور فتحمند واپس آنے کا وعدہ کیا۔ عورتیں یا بوڑھے مرد جن کی کمزوری کا کوئی معاون نہ رہا تھا اپنے بیٹوں یا خاوندوں کے ساتھ نزدیک کے شہروں تک گئے اور وہاں اپنی محبت کی چیزوں سے علیحدہ نہ ہوسکے تو یروشلیم تک ان کے ساتھ جانے پر آمادہ ہوگئے۔ جو لوگ یورپ میں پیچھے رہ گئے کروسیڈ لوگوں کی قسمت کا حسد اور رشک کرتے رہے اور اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکے اور جو ایشیا میں موت تلاش کرنے گئے تھے وہ اُمید اور خوشی سے بھرے ہوئے تھے" +

پیٹر دی ہرمٹ کا ذکر ہم کر آئے ہیں۔ یہی شخص ہے جس کو جنگہائے صلیبی کا بانی کہنا چاہئے۔ بلا شبہ وہ اپنے خطرناک اور خونی مقصد میں پوپ اربن کی حمایت سے کامیاب ہوا۔ لیکن یورپ کے جوش کو آخری وقت تک جس نے قائم رکھا وہ پیٹر ہی تھا۔ مورخ آرچر اپنی تاریخ کروسیڈ میں بیان کرتا ہے کہ موسم سرما کے لمبے مہینوں میں شمالی مشرقی فرانس میں ایک ہی واعظ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ جو لوگوں کو خدا کے حکم کی تعمیل کرنے کی تاکید کر رہا تھا۔ یہ واعظ پیٹر دی ہرمٹ تھا اور ۱۰۹۵ و ۹۶ء کے موسم سرما ہی سے اس کا تاریخی زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اس کے مشتاق جانباز اور فدائی اس کو دیوار کی مانند

احاطہ کیئے رہتے تھے۔ جب وہ شہر بشہر گھوم رہا تھا۔ گئوبرٹ کہتا ہے کہ ہم نے اپنی یاد میں کسی شخص کی ایسی عزت ہوتے نہیں دیکھی چھوٹے قد کا۔ سیاہ فام اور نازک اندام اور اگر ہم افسانہ پر اعتبار کر سکیں لمبی سفید داڑھی والا یہ شخص خچر پر سوار پھرتا تھا جس کے بال اس کے معتقدین اور پیروین نوچ نوچ کر ایک قیمتی یادگار کی طرح اپنے پاس رکھتے تھے غرض اسی شخص کی مجنونانہ مواعظ اور مساعی سے اس قدر لوگوں نے بیت المقدس پر چڑھائی کرنے کے ارادہ سے صلیب لے لی تھی کہ بقول مچاڈ کے اُن کی تعداد بہت سی بڑی فوجیں بنانے کے واسطے کافی تھی اور چونکہ ایسی بڑی تعداد کو راستہ میں ضروری سامان کے ملنے کا خوف تھا۔ اس واسطے شہزادگان اور سرداران کروسیڈ نے یکے بعد دیگرے روانہ ہونے کی تجویز کی سب سے پہلے جس بے ضبط اور بیتاب شخص نے ایک انبوہ کی سرگردگی میں مشرق کے راستہ پر قدم رکھا وہ پیٹر ہی تھا اگر مچاڈ کے قول پر اعتبار کیا جا سکے تو پیٹر کے جھنڈے کے نیچے اسی ہزار یا ایک لاکھ آدمی جمع تھے جن میں عورتیں بچے اور بوڑھے آدمی بھی شریک تھے۔ والٹر ڈی پیوسی اور اس کا بھتیجا والٹر ڈی پی لس (مفلس) اس کی فوج کے سردار اور ہمراہی تھے۔ پیٹر کی فوج اور اس سے متعاقب روانہ ہونیوالی جماعتوں اور گروہوں کو جو حوادث اپنے سفر میں یورپ ہی کے بعض ممالک میں پیش آئے ان کی تفصیل اور تشریح کے درپے ہونا ہمارا کام نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بڑی تکالیف بیچارے پیٹر کو پیش آئیں۔ ایک گوشہ نشین زاہد ملکی امور کے انصرام اور فوجوں کے اہتمام سے عاری تھا ناتجربہ کاری سے وہ راستہ کی ضروریات کا اندازہ نہ کر سکا۔ اور اس کے مفلس ہمراہیوں کو بھیک مانگ کر گذارہ کرنا پڑا۔ اس کے مختلف النوع ساتھیوں کے غرور اور چھیڑ چھاڑ نے اس کو اور مصیبت میں پھنسا دیا۔ راستہ کی قوموں سے بہت اذیتیں اُٹھائیں اور آخر بلگیریا والوں نے تو اُس کی فوج کو شکست فاش دی۔ اسباب وغیرہ چھین لیا اور پیٹر کا ذاتی خزانہ بھی اُڑا کر لے گئے۔ بُری حالت میں وہ قسطنطنیہ پہنچا۔ وہاں بھی اُس کے نالائق ہمراہیوں نے شاہنشاہ کو جو ان کو کافی عرصہ تک پناہ دینا چاہتا تھا۔ چھیڑ چھاڑ کر کے ناراض کر دیا اور اس نے ان کا ٹل جانا غنیمت سمجھا۔ اُدھر ایک شخص اٹلی کا باشندہ رینالڈ یا رینالڈ جرمنیوں کی ایک تعداد ساتھ لے کر منسیا کی طرف نکل گیا اور اس شہر کے قریب اگزرو گورد ایک خالی قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ یہی شخص سب سے پہلے ایک مسلمان فرمانروا کی حدود میں داخل ہوا۔ اور اسلامی ہتھیاروں سے جا ٹکرایا۔ عیسائیوں کے اس گروہ نے عاجز اور بے پناہ مسلمانوں پر شدید ظلم توڑے۔ مچاڈ ان کے مظالم کے ذکر میں کہتا ہے کہ اُپنے اندھاپن میں اُنہوں نے نقصانات مطلق انسانی کو تسلیم کر لیا اور صلیب کے جھنڈے کے نیچے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا کہ نیچر (فطرت) ان سے کانپ اُٹھتی ہے

(تاریخ مچاڈ صفحہ ۷۳) اینا کا مینا بیان کرتا ہے کہ پیٹر دی ہرمٹ کی فوج میں دس ہزار نارمن تھے انہوں نے منیسا کی نواح میں مہیب اور ہیبت ناک تعدیاں کیں۔ بچوں کا انہوں نے ٹکڑا ٹکڑا اور بوٹی بوٹی الگ کی اوروں کو سیخوں پر چڑھایا اور بوڑھے آدمیوں پر تمام اقسام کی بیرحمیاں کیں" (دیکھو تاریخ مچاڈ حاشیہ صفحہ ۷۳ و ۷۴)+

یہ سلجوقی ترکوں کا علاقہ تھا۔ نامور الپ ارسلان کے زمانہ میں یہ اطراف فتح ہو کر اسلامی خلافت کا جزو بنے تھے اور الپ ارسلان نے سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق کو صوبہ روم یا ارض روم کا حاکم بنایا تھا۔ اسی شخص کی نسل میں ایشیا کوچک کی یہ اسلامی حکومت خلافت سے خود مختار ہو کر علیحدہ سلطنت بن گئی۔ اور سلیمان سے لے کر کیقباد تک پندرہ فرمانروا گذرے۔ قونیہ ان کا دار الحکومت تھا۔ اور چونکہ شاہنشاہ روم یعنی والی قسطنطنیہ سے ان کا علاقہ قریب اور ملا ہوا تھا۔ باہم جنگ اور لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ قلیچ ارسلان بن سلیمان اس وقت تخت نشین تھا۔ جب عیسائیوں کی اس خود سر جماعت نے منیسا کی نواح میں جا کر طوفان بے تمیزی برپا کیا۔ مگر اس کی عمر ایک ہانڈی کے اُبال سے زیادہ نہ تھی۔ قلیچ ارسلان کو خبر ہونے کی ہی دیر تھی اور بقول مچاڈ کے "وہ ترکوں کا پہلا حملہ برداشت کرنے کی بھی تاب نہیں رکھتے تھے اور قریباً سب کے سب تہ تیغ ہو گئے۔ ان کے جرنل اور چند سپاہیوں نے اپنی جانیں صرف محمد کا دین قبول کرنے اور عیسائیوں کے برخلاف لڑنے کی شرمناک قسم کھانے سے بچائیں"۔ پیٹر اور والٹر کے ماتحت جو عیسائیوں کی بڑی جماعت تھی وہ ان مقتول عیسائیوں کی قسمت کا حال سن کر خون کے آنسو روئے اور ان کا بدلہ لینے کے واسطے بڑی بیتابی سے آگے بڑھنا چاہا۔ والٹر نے جس کے وہ ماتحت تھے ان کو بہت فہمائش کی کہ پہلے کروسیڈروں کی طرح غلطی کر کے اپنی جانیں ہلاک نہ کریں مگر ان کے جوش نے کسی کی نہ مانی اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ والٹر سخت بد دلی کے ساتھ اس ضدی انبوہ کو منیسا کی طرف لے جانے کو مجبور ہوا۔ لیکن اس نادانی کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہ ہوا کہ بیچارہ والٹر بھی سات تیروں سے چھد کر گر گیا۔ تین ہزار آدمیوں کے سوائے جنہوں نے سمندر کے متصل ایک قلعہ میں پناہ لی تمام فوج ایک ہی جنگ میں مر گئی۔ اور سوائے ہڈیوں کے ایک ڈھیر کے جو منیسا کے میدان میں جمع کی ہوئی تھیں ایک قابل افسوس یادگار کی طرح دوسرے کروسیڈروں کو بیت المقدس کا راستہ دکھاتی تھیں اور کچھ باقی نہ رہا۔ غرض حاجیوں کے اس گروہ کی جو ایشیا کو دھمکانے گیا تھا مگر ان شہروں کو جنہیں فتح کرنے گیا تھا دیکھ بھی نہ سکا یہ قسمت ہوئی (تاریخ مچاڈ صفحہ ۷۵)۔ اس شکست سے پیٹر کی تمام نام آوری برباد ہو گئی اور آیندہ اس تمام جنگ میں جس کا وہ بانی تھا اس کی توقیر ایک معمولی آدمی سے زیادہ نہیں ہوتی تھی +

اس جماعت کے بعد ایک دوسرا گروہ جرمنیوں کا قسطنطنیہ کو کروسیڈ کی غرض سے روانہ ہؤا۔ لیکن ان کی بیجا حرکات نے ہنگری والوں کے ہاتھوں نے اسی زمین میں اُن کو دفن کرا دیا +

کروسیڈ کی لڑائیوں کا یہ دیباچہ تھا جس میں مین لاکھ (تاریخ مجاہد صفحہ ۲۶) عیسائی جو وقتاً فوقتاً یورپ کی سرزمین سے روانہ ہوئے اپنی عزیز جانیں کھو بیٹھے۔ اس پہلے ہنگامہ میں کوئی اعلےٰ طبقہ کا رئیس شریک نہیں تھا اور ان کروسیڈروں کی بری قسمت نے یورپ میں بددلی پھیلانے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ اشتعال اور جوش پیدا کیا۔ اور اعلےٰ طبقہ کے عیسائی اپنے عہدوں کے پورا کرنے پر جو انہوں نے صلیب کے اختیار کرنے سے کئے تھے آمادہ ہوئے۔ ان امراد اور رؤسا میں سب سے بڑا وہ شخص جس نے اول ہی کروسیڈ کے واسطے تیاری کرنے کی اپنے ہمعصروں میں تمثیل قائم کی تورین کا ڈیوک (نواب) گاڈفری ڈی بولئن تھا۔ جو اپنی قوت بازو اور جنگ جوئی کے واسطے مشہور اور بہت نام پا چکا تھا۔ اس کی تمثیل نے اُمراء اور رؤساء کے درمیان اس سے بھی زیادہ اشتعال پیدا کر دیا۔ جو اس سے پہلے عوام الناس کے طبقہ میں پیدا ہؤا تھا۔ سامانِ جنگ کی ہر ایک چیز نہایت گراں ہو گئی حتےٰ کہ ایک بڑی جاگیر کے مول سے ایک سوار کا سامانِ جنگ نہیں مُہیا ہوتا تھا۔ عورتوں نے اپنے نہایت قیمتی زیورات اپنے بیٹوں اور خاوندوں کے لئے سامانِ جنگ بہم پہنچانے کی غرض سے دے ڈالے اور لوگوں نے اپنی موروثی جاگیریں اور جائدادیں جن کو ہزاروں آدمیوں کا خون بہ جانے پر بھی نہ چھوڑتے آلاتِ جنگ کے معاوضہ میں دے دیں۔ تمام کائنات میں سونا اور فولاد ہی قابل تمنا چیزیں معلوم ہوتی تھیں (تاریخ مجاہد صفحہ ۲۷)۔

گاڈفری ڈی بولئن اسی ہزار پیادہ فوج اور دس ہزار سواروں کے ساتھ کلرمونٹ کی کونسل سے آٹھ ماہ بعد روانہ ہؤا۔ اور جرمنی اور فرانس کے بہت سے امراء اس کے ہمراہی میں تھے اس کے دو تو بھائی اسٹیفس ڈی بولون اور بالڈون اور چچیرا بھائی بالڈون ڈی یورگ بھی اس کے ساتھ تھے جو نامی سرداروں میں سے تھے۔ اس کے بعد اور کئی ایک نامور سردار اپنی اپنی فوجیں اور امراکو ساتھ لے کر روانہ ہوئے سب کے بعد مگر غالباً سب سے زیادہ نامور سردار رابرٹ والئے نارمنڈی جو مشہور ولیم دی کانکرر (فاتح) کا بڑا بیٹا تھا اکتوبر ۱۰۹۶ء میں روانہ ہؤا۔ چونکہ ڈیوک رابرٹ کے پاس اپنی فوج کے خرچ کے واسطے کافی روپیہ نہ تھا اس لئے اپنا علاقہ اور ملک اپنے بھائی ولیم روفس کے پاس دس ہزار چاندی کے سکہ کے واسطے گرو کر دیا۔ اور اپنے تمام امراء کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا سٹیفن کونٹ آف بلائس وچارٹرس ایک بڑے دولتمند سرداروں میں سے تھا جس نے کروسیڈ میں جانے کے واسطے صلیب لی تھی اور اسی وقت وہ اپنا اقرار شرق کو جانے کا پورا کر سکا اٹلی کے

شاہزادوں میں سے بوہمینڈ نامی ایک جنگ جو اور نامی شہزادہ تھا جس نے کروسیڈروں کے ساتھ اپنی قسمت کو شریک کرنا چاہا۔ اور دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے لے کر ان کے ساتھ ہولیا۔ جنوبی فرانس کے صوبوں میں سے ریمنڈ اور اڈہیمر ایک لاکھ فوج ساتھ لے کر نکلے۔ اور ان کے سوا ہر ایک ملک اور صوبہ اور علاقہ کے سردار اور رئیس منتخب اور بہادر افواج کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ ان بیشمار سرداروں اور نامور لوگوں کے نام جو تاریخ میں بیان کئے گئے ہیں لکھنا ضروری نہیں ہے۔ تمام فوج کی تعداد کا اندازہ جو یورپ سے جنگ کے عزم سے مشرق کو روانہ ہوئی ایک لاکھ سوار اور پانچ لاکھ پیادہ تھے۔ جو یورپ کی جنگ جو اقوام سے منتخب کئے ہوئے تھے (تاریخ مجاڈ صفحہ ۹۰) مورخ اینا کامینا تو ان کی تعداد کا صحیح اندازہ کرنے سے عاجز ہو گیا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ان کو سمندر کی ریت یا آسمان کے ستاروں سے مشابہ کہا جا سکتا ہے +

یہ کل فوج چھوٹے بڑے دستوں اور حصوں میں تقسیم ہو کر اپنے اپنے سرداروں کے ماتحت مختلف راستوں سے گرم سرد اٹھاتے ہوئے یکے بعد دیگرے قسطنطنیہ پہنچے۔ اور رومی شاہنشاہ الکسی اس جو شروع میں یورپ کے ان سرداروں کو اپنی امداد کے واسطے بلانے کا محرک ہوا تھا اور اپنے ملک کی دولت اور خوبصورت عورتوں سے ان کو تحریص دلائی تھی۔ ایسی عظیم فوج کے اس ملک میں داخل ہونے سے ہراساں ہوا۔ اس پہلے کروسیڈ میں اگرچہ دوسرے درجے کے سردار اور روسا آئے تھے۔ لیکن تمام مغرب کی ساری فوج نکال لائے تھے (مجاڈ صفحہ ۸۸) رومی شاہنشاہ نے اول سے آخر تک کروسیڈروں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جس سے نہ صرف اس کو اپنے ملک کو ان کے ہاتھ سے بچائے رکھنا اور اپنی اغراض کی حفاظت کرنا۔ بلکہ اس عظیم لشکر سے خود فائدہ اٹھانا مدنظر تھا۔ بعض وقت اس نے کروسیڈروں کے ساتھ دغابازی کی کبھی ان کو انعامات دئے۔ غرض اس نے مذہبی ہمدردی کو بالائے طاق رکھ کر اپنے سود و زیاں اور نفع و نقصان کے خیالات سے عمل کیا۔ اور بعض اوقات عیسائیوں کی مخالفت اور مسلمانوں سے سازش کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ عیسائی مورخ اس کے کردار کو بہت تفصیل سے لکھتے ہیں۔ اور اس کو بہت لعنت ملامت سے یاد کرتے ہیں۔ مگر ہم ان حالات کی پیروی نہیں کر سکتے +

قسطنطنیہ سے یہ عیسائی فوجیں مشرق کی طرف بڑھیں اور سب سے پہلے ان کی نظر نیسا پر تھی جہاں پہلے مقتول عیسائیوں کی ہڈیاں ان کو مدعو کر رہی تھیں۔ فوج کا بڑا حصہ ۶ مئی ۹۷ء کو نیسا کے قریب پہنچ گیا۔ اسلامی طاقتوں کی اس زمانہ میں جو کیفیت تھی اس کا ایک مختصر حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

بغداد کی خلافت کا نام باقی تھا اور طاقت بیشمار رقیبوں میں تقسیم ہو رہی تھی۔ بنی فاطمہ یا اسمٰعیلیان مصر جو اس وقت یوروشلیم وغیرہ پر قابض تھے ایسی ہی بُری حالت میں تھے سلجوقیوں کی طاقت زوال پذیر ہو چکی تھی۔ اور اس کی یہ ایک کمزور یادگار تھی جو ایشیا مائینر میں ارض روم یا روم پر قابض تھی مغربی حملہ آور عیسائیوں کو سب سے اول اسی حکومت سے کام پڑنے والا تھا۔ اور قلیج ارسلان نے یورپ کی ایک ایسی عظیم فوج کی آمد سے مطلع ہو کر اپنی طاقت کو فراہم کیا۔ اور نیسا کے قلعہ کی مرمت اور درستی کر کے اس کو مستحکم کرنے کی کوشش کی فوج کا ایک حصہ قلعہ میں اس کی حفاظت کے واسطے چھوڑا اور باقی فوج کے ساتھ خود شہر سے کچھ فاصلہ پر نکل آیا عیسائیوں کو پہلے جنگ میں سخت ناکامی ہوئی اور اس خبر نے کہ قلیج ارسلان شہر کی مدد کے واسطے آ رہا ہے ان کو اور بھی سراسیمہ کر دیا۔ لیکن ریمنڈ اور اڈہیمر اس موقع پر مع اپنی فوجوں کے آ پہنچے۔ اور عیسائی لشکر کو تقویت ہو گئی۔ ترک ان کی موجودہ مجموعی طاقت کا اندازہ نہ کر سکے اور شکست اُٹھا کر پس پا ہوئے آغاز جون میں رابرٹ صاحب نارمنڈی اور سٹیفن والی بلویس کے پہنچ جانے سے عیسائی فوج کی پوری طاقت نے شہر کو سب طرف سے گھیر لیا۔ اور بڑی شدت سے محاصرہ کرنا شروع کیا عیسائی فوج نے اس پر بھی قناعت نہ کر کے الکسی اس رومی شاہنشاہ سے امداد طلب کی جس نے سمندر کے راستہ جہازوں میں فوج بھیجی شہر کا لوٹ جانا اب یقینی معلوم ہوتا تھا لیکن عیسائی فوج جب شہر کی غنیمت کے خواب دیکھ رہی تھی تو انہوں نے دفعتاً شاہنشاہ الکسی اس کے جھنڈے شہر کی دیواروں پر اُڑتے ہوئے دیکھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ترکوں نے اجنبی عیسائیوں کی نسبت الکسی اس کے ہاتھ میں پڑنا پسند کیا ہے عیسائی الکسی اس سے برافروختہ ہوتے مگر اس کے انعامات نے ان کو فراموش کر دیا۔ اور کروسیڈروں کی فوج ۲۹ جون کو انطاکیہ کی جانب روانہ ہوئی +

اتفاق سے یا ارادہ ہی سے عیسائی فوج دو حصّوں پر تقسیم ہو کر آگے بڑھی۔ ایک کے ہمراہ ریمنڈ اڈہیمر گاڈفری اور رابرٹ صاحب فلنڈر تھا۔ اور دوسرے کے ساتھ بوہمنڈ ٹنکرڈ ہیو اعظم۔ اور رابرٹ صاحب نارمنڈی تھا۔ اس پچھلے حصہ کو دوسرے ہی دن ترکوں کی فوج نے گھیر لیا اور عیسائی مقتولوں کی لاشوں سے تمام راستہ بھر دیا۔ عیسائی فوج کو قدم قدم پر جان کی کھیل کھیلنا پڑی۔ فتح اور شکست کا تو کوئی معیار نہ تھا۔ آخر کار فوج کا دوسرا حصہ ان کی مدد کو آ پہنچا۔ اور ترکوں کے ہاتھ سے ان کو چھوڑا لیا عیسائی مورخ عیسائی فوج کے نقصان اور سپاہیوں اور عورتوں وغیرہ کی مصیبتوں پر بہت گریہ زاری کرتے ہیں۔ اور اپنی فتح یا مہمات کو آخر کار ایک معجزہ سے منسوب کرتے ہیں کہ سنٹ جارج اور سنٹ ڈمریس سنٹ تھیوڈور (یہ تین عیسائی ولیوں کے نام ہیں) سفید گھوڑوں پر چڑھے ہوئے پہاڑ

کی طرف سے آئے۔ اور ان کی حمایت سے عیسائی فوج جانبر ہوئی۔ اس قسم کے معجزات سے تمام کروسیڈ کی تاریخ بھری ہوئی ہے اور اصل یہ ہے کہ ہوشیار عیسائی سرداروں یا پادریوں نے عوام الناس کی جہالت اور اوہام باطلہ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ کوئی فوج اتنا کام نہ نکال سکتی جتنا کہ ان معجزوں نے نکالا ہے ہزار دفعہ سخت مصیبت اور اضطرار کی حالت میں جب عیسائی فوج ہمت ہار کر گر گئی تھی تو ان معجزات نے ان کو اٹھایا ہے۔ اور ان میں ایک نیا جوش پیدا کر کے ان کو بچا لیا ہے اور یہی سب سے عمدہ چلتا ہوا نسخہ سرداروں یا پادریوں کے ہاتھ میں تھا +

عیسائی فوج کی تمام طاقت کے یکجا ہونے سے ترک جوان کے نصف کے واسطے تو کافی سے زیادہ تھے مگر تمام فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے راستہ سے الگ ہو گئے اور عیسائی فوج پر ترکوں سے بھی زیادہ سخت اور بڑے دشمن نے حملہ کیا۔ یہ بھوک اور پیاس تھی۔ ترکوں نے تمام نواح کے فصلات کو جلا دیا تھا اور ناواقفی سے عیسائی ایسے راستہ پڑ گئے جہاں پانی نہیں ملتا تھا بھوک اور پیاس کے جو مصائب بیان کئے گئے ہیں سخت دردناک ہیں۔ پانچ پانچ سو آدمی ایک ایک دن میں مر گئے۔ پہاڑوں کے تنگ راستوں کی چڑھائی میں عیسائیوں نے اپنے بھاری آہنی لباس سے تنگ آکر اس کو پھینکدیا یا کوڑیوں کے دام بیچ ڈالا۔ پیاس کی مصیبت کا تو کوئی علاج نہ تھا۔ اور جولائی مہینہ کی گرمی نے اس کو ناقابل برداشت بنا دیا بقول مچاڈ اور آرچر کے مرد عورتیں اور گھوڑے پیاس سے مر گئے۔ حاملہ عورتوں کے حمل قبل از وقت وضع ہو گئے۔ آدمی اپنے منہ کھولے ہوئے چلتے تھے کہ ٹھنڈی ہوا ہی سے کچھ تسکین ہو۔ باز اور کتے جو ساتھ تھے مر گئے۔ آخر کتوں ہی نے ایک روز پانی کا کھوج نکالا تمام فوج اس طرف کو متوجہ ہوئی اور شدت عطش سے بے تحاشا اس قدر پانی پی گئے کہ تین سو آدمی تو وہیں پیتے پیتے مر گئے اور اکثر بیمار ہو گئے لیکن یہاں سے دشوار گذار اور سخت پہاڑوں سے مخلصی پا کر عیسائی قونیہ کی سرسبز وادی میں گذر گئے اور فوج پھر کئی حصوں میں منتشر ہو گئی لیکن ۲۱۔ اکتوبر ۱۰۹۷ء کو پھر تمام فوج انطاکیہ کے سامنے اکٹھی ہو گئی +

بعض عیسائی سرداروں کا یروشلیم فتح کرنے کی زحمت اٹھانے کی بجائے زیادہ تر یہ خیال تھا کہ اپنے واسطے ملک اور شہر فتح کریں اور اس سرزمین میں اپنے املاک پیدا کریں ٹنکرڈ اور بالڈون عیسائی فوج سے الگ ہو کر سلیشیا میں داخل ہو گئے تھے۔ ٹنکرڈ شہر طرطوس کے نیچے جا پہنچا جو ایک عیسائی آبادی کا قصبہ اور ترکوں کی تابع تھا۔ عیسائی باشندوں نے ایک عیسائی امیر کو اپنا سردار بنانے کے خیال سے ٹنکرڈ سے سلسلہ جنبانی کی جس کا اپنا مطلب یہی تھا۔ لیکن اسی اثنا میں بالڈون وہاں پہنچ گیا اور ٹنکرڈ کو جبراً اس

شکار سے محروم رکھ کر اس کی سعی کا فائدہ خود حاصل کرلیا۔ بالڈون کو ایسی ہی آسانی کے ساتھ ایک دوسرا شہر اڈیسہ حاصل ہوگیا۔ اس کا سردار ایک ارمنی شہزادہ تھوروس نامی تھا جو رومی شاہنشاہ کو خراج دیتا تھا اور ترکوں کے ہاتھ سے بہت تنگ تھا۔ بالڈون کو اس نے اپنی مدد کے واسطے بُلایا۔ مگر اس حریص شخص نے اُس کا متبنٰی اور جانشین بننے پر اکتفا نہ کرکے اپنے سامنے اس کو مرتے دیکھا اور اڈیسہ کا مالک بن کر اسے صبر و قرار آیا۔ ترکمن نے اس کو بھی بہت کم چین سے بیٹھنے دیا۔ مگر یہی شخص تھا جس نے اپنے آپ کو جُدا کر کے سب سے اوّل اپنی جاگیر پیدا کرلی اور جب عیسائی فوج انطاکیہ کے محاصرہ میں مصروف تھی تو یہ اپنے سرپرست تھوروس کا ملک دبانے کی فکر کر رہا تھا لیکن حق یہ ہے کہ بالڈون ہی اپنے اکثر ہمعصروں سے عقلمند نکلا۔ عیسائی فوج نے جو مقامات راستہ میں مطیع کئے تھے اُن کی حفاظت کا کوئی فکر نہیں کر آئے تھے اور ترکوں نے ان پر پھر قبضہ کرلیا تھا۔ بالڈون اڈیسہ کا مالک بننے سے گو عیسائی فوج میں شریک نہیں رہ سکا لیکن غلّہ اور سامان رسد سے اُن کو بہت مفید امداد دیتا رہا +

نیسا اور قونیہ کے علاقہ سے گذرتے ہوئے عیسائی فوج مسجدوں کو جلاتی یا ان کے گرجا بناتی گئی ۔ (مچاڈ صفحہ ۱۲۶) لیکن صلیبی لڑائیوں میں جب ایک مذہب ہزاروں کوسوں پر دوسرے مذہب سے لڑنے گیا تھا ایسے واقعات کچھ بھی عجیب نہیں۔ گو عیسائیوں اور مسلمانوں دونو نے اپنی اپنی باری میں موقعے پاکر بدلہ لینے کی کوشش کی ہے لیکن عیسائیوں میں یہ خصوصیت پائی گئی ہے کہ پیش دستی کرنیوالے اور حد سے گذر جانے والے تھے جس کو واقعات ثابت کردینگے +

انطاکیہ ہر ایک زمانے کا بڑا مشہور شہر تھا عیسائیوں کو وہ اپنے صدہا مذہبی واقعات کا مقام ہونیکے سبب سے عزیز تھا عیسائی کا لقب سب سے پہلے اسی شہر میں اختیار کیا گیا تھا۔ اور بہت سے عیسائی ولیوں اور بزرگوں کی یادگار رہتا۔ مسلمان خلیفہ ثانی رضؓ کے وقت ہی میں اس کو فتح کرچکے تھے گو اس کو پھر یونانیوں نے لے لیا۔ مگر بہت جلد ترکوں کے قبضہ میں واپس گیا۔ اس وقت جب عیسائیوں نے اس کا عزم کیا ہے ملک شاہ کا پوتا باغستان اس کا سردار تھا۔ اور مسلمانوں کی اس طوائف الملوکی میں اکیلا اپنی حفاظت کا ذمہ وار تھا۔ مشرق میں حلب اور موصل اور اس سے آگے لبنان کے دامن میں دمشق سمندر پر۔ لوڈیشیا طرابلس۔ سیڈن۔ ٹائیر (صور) سب کے سب خود مختار شہر تھے۔ جن کو اپنے سوا کسی کی فکر نہ تھی۔ سب سے صحت کے ساتھ لکھنے والا عیسائی مورخ (آرچر) عیسائی مسلح فوج کی تعداد جو انطاکیہ کے گرد جا پڑی تھی تین لاکھ بیان کرتا ہے اور قلعہ کے اندر دو ہزار سوار۔ پانچ ہزار ملازم اور کوئی دس ہزار پیادہ تھے

۲۱ اکتوبر ۱۰۹۷ء (مطابق ۴۹۰ ہجری) کو عیسائی فوج نے انطاکیہ کا محاصرہ شروع کیا۔

محاصرہ کی تفصیلات نہایت لمبی اور تھکا دینے والی ہیں۔ انطاکیہ کا قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ باوجود اس کے کہ تین لاکھ فوج سے حملہ کے مقابلہ میں کل دس پندرہ ہزار جانیں قلعہ کے اندر اس کی حفاظت کی کوشش کرتی تھیں لیکن عیسائیوں کی یہ فوج اس کو اپنی تمام عمر میں بھی مشکل سے فتح کر سکتی۔ ترکوں نے وقتاً فوقتاً قلعہ سے نکل کر ہر طرف سے حملے کرنا شروع کیا اور اس طرح وہ ہر دفعہ نقصان کر کے لوٹ جاتے تھے ارمنی اور شامی شروع میں عیسائیوں کے ہاتھ غلہ وغیرہ فروخت کرنے آتے تھے۔ مگر جب ان پر جاسوسی کا اشتباہ کیا گیا تو انھوں نے آنا چھوڑ دیا۔ لشکر کے سوار اطراف میں لوٹ مار کرنے کو گئے تاکہ اس طرح گذارہ چلے تو ترکوں نے پیچھے لشکر پر حملہ کر کے بہت نقصان پہنچا دیا۔ غرض ہر ایک قسم کی تکلیفیں عیسائی فوج کے گرد جمع ہوتی گئیں۔ مورخ آرچر اس موقع پر لکھتا ہے۔ کہ جوں جوں نیا سال بڑھتا گیا حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ گھوڑوں کے واسطے کوئی چارہ نہیں تھا۔ اور ۲ دو سولیدی (سکہ) کے عوض میں ایک آدمی کے دن بھر کے کھانے کو بھی نہیں ملتا تھا۔ اوپر آسمان میں اور نیچے زمین میں علامات نظر آنے لگیں۔ زمین کانپتی تھی اور رات کو شمالی آسمان میں سرخ روشنیاں نظر آتی تھیں۔ بہادر سے بہادر دلوں پر خوف چھا گیا۔ بوہمنڈ نے برملا کہدیا کہ وہ اپنے آدمیوں کو مرتا دیکھنے کے واسطے نہیں ٹھیر سکتا۔ گاڈفری اور ریمنڈ دونو بیمار تھے۔ الکسی اس کے یونانی سرداروں نے اپنے ہمراہیوں کے واپس جانے پر اصرار کیا اور معلوم ہوتا تھا کہ محاصرہ کو چھوڑ دینے کے سوائے کوئی امید باقی نہیں ہے۔ بارہا طغیانی نے عیسائی لشکر کو دبا لیا اور وبائی بیماری سے ہزاروں مر گئے۔ ولیم آف ٹائیر کے قول کے مطابق اتنے آدمی ہر روز مرتے تھے کہ ان کے دفن کرنے کو وقت اور جگہ کافی نہیں ملتی تھی۔ اسی اثنا میں خبر آئی کہ ترکوں کی فوج محصورین کی مدد کے واسطے آرہی ہے۔ بوہمنڈ راستہ ہی میں ان سے لڑنے کے واسطے بڑھ گیا اور ابتدا میں تو زک پائی مگر آخر کو عیسائی جان توڑ کر لڑے اور فتحمند واپس آئے عیسائی محصور ترکوں کے روز کے حملوں سے تنگ آئے تو انھوں نے باہر اپنی حفاظت کے واسطے قلعہ بنانا شروع کیا۔ اس عرصہ میں قلعہ کے ترکی حاکم (باغستان) نے کچھ حصہ فوج کا عیسائیوں سے لڑنے کے واسطے باہر بھیج کر قلعہ کے دروازے ان پر بند کر دیئے۔ عیسائی فوج نے نقصان بھی اٹھایا مگر ان بے پناہ مسلمانوں میں سے کتنوں کو قتل کر ڈالا۔ عیسائیوں نے اپنی حفاظت کے واسطے ایک قلعہ باہر تیار کر لیا۔ اور اس کی حفاظت ریمنڈ کے سپرد کی لیکن نیا قلعہ قحط اور بیماری کے وبال سے نہیں بچا سکتا تھا اور رفتہ رفتہ عام لوگوں کے سوائے سرداروں اور امراء عیسائیوں نے لشکر کو چھوڑنا شروع کیا۔ بعض تو صرف بسر اوقات کے واسطے کسی نواح کی جگہ میں چند روز کے واسطے چلے گئے اور بعض رخصت ہی ہو گئے۔ رابرٹ صاحب نارمنڈی

بھی کچھ عرصہ کے واسطے چلا گیا۔ اور آخر بڑی منت و التجا سے آیا۔ الکسی اس کا جنرل ٹیٹی اس بھی کیمپ چھوڑ گیا۔ ولیم صاحب میلان بھی چلا گیا اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ پیٹروی ہرمٹ جو نوع انسان کی اس مصیبت کا بانی تھا لوگوں کی شکایات سے تنگ آکر کنارہ کش ہو گیا۔ عیسائی مورخ قحط کی مصیبت سے بڑھ کر عیسائی فوج کی سخت بدکاری اور عیاشی اور عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھنے اور ہر ایک بدی اور برائی میں بے اعتدالی کرنے کی زیادہ شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی کے وبال سے سب مصیبتیں آئی تھیں +

لیکن موسم سرما کے نکل جانے اور موسم بہار کے شروع ہونے کے ساتھ عیسائی فوج کو سامان رسد کے کم و بیش فراہم ہو جانے سے قحط کی تکلیف سے آرام ملنے لگا۔ اور بیماری بھی چھوڑ گئی۔ اس زمانہ میں ایک خاص واقع ہوا جو ہمارے نزدیک خصوصیت سے قابل توجہ ہے۔ یہ واقع خلیفہ مصر کے عیسائیوں کے پاس اپنے ایلچی روانہ کرنے کا تھا جس کی کیفیت لفظ بہ لفظ تاریخ مچاڈ سے نقل کرتے ہیں +

یہ اس زمانہ کا واقع ہے کہ خلیفہ مصر کے سفیر کروسیڈروں کے کیمپ میں آئے۔ مسلمانوں کی موجودگی میں عیسائیوں نے اپنے زمانہ دراز کی مصیبتوں کے آثار اور علامات کو چھپانا چاہا۔ انہوں نے اپنے سب سے قیمتی کپڑے پہنے اور سب سے چمکدار ہتھیار دکھلائے۔ بہادر اور سرداروں نے اپنی طاقت اور ہنر کے اظہار کے لئے اکھاڑے جمائے سوائے ناچ اور خوشی کے کچھ نظر نہیں آتا تھا جس سے خوشی اور خورمی کی کثرت سے حکومت کرتی معلوم ہوتی تھی مصری سفیروں کا ایک شاندار خیمہ میں استقبال کیا گیا جس میں فوج کے خاص اور بڑے سردار سب کے سب جمع تھے انہوں (سفیروں) نے اپنی تقریر میں اس امر کو پوشیدہ نہ رکھا کہ ان کے مالک کو عیسائیوں کے ساتھ اتحاد کرنے سے ہمیشہ نفرت رہی ہے۔ لیکن کروسیڈروں نے جو فتوحات ترکوں پر جو آل علیؓ کے دائمی دشمن ہیں حاصل کی ہیں ان کے مالک (خلیفہ) کو یقین ہو گیا ہے کہ خود خدا نے ان کو ایشیا میں بھیجا ہے تاکہ وہ اس کے پاس اور انصاف کا آلہ بنیں مصر کا خلیفہ اپنے آپ کو فتحمند عیسائیوں کے ساتھ متحد کرنے کی طرف راغب ہوا ہے فلسطین اور شام میں داخل ہونے کی طیاری کر رہا ہے۔ چونکہ اس (خلیفہ) کو معلوم ہوا ہے کہ کروسیڈروں کی سب سے بڑی خواہش یوروشلیم کی زیارت کرنے سے محدود ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ عیسائیوں کے گرجے ان کو واپس دیدیگا۔ ان کی عبادت کی حفاظت کریگا۔ اور بیت المقدس کے دروازے تمام زائرین اور حاجیوں پر کھول دیگا۔ اس شرط پر کہ وہ وہاں بغیر ہتھیاروں کے جائیں اور ایک ماہ سے زیادہ وہاں نہ رہیں اگر کروسیڈروں نے ان شرائط کو منظور کر لیا تو خلیفہ ان کا نہایت فیاض معاون بننے کا وعدہ کرتا ہے اور

اگر وہ اس کی دوستی کی برکتوں سے انکار کرینگے تو مصر اور انتھوپیا کی قومیں مع اُن کے جو ایشیا اور افریقہ میں آبنائے کیڈیز سے بغداد کے دروازوں تک بستی ہیں پیغمبر کے اصلی نائب کے آواز پر اُٹھ کھڑی ہونگی اور مغرب کے جنگ آوروں کو اپنے بازوؤں کا زور دکھا دینگی" +

"اس کلام سے عیسائیوں کے گروہ میں بہت اشتعال پیدا ہوا۔ اور سرداروں میں سے ایک شخص اس کا جواب دینے کے واسطے کھڑا ہوا۔ اور خلیفہ کے سفیروں کو خطاب کر کے کہنے لگا۔ کہ اس مذہب نے جس کی ہم پیروی کرتے ہیں۔ ہمارے دل میں اس امر کی آمادگی اور جوش پیدا کیا ہے کہ اس کی پیدائش کے مقامات پر اس کی سلطنت کو دوبارہ قائم کریں اور ہم اپنے اس دینی عہد کے پورا کرنے کے واسطے کسی زمینی طاقت کی حمایت کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم ایشیا میں مسلمانوں سے قانون یا منافع حاصل کرنے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم کو وہ جور اور جبر فراموش ہوئے ہیں جو مصریوں نے مغرب کے حاجیوں (عیسائی) پر کئے ہیں۔ ہم کو اب تک یاد ہے کہ خلیفہ حاکم کے عہد میں عیسائی لوگ قاتلوں کے ہاتھ میں سپرد کئے گئے تھے۔ اور ان کے گرجے اور خصوصاً پاک مدفن (حضرت مسیح کا) زمین کے ساتھ ہموار کر دئے گئے تھے۔ ہاں بلاشبہ ہمارا مدعا یروشلیم کی زیارت کا ہے لیکن ہم نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ اس کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑا ئینگے جس خدا نے اپنی تکالیف سے اس کی عزت افزائی کی ہے اس کی مرضی ہے کہ وہاں اس کے اپنے لوگ اس کی خدمت کرینگے۔ عیسائیوں کا ارادہ ہے کہ وہ اس کے محافظ اور مالک دونو ہوں۔ جاؤ اور جس نے تم کو بھیجا ہے اس کو کہو کہ جنگ یا صلح سے ایک چیز کو پسند کرے اور اس کو بتا دو کہ عیسائی جو انطاکیہ کے نزدیک خیمہ زن ہیں نہ مصر کی قوموں سے ڈرتے ہیں اور نہ ایشیا اور بغداد کی سے۔ اور وہ صرف ان طاقتوں سے اتحاد کرتے ہیں جو انصاف کے قوانین اور یسوع مسیح کے جھنڈے کی عزت کرتے ہیں" +

"جس سردار نے اس طرح کی تقریر کی اس نے اس تمام گروہ کے خیالات اور رائوں کا اظہار کیا۔ باینہمہ اُنھوں نے مصریوں کے اتحاد کو رد کرنا نہ چاہا۔ عیسائیوں کی فوج سے سفیر منتخب کئے گئے جو خلیفہ کی سفیروں کی واپسی پر ان کے ہمراہ جائیں۔ اور کروسیڈروں کی طرف سے صلح کامل کی تجاویز خلیفہ کے سامنے پیش کریں" +

اس کو ہم نے تفصیل سے اس غرض سے درج کیا ہے کہ یورپ کے عیسائیوں کے مقابلہ میں جو ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک سے اپنی دشمنیوں اور مخالفتوں کو چھوڑ کر اور ایک ہی مقصد اور مدعا کے واسطے متحد اور متفق ہو کر ایشیا میں مسلمانوں سے جنگ کرنے آئے تھے۔ مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ بڑے والیان ملک کو

بڑوں سے اور چھوٹوں کو چھوٹوں سے اپنے کسی دینی یا دنیوی تعلق کے لحاظ سے کوئی اتحاد یا ہمدردی نہ تھی۔ اور دوسرے مسلمان والیان ملک اور سرداروں پر اگر صرف ان کی غفلت اور خاموشی کا الزام لگایا جائے تو مصر کی اسمٰعیلی یا علوی یا بنی فاطمہ کی خلافت ترک اور بغداد کے مسلمانوں کے برخلاف عیسائیوں سے سازش اور اتحاد کرنے کی علانیہ کوشش کرنے کی جوابدہ ہے +

انطاکیہ کے محصور مسلمانوں کو کوئی امداد باہر سے پہنچی حلب اور دمشق اور قیصاریہ اور حمص کے سرداروں نے بددلی سے کچھ امداد بھیجی۔ مگر وہ راستہ ہی میں عیسائیوں سے کچھ لڑ بھڑ کر واپس چلی گئی لیکن بایں ہمہ عیسائی انطاکیہ کو قوت بازو سے نہیں فتح کر سکتے تھے۔ انطاکیہ ایک دغاباز آرمنی کی دغابازی کی نذر ہونے والا تھا۔ مچاڈ لکھتا ہے کہ "انطاکیہ سات مہینہ کے محاصرہ کے بعد عیسائیوں کے ہاتھ سے بچ گیا ہوتا۔ اگر دغا۔ فریب پالیسی اور لالچ اور طمع نے ان کے واسطے وہ کام نہ کر دیا ہوتا۔ جو صبر اور بہادری سے حاصل نہیں ہوا تھا" اس ارمنی دغاباز کا نام فیروز تھا۔ جو طمع ہی کی غرض سے عیسائی سے مسلمان ہو گیا تھا۔ باغستان والی انطاکیہ کا اس پر بہت اعتماد تھا اور محاصرہ میں تین خاص برجوں کی حفاظت پر اس کو مقرر کیا ہوا تھا۔ بوہمند عیسائی سردار جس کی نسبت عیسائی مورخ کہتے ہیں کہ وہ بھی طمع ہی کی خاطر شریک کروسیڈ ہوا تھا اسی حصہ کے محاصرہ پر متعین تھا۔ فیروز نے اس کو اور اس نے فیروز کو دیکھا۔ اور ان کے تعلقات کی لمبی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں نے باہم سازش کر لی اور ایک دن معین کیا جس روز وہ عیسائی فوج شہر پناہ کے اندر داخل کر لیگا۔ بوہمند نے اس خفیہ نامہ و پیام کے زمانہ میں دوسرے عیسائی سرداروں کو اس امر پر رضامند کیا کہ جس شخص کے ہاتھ سے شہر فتح ہو وہی اس کا مالک ہو۔ ریمنڈ کے سوائے سب راضی ہو گئے اور آخرکار غالباً اس نے بھی مان لیا۔ مقررہ شب کو فیروز نے بوہمنڈ اور اس کی فوج کو ایک سیڑھی کے ذریعہ سے شہر میں داخل کر لیا۔ اور پھر دروازوں کو کھول کر عیسائی فوج کے اندر آنے کا راستہ صاف کر دیا۔ عیسائیوں نے جس شہر کو دغابازی کی مدد سے فتح کیا تھا اس کے مسلمان باشندوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی کیفیت ہم مچاڈ کے لفظوں میں لکھتے ہیں "مسلمان حالت نیم خواب میں اپنے گھروں سے اس شور و غل کا حال معلوم کرنے کے واسطے نکلے اور بغیر اس امر کے معلوم کرنے کے کہ کون دغاباز ہے اور کس کے ہاتھ سے وہ مارے گئے قتل ہو گئے۔ بعضوں کو جب خطرہ کا حال معلوم ہوا تو پہاڑ کی طرف بھاگے جس پر قلعہ بنا ہوا تھا اور لوگ شہر کے دروازے کی طرف دوڑے کہ اسی راستہ سے بھاگ سکیں فاتحین کی تلواروں کا لقمہ ہو گئے مسلمانوں کا ذبح کرنا [illegible] تمام عالم [illegible] (مقالات زراستہ وغیرہ)

لاشوں سے پُر ہو گئے۔ اور کوچوں میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ ایک رات میں انطاکیہ کے چھ ہزار سے زیادہ باشندے مارے گئے۔ جو لوگ قریب وجوار کی کھیتیوں اور میدانوں کی طرف بھاگ گئے تھے اُن کا تعاقب کیا گیا اور شہر میں واپس لائے گئے۔ جہاں ان کو موت یا غلامی ملی۔ اس شورش اور ابتری کے شروع میں باغستان نے اس دغابازی کا حال معلوم کر لیا۔ اور کربوغا کی فوج سے جا ملنے کے واسطے بھاگا۔ ایک دروازہ سے نکل کر بغیر نگہبان اور ہمراہی کے وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں سے ہو کر نکل گیا۔ یہانتک کہ اس کو چند ارمنی لکڑہارے مل گئے۔ انہوں نے اس کو پہچان لیا۔ کہ وہ انطاکیہ کا بادشاہ ہے اور اس کے چہرہ پر غم اور ملال کے نشان دیکھ کر وہ تاڑ گئے۔ کہ شہر فتح ہو گیا ہے۔ ان میں سے ایک نے اس کے قریب ہو کر اس سے اس کی تلوار چھین لی اور اس کے جسم میں گھسیڑ دی۔ اس کا سر انطاکیہ کے نئے مالک کے پاس لے گئے اور فیروز نے بغیر جھجک کے اس شخص کے خط وخال کو دیکھا۔ جو ایک دن پہلے اس کی موت کا حکم صادر کر سکتا تھا۔ اپنی دغابازی کے انعام میں بہت سی دولت حاصل کر کے یہ ترد پھر عیسائی ہو گیا۔ جو مذہب اس نے پہلے ترک کیا تھا اور کروسیڈروں کے ساتھ یروشلیم کو گیا۔ دو برس بعد اس وجہ سے کہ اُس کی ہوس اور طمع پورا نہیں ہوا تھا وہ پھر مسلمان ہو گیا۔ اور مسلمان اور عیسائیوں دونوں کی لعنت حاصل کر کے مراجعت کے معاملات کو اس نے باری باری سے اختیار کیا تھا اور دغابازی کی تھی جب عیسائی خونریزی سے تھک گئے تو انہوں نے قلعہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ مگر چونکہ وہ ایسے پہاڑ پر واقع ہے کہ کسی طرف سے اس پر چڑھا نہیں جا سکتا۔ اس واسطے ان کی تمام کوششیں بے سود تھیں۔ انہوں نے اس بات پر صبر کر لیا کہ سپاہیوں اور جنگ کی کلوں سے اس کو گھیرے رہیں یا محصورین بند رہیں اور پھر اپنے آپ کو شہر میں پھیلا دیا۔ اور ہر ایک قسم کی بدمستی میں جو اس فتح (؟) سے پیدا ہوتی مشغول ہو گئے۔ انطاکیہ کی لوٹ مار سے بیشمار دولت ان کے ہاتھ آئی تھی اور اگرچہ ان کو سامان رسد کا تھوڑا ہی ذخیرہ ملا تھا۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو بے اعتدالی اور عیاشی کی بے حد فضولی کے سپرد کر دیا۔ یہ واقعات آغاز جون ۱۰۹۸ء میں ہوئے۔ اور انطاکیہ کا محاصرہ سال ماسبق کے ماہ اکتوبر میں شروع کیا گیا تھا۔ اس فتح کے بعد عیسائیوں کے تین دن خوشی اور جشن میں گذرے اور چوتھا دن خوف اور ماتم کا تھا"۔ (تاریخ مجاد صفحہ ۱۵۷) +

یہ خوف اور ماتم عیسائیوں کو اپنے جشن کے درمیان اس خبر سے کرنا پڑا کہ مسلمانوں کی ایک فوج انطاکیہ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ یہ فوج سلجوقی سلطان اور دوسرے مسلمانوں نے انطاکیہ کی مدد کے واسطے بھیجی تھی کربوغا صاحب موصل اس کا سردار تھا اور یہ غافل شخص ایسی سستی اور بے پروائی سے چلا کہ اس کی تین روز کی دیر کے واسطے انطاکیہ دغابازی کی نذر ہو گیا اور بے گناہ مسلمان بچّوں اور عورتوں کے خون کے دریا بہ گئے۔

اگر وہ جلدی کرتا تو ہفتوں پہلے پہنچ جاتا۔ اور اس مشرقی سرزمین میں اس مغربی فوج کے عیسائیوں میں ایک متنفس باقی نہ رہتا۔ لیکن اس دیر نے درحقیقت انطاکیہ کی قسمت کا فیصلہ کر دیا تھا۔ عیسائیوں کو ایسی محفوظ جائے پناہ مل گئی تھی کہ غالب حالات میں کوئی طاقت ان سے انطاکیہ بمشکل سے چھڑا سکتی تھی۔ اب عیسائیوں کو اسی شہر پناہ میں محصور ہونا پڑا جس کے وہ چار روز پہلے محاصر تھے۔ قلعہ کے اندر محصور مسلمانوں کے دل بڑھ گئے اور باہر سے بھی مسلمانوں کا محاصرہ تھا۔ عیسائیوں کو رسد پہنچنے کے وسائل قطع کر دیئے گئے اور بہت جلد ان میں قحط نمودار ہو گیا۔ ان کی مصیبت اور تکلیف کا حال پھر ایک دردناک داستان کا بیان ہے جس کو ہم مچاڈ ہی کے لفظوں میں بیان کرتے ہیں:-

"اپنے اکثر گھوڑوں کو مار کر کھا جانے کے بعد وہ (عیسائی) ناپاک جانوروں (کتوں وغیرہ) کو کھا جانے پر مجبور ہوئے سپاہی اور غریب لوگ جو فوج کے ہمراہ تھے جڑوں اور پتوں پر گذارہ کرتے تھے بعضوں نے یہاں تک کیا کہ اپنے جوتوں اور ڈھالوں کا چمڑا بھی کھا گئے۔ درانحالیکہ زیادہ بدبخت لوگوں نے مسلمانوں کی لاشوں پر گذارہ کیا اور اپنی ذلیل زندگیوں کے قائم رکھنے کے واسطے موت کے ساتھ اس کے شکار کا تنازعہ کیا (یعنی مردوں کو بھی کھا گئے) اس خطرناک مصیبت میں نا امید مائیں اپنے بچوں کی پرورش سے عاجز ہو گئیں اور قحط اور مایوسی سے مر گئیں شاہزادے اور نائٹ (سوار) جن کا تکبر اور غرور بہت بڑھا ہوا اور مشہور تھا بھیک مانگنے کی نوبت کو پہنچ گئے فلینڈرس کا کوٹ (نواب) انطاکیہ کی گلیوں اور گھروں میں ٹکڑے مانگتا ہوا پھرتا تھا اور اکثر کچھ نہیں ملتا تھا۔ ایک سے زیادہ سرداروں نے اپنے ہتھیار اور اپنے عہدے ایک دن کی خوراک کے واسطے بیچ ڈالے"۔ اس کے بعد مچاڈ بیان کرتا ہے کہ کس طرح عیسائیوں نے بھاگنا شروع کیا۔ کچھ تو خشکی اور سمندر میں گر گر کر مر گئے اور کچھ کہیں سے بھاگ نکلے۔ درحقیقت وہ سب کے سب بھاگ جانے سے بہت خوش تھے مگر بھاگنے کا بھی راستہ نہ تھا اور اندر باہر سب طرف موت کا سامنا تھا۔ اس سخت مصیبت سے جب عیسائیوں نے موت کے سوائے کوئی مفر نہ دیکھا تو ہوشیار اور چالاک پادریوں اور سرداروں کو اپنی خاص حکمت عملیوں سے کام لینے کی سوجھی۔ اپنے اس فن کا کرشمہ دکھانے کی تیاری کر کے پیٹر بارتھلمی ایک پادری نے دو آدمیوں کی تائید سے عیسائیوں کے سامنے بیان کیا کہ ان کو سنٹ انڈریو (ایک بڑا ولی عیسائیوں کا) ملا ہے۔ اور اس کے مقدس حواری نے خواب میں اس کو کہا ہے کہ "انطاکیہ میں میرے بھائی پیٹر (ایک دوسرا عیسائی ولی) کے گرجا کو جاؤ خاص مذبح کے قریب زمین کے کھودنے سے تم کو برچھی کا ایک آہنی پھل ملیگا جو تمہارے نجات دہندہ (حضرت مسیح) کے پہلو میں مارا گیا تھا تین دن کے اندر یہ دائمی نجات کا آلہ اس کے

شاگردوں پر ظاہر ہوگا۔ یہ مخفی لوہا اگر فوج کا نشان بنا کر آگے لیجایا جائیگا تو اس سے عیسائیوں کو نجات ملیگی اور کافروں کے دلوں کو چیر ڈالیگا"۔ اس خبر کے متعلق بہت گفت و شنود ہوکر آخر بڑی امیدوں سے اس جگہ کو کھودا گیا اور کھودنے والے کو نہ تیسرے دن سے پہلے نہ اس کے بعد وہ لوہا وہاں سے ملا۔ اس معجزہ اور کرامت نے وہ جوش عیسائیوں میں پیدا کر دیا جو بیان نہیں ہوسکتا۔ اور وہ شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں سے لڑنے کو آمادہ ہوگئے۔ تعداد میں عیسائیوں کی فوج کچھ کم نہ تھی صرف ہمت ہار بیٹھی تھی جو اس معجزہ نے ہر ایک ممکن درجہ تک بڑھادی معین وقت پر جب وہ دروازے کو کھول کر لڑائی کے واسطے نکلے تو (میچاڈ کے لفظوں میں) مسلمانوں کے جنرل نے جس کو لڑائی کی کوئی امید نہ تھی اول یہ خیال کیا کہ وہ اس کے رحم کی التجا کرنے کے واسطے آئے ہیں لیکن ایک سیاہ جھنڈی سے جو قلعہ پر اڑائی گئی اس کو معلوم ہوا کہ وہ ملتجی ہونے کے واسطے نہیں آرہے ہیں۔ اس کی فوج کے دو ہزار آدمی جو انطاکیہ کی پل کے راستہ محافظ تھے کونٹ ڈی ورمنڈس نے کاٹ ڈالے۔ یہ فراری لوگ اپنے جنرل کے خیمہ میں خطرہ کی خبر لے گئے جو وہاں بیٹھا ہوا شطرنج کھیل رہا تھا۔ اپنی جھوٹی آسائش اور اطمینان سے بیدار ہوکر موصل کے سلطان نے اس فراری شخص کا سر کاٹنے کا حکم دیا جس نے اس کو آکر کہا تھا کہ عیسائی بہت جلد اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دینگے اور متانت کے ساتھ ایک ایسے دشمن سے لڑنے کی تیاری کرنے لگا جن کی مددگار مذہبی جنون اور جوش مایوسی تھی"۔

میچاڈ بڑی تفصیل کے ساتھ عیسائی لشکر کی ترتیب اور مسلمانوں کی بھرتی کے ساتھ جنگ کی تیاری اور فوج کی تقسیم کی کیفیت اور لڑائی کا حال بیان کرتا ہے مسلمانوں کی فوج میں ارض روم کا سلطان قلیج ارسلان بھی موجود تھا اور عیسائیوں کے برخلاف لڑ رہا تھا۔ جنگ کے اختتام کی کیفیت مؤرخ مذکور اس طرح بیان کرتا ہے۔

نیسا کا سلطان جس کو کوئی انقلاب مغلوب نہیں کر سکتا تھا عیسائیوں کے حملہ اور سخت ہلے کے مقابلہ میں اپنے پاؤں مضبوطی سے جما کر کھڑا رہا۔ لڑائی کی گرم بازاری میں اس نے جلتی ہوئی سن کو پھپی جھاڑیوں اور سوکھی گھاس میں پھینکنے کا حکم دیا جس سے وہ میدان بھرا ہوا تھا۔ دفعتاً ایک شعلہ اٹھ کھڑا ہوا جس نے عیسائیوں کو دھوئیں اور شعلوں سے گھیر لیا۔ ایک لمحہ کے واسطے ان کی صفیں ٹوٹ گئیں وہ اپنے سرداروں کو نہ دیکھ سکتے تھے نہ ان کی آوازیں سن سکتے تھے نیسا کا سلطان اپنی اس حرکت کا فائدہ اٹھانے کے قریب تھا اور فتح عیسائیوں کے ہاتھ سے نکلی جارہی تھی"۔

لیکن عیسائی اس قسم کی ضرورت کے واسطے پہلے سے تیار تھے حضرت مسیح کو مارنے والی نایاب برچھی کے

معجزہ پران کو کافی اعتماد نہ تھا اور اس کے سوائے بھی انتظام کر رکھا تھا۔ ٹھیک اُس وقت ایک دستہ فوج پہاڑ کی چوٹی پر سے اُترتا ہوا نظر آیا جس کے آگے تین سوار سفید لباس اور چمکتی ہوئی زرہیں پہنے ہوئے تھے بشپ (پادری) اڈہمر اس وقت اپنی فوج کے درمیان بڑے زور سے چلایا اور کہا کہ دیکھو وہ آسمانی مدد آرہی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ آسمان عیسائیوں کے حق میں فیصلہ کرتا ہے وہ پاک شہید جارج۔ ڈیمٹریس اور تھیوڈور (عیسائیوں کے تین شہید ولیوں کے نام ہیں) تمہارے واسطے لڑنے کو آرہے ہیں۔ دفعتاً تمام آنکھیں آسمانی ملک کی طرف پھر گئیں اور بقول مچاڈ کے ایک نئے جوش نے عیسائیوں کے دلوں کو مشتعل کر دیا۔ ان کو یہاں تک یقین ہو گیا کہ خود خدا اُن کی مدد کو آگیا ہے۔ اور ان کا نعرۂ جنگ کہ "یہ خدا کی مرضی ہے" پھر اسی تازہ جوش کے ساتھ بلند ہوا۔ جیسا کہ آغاز لڑائی میں تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عیسائیوں کا یہ جادو چل گیا۔ ان افسروں نے فوج کو دوبارہ سنبھال کر اور جمع کر کے ایک ایسا سخت حملہ کیا کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور بھاگ نکلے بیشمار مال غنیمت عیسائیوں کے ہاتھ آیا۔ اور ہر ایک کروسیڈر کو اتنا مال ملا کہ یورپ کو چھوڑنے کے وقت کی نسبت وہ زیادہ دولتمند ہو گیا۔ مسلمانوں کی اس شکست کے ظاہری اسباب کے علاوہ جو مسلمانوں کی بے پروائی اور غفلت اور عیسائیوں کا سخت جوش تھا۔ عیسائی مورخ کچھ اور اسباب بیان کرتا ہے جس کا نقل کرنا مسلمانوں کی تاریخ کا ایک ضروری امر ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ لڑائی کے بعد مسلمانوں کے کیمپ کے ملاحظہ نے صاف طور پر ثابت کر دیا کہ سچی دلیری کے مقابلہ میں اُنھوں نے ظاہری شان و شوکت کا بہت اظہار کیا تھا۔ سلطان ملک شاہ کے ہمراہی تمام پرانے تجربہ کار۔ جنگ آزمودہ اور جنگ جو لوگ خانگی لڑائیوں میں جنھوں نے اتنے کثیر سالوں تک سلجوقیوں کی سلطنت کو برباد کیا تھا مر چکے تھے۔ جو فوج انطاکیہ کی مدد کے واسطے آئی وہ خام کار فوجوں سے مرکب تھی جو جلدی میں بھرتی کی گئی تھیں اور اس کے جھنڈے کے نیچے متعدد اور مختلف رقیب قومیں تھیں جو ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑ بیٹھنے اور جنگ کرنے کے واسطے آمادہ تھیں۔ یہ ایک مورخ کا فرض ہے کہ اس امر کو تسلیم کرلے کہ اٹھائیس مختلف امیر جو کربوغا کے ہمراہ تھے۔ ایک دوسرے کے مخالف تھے اور اپنے سردار کے حکم اور اختیار کو بھی نہیں تسلیم کرتے تھے۔ اس مقام پر عیسائی مورخ جمال الدین کے قول کی طرف اشارہ کرتا ہے جس نے جنگ انطاکیہ کے حالات تمام مشرقی مورخوں سے زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں اس کا بیان یہ ہے کہ "ترکوں اور عربوں کے درمیان سخت ہنگامہ اور فساد ہو گیا تھا اور یہ کہ عرب اس لڑائی سے پہلے فوج سے الگ ہو کر واپس چلے گئے تھے اور یہ کہ لڑائی کے اثناء میں ترک اپنے ہمراہیوں سے لڑنے لگ گئے تھے"۔ عیسائیوں کی فوج کی نسبت

مچاڈو بھی لکھتا ہے کہ "برخلاف اس کے (مسلمانوں کے حال کے) عیسائیوں میں اس روز انتہا درجہ کا اتفاق تھا۔ ان کی فوج کی مختلف جماعتیں ایک ہی مرکز پر لڑ رہی تھیں اور ایک دوسری کو امداد اور سہارا دیتی تھیں درانحالیکہ کربوغا نے اپنی فوج کو تقسیم کر دیا تھا۔ اس لڑائی اور خصوصاً ان حالات میں جو اس سے پہلے گذرے ہیں سلطان موصل نے ہنر سے زیادہ غرور ظاہر کیا۔ اپنے کوچوں کی سستی سے اس نے باغستان کو مدد دینے یا عیسائیوں کو منتشر کرنے کا موقع کھو دیا۔ بعد ازاں وہ حد سے زیادہ اپنی فتح کا معتقد رہا اور اس بات کا خواب میں بھی خیال نہیں کیا کہ مایوسی اور مذہبی جوش سے کیا کچھ ہو گذرتا ہے۔ ان دو قوی اصولوں نے فرنگیوں کی قدرتی بہادری کو بہت بڑھا دیا جس مہیب مصیبت میں وہ گرفتار ہو گئے تھے اس نے ان کو صرف ناقابل فتح بنا دیا اور اسی میں ہم ایک دن کا معجزہ پاتے ہیں"۔

انطاکیہ کی یہ لڑائی دوشنبہ کے روز ۲۸ جون ۱۰۹۸ء کو ہوئی اور اس فتح نے مغربی عیسائیوں کے قدم مشرق میں جما دیئے۔ مسلمانوں کو جو اپنی طوائف الملوکی کے ضعف میں یہ شکست ہوئی تھی اس نے ان کی ہمت کو بہت عرصے کے واسطے توڑ دیا اور عیسائیوں کے راستہ میں کوئی حارج یا حائل نہ رہا۔ انطاکیہ کے قبضہ سے ان کو ایک بڑی مضبوط پناہ حاصل ہو گئی اور یہ ان کی غلطی یا سستی تھی کہ وہ اسی وقت یوروشلیم کی طرف نہ بڑھ گئے۔ مگر اصل وجہ یہ تھی کہ ہر ایک ان میں سے اپنے واسطے کچھ شہر اور مقامات فتح کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت انھوں نے گرمی کے بہانہ سے نومبر تک یوروشلیم کی طرف کوچ کرنا ملتوی کر دیا اور اڈیسہ اور انطاکیہ کے درمیانی مقامات اور اس نواح کے شہر فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوئے بعض مقامات سے بہت زکیں اور نقصانات اٹھائے اور جہاں کہیں کامیاب ہو گئے وہاں سخت بیرحمیاں اور تعدیاں کیں۔ کونٹ ریمنڈ نے البارا کو فتح کر کے تمام مسلمان مرد اور عورتوں۔ جوان بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر ڈالا (تاریخ آرچر صفحہ ۱۷۸) ریمنڈ معرہ کے فتح کرنے میں ابتدا میں ناکام رہا۔ نقصان اٹھایا مگر آخر کار جب دوسرے سرداروں کی مدد سے فتح کر لیا تو بلا امتیاز مسلمانوں کو قتل کر ڈالا یہاں تک کہ کوئی مقام اور گوشہ نہ تھا جہاں مسلمانوں کی لاش نہ تھی اور کوئی شخص شہر میں لاشوں پر سے گذرے بغیر سوار نہیں جا سکتا تھا"۔ (آرچر صفحہ ۱۸۰) جون ۱۰۹۹ء (مطابق سنہ ۴۹۱ھ) تک عیسائی سردار بعض اور مقامات کا محاصرہ کرنے اور اپنی ان فتوحات پر باہم جھگڑنے میں مصروف رہے لیکن ان کا رخ ساحل سمندر کے قریب قریب جنوب ہی کو تھا۔ طرطوسہ کو مسلمان خالی کر گئے۔ اور عیسائی مورخ کہتا ہے کہ یہی شہر عیسائیوں نے اپنی بہادری سے فتح کیا لیکن مسلمان ارکاہ میں محصور ہو کر عیسائیوں سے مقابلہ کے واسطے تیار ہو گئے۔ اس شہر کے محاصرہ میں عیسائیوں کو قحط اور تنگی سے ویسے ہی مصائب پیش آئے

جیسے کہ انطاکیہ کے محاصرہ میں آئے تھے۔ جڑوں اور پتّوں پر آپس میں لڑے اور جانوروں کو مار کر کھا گئے اس مقام پر معجزات کا اس قدر زور ہوا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ہزارہا معجزات دکھائے گئے۔ عیسائیوں کے تمام اولیا اور شہید باری باری سے امداد کے واسطے آئے یہانتک کہ آخر خود حضرت عیسےٰ بھی تشریف لائے مگر شہر فتح نہ ہوا اور بیشمار عیسائی قحط بیماری مصیبت اور مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ آخر کار عام عیسائیوں کو معجزات کی صداقت کی نسبت شبہ پیدا ہو گیا۔ اور انطاکیہ میں جو معجزہ حضرت مسیح کو مارنیوالی برچھی کا دکھایا گیا تھا وہ بھی مشکوک ہو گیا اور لوگوں نے علے الاعلان کہدیا کہ یہ سب فریب تھا پادری بارتھلمی جو اس معجزہ کا مدعی اور مخبر تھا معجزہ کی صداقت ثابت کرنے کے واسطے تیار ہوا اور آزمائش کا ذریعہ اس جلتی آگ میں سے گذرنا قرار پایا۔ اگر بچ رہا تو معجزہ صحیح مانا جائیگا اگر مر گیا تو معجزہ غلط۔ پادری بیچارہ جلتی آگ میں سے تمام فوج کے سامنے گذرا اور اس وقت تک تو نہیں مرا اور نیم مردہ حالت میں آگ سے نکلا مگر چند روز کے بعد اسی آگ کے اثر سے مر گیا۔ غرض عیسائی فوج کی کوئی کوشش ارکاہ کو فتح کرنے میں کامیاب نہ ہوئی اور آخر کار ماہ مئی میں ان کو محاصرہ چھوڑ کر فلسطین کو روانہ ہو جانا پڑا +

اس مقام پر خلیفہ مصر کے سفیر جو عیسائی سفیروں کو ساتھ لے کر خلیفہ کے پاس گئے تھے واپس آئے۔ خلیفہ اس تمام زمانہ میں مغربی عیسائیوں اور الکسی اس رومی شاہنشاہ اور ترکون تینوں سے خط و کتابت کر رہا تھا اور اس کا مدعا غالب فریق سے فائدہ اُٹھا لینے سے تھا۔ یورو شلیم پر مصری خلافت کا مکرر قبضہ ہوئے بہت زمانہ نہیں گذرا تھا اور اس کو اندیشہ تھا کہ اس نئی فتح کو کھو نہ بیٹھے۔ انطاکیہ کی بابت جب اُس نے عیسائیوں کی ابتر حالت اور ترکوں کے غلبہ کی کیفیت سُنی تھی تو ترکوں کی بدگمانی سے بچنے کے واسطے اُس نے عیسائی سفیروں کو جو اُس کے پاس بھیجے گئے تھے قید کر دیا تھا۔ مگر جب اُن کی کامیابی کی خبریں پہنچیں تو اُس کو اپنے فعل کی تلافی کرنی پڑی۔ عیسائی سفیروں کو اپنے ایلچیوں سے انکے قید کئے جانے کے حالات سُن کر بہت رنج اور غصہ پیدا ہوا۔ مصری سفیروں نے ان کے غصہ کو فرو کرنے کے واسطے بہت کچھ کوششیں کیں اور وہ بیش بہا تحائف نکال کر سرداروں کے سامنے پیش کئے گاڈفری ڈی بوئلین کے واسطے سب سے زیادہ قیمتی تحائف تھے۔ چالیس ہزار دینار تیس خلعت پارچات اور کئی ایک سونے چاندی کے ظروف تھے۔ ایک عربی گھوڑا تھا جس کا ساز و سامان سونے اور چاندی سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ اسی طرح ہر ایک سردار کے واسطے اس کے رتبہ اور فوجی شہرت کے موافق تحائف تھے۔ جب یہ تحائف تقسیم کر چکے تو سفیروں نے خلیفہ کی طرف سے گفت و گو کرنے اور اُس کا پیغام پہنچانے کی اجازت چاہی۔ مگر اُس میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہی عیسائیوں کے حقوق کی حفاظت اور عیسائیوں

یوروشلیم میں غیر مسلح جانے دینے کی اجازت کا اقرار تھا۔ جس کو عیسائیوں نے نہایت حقارت سے رد کیا اور سفیروں کو مصر پر حملہ کرنے کی دھمکی دی اور یوروشلیم کی طرف جلدی کوچ کرنے کا عزم صمم کر لیا +

عیسائیوں نے اپنی تمام منتشر فوج کو جمع کر کے سمندر کے کنارے کنارے سفر کرنا شروع کیا تاکہ پیسا اور جنوا کے جہاز اگر سامان رسد لے کر آویں تو اُن کو مل سکیں۔ وہ سیڈن اور ٹائر (صور) کے علاقہ میں سے گذرتے ہوئے قیصاریہ کے بندرگاہ کے پاس سے ہوتے ہوئے یافہ کو اپنے دائیں ہاتھ کو چھوڑ کر رملہ میں جا پہنچے۔ رملہ سے یوروشلیم سولہ میل سے زیادہ نہ تھا۔ رملہ میں پہنچ کر انہوں نے ایک کونسل کی جس میں بعض کی رائے قاہرہ اور مصر کی طرف جانے کی تھی اور بعض کی یوروشلیم کی طرف۔ یوروشلیم کی طرف رائے دینے والے آخر غالب ہو گئے اور وہاں سے تمام لوگوں نے پیادہ اور ننگے پاؤں یوروشلیم کی طرف سفر کرنا شروع کیا۔ اس راستہ میں جب کہ عیسائیوں کی تمام فوج جمع ہو چکی تھی تو ان کو معلوم ہوا کہ ان کی کل تعداد پچاس ہزار باقی رہ گئی ہے۔ دو لاکھ سے زیادہ آدمی دشمن کے ہاتھ سے یا قحط اور بیماریوں سے ضائع ہو چکے تھے۔ اور بعض نے ایڈیسہ (عزاز) اور انطاکیہ وغیرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی +

۶ جون ۱۰۹۹ء (مطابق ۴۹۱ھ) کو عیسائی فوج یوروشلیم کے سامنے جا پہنچی۔ یوروشلیم اور اس کے گردونواح کے تاریخی مقامات کو دیکھنے سے جن کو وہ انجیل میں پڑھا کرتے تھے جو اثر عیسائیوں کے دل پر ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ عیسائی فوج کے پہنچنے سے پہلے افتخار الدولہ نے جو فاطمیوں کی طرف سے حاکم تھا تمام نواح کو ویران کر دیا تھا اور پانی میں زہر ملا دیا تھا۔ لیکن راستہ میں ان کی کوئی مزاحمت نہیں کی گئی اور انہوں نے پہنچ کر یوروشلیم کا محاصرہ کر لیا۔ حصار شہر سے کچھ عیسائی بھاگ کر باہر چلے آئے اور انہوں نے صرف ہر ایک قسم کی مفید اطلاع ہی عیسائیوں کو نہ دی بلکہ اپنی تکالیف اور مصائب کی جھوٹی سچی حکائتوں سے عیسائی فوج کے جوش کو انتہا درجہ تک بڑھا دیا۔ عیسائی مورخ کہتا ہے کہ کبھی کوئی فوج اتنے جوش کے ساتھ نہ بڑھی تھی جتنے جوش سے کہ عیسائی فوج یوروشلیم پر حملہ آور ہوئی۔ پہلے سخت حملہ میں کچھ شک نہیں کہ عیسائیوں نے ایک بے نظیر جوش سے کام لیا۔ باہر کی دیوار توڑ ڈالی مگر اندرونی دیوار نے ان کو روک دیا۔ زینہ لگا کر اس پر چڑھ گئے اور مسلمانوں سے دست بدست لڑے مگر مسلمانوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور عیسائیوں کو نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ "بقول عیسائی مورخ آسمان نے وہ معجزات نہ دکھائے جن کا وعدہ لیا گیا تھا۔ اور وہ اپنی نادانی اور غلط اعتقاد پر روتے ہوئے اپنے لشکر کو واپس آ گئے"۔ اس شکست نے عیسائیوں کو سکھلایا کہ عجائبات اور معجزات پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ اور لڑائی کے واسطے کلیں بنائی جائیں مگر لکڑی کہیں قریب نہ تھی

اور کلوں کے بنانے میں دقت تھی۔ کہیں دور سے ان کو لکڑی ملی اور اس کے سوائے مکانات اور قریب و جوار کے گرجوں کو گرا کر اُن کی لکڑیاں نکال لیں اور کلوں کی تیاری میں بہت سرگرمی سے مصروف ہو گئے۔ محاصرہ کا کام جاری رہا۔ لیکن جتنی جلدی شہر کے فتح ہونے کی اُمیدیں تھیں وہ پوری نہ ہوئیں اور عیسائی فوج پر پانی کے قحط اور گرمی کا وبال آ گیا۔ عیسائی مورخ اس مقام پر پھر ان کی تکالیف کی دردناک تصویریں کھینچتا ہے زمین کو کھود کھود کر ٹھنڈی مٹی یا ریت پر ننگے پیٹ کے بل مرد اور عورتیں پڑ پڑ کر پیاس اور گرمی کو بُجھانے کی کوشش کرتے تھے۔ لوگوں میں پھر وہی بددلی اور مایوسی پیدا ہو گئی اور بہت عذاب اُٹھائے۔ یافہ کے بندر پران کی امداد کے لئے سامان رسد اور آلات جنگ سے بھرے ہوئے جہازوں کے آنے کی خبر آئی۔ مگر اس خبر نے کہ مسلمانوں نے اس کو جلا دیا ہے پھر وہی مایوسی پھیلا دی۔ اس موقع پر عیسائی مورخ تسلیم کرتا ہے کہ مسلمان اگر باہر نکلکر جنگ کرتے تو ان کو بھگا دیتے۔ مگر مسلمانوں کو عیسائیوں کے حال کی زیادہ خبر نہ تھی اور عیسائیوں کو مسلمانوں کا ہر وقت کا حال شہر کے عیسائیوں کے ذریعہ سے معلوم ہوتا رہتا تھا۔ اور اس سے عیسائیوں کو بہت ہی امداد حاصل ہوئی۔ عیسائیوں کی مایوسی اور تکلیف نے ان کی ہمت اور جوشوں کو پھر بڑھا دیا اور بڑی تیزی اور عجلت سے اُنھوں نے محاصرہ کے واسطے کلوں کی ایک کثیر تعداد تیار کر ڈالی۔ ان میں سے تین چار تو نئی قسم کی اور میناروں کی شکل کی نہایت بلند کلیں تھیں جو نقل و حرکت کر سکتی تھیں۔ وہ شہر پناہ اور شہر کے میناروں سے بلند تھیں۔ ان کے تین مختلف درجے تھے جن میں کاریگر اور سپاہی اور سردار سب بیٹھ کر کام کر سکتے تھے۔ اور دیوار کے نزدیک پُہنچا کر کل اور دیوار پر پل بنا لینے کا سامان اس میں موجود تھا۔ جس سے شہر اور کل کے درمیان راستہ کھل جاوے +

کلوں کی تیاری اور تکالیف کی موجودگی نے عیسائیوں میں ایک تازہ جوش پیدا کر دیا اور مسلمانوں کی اس حرکت سے کہ وہ حضرت مسیح کی صلیب کو (جس کو اصلی صلیب مانا جاتا تھا) ان کے سامنے دے دے مارتے تھے اور پکار کر کہتے تھے کہ "فرنگیو یہ مبارک صلیب ہے" عیسائی دیوانہ ہو گئے اور ایک مجنونانہ جوش کے ساتھ حملے کرنے لگے۔ مسلمانوں نے بھی ان کلوں کو دیکھ کر شہر پناہ کے میناروں کو بلند کر لیا تھا۔ لیکن یوروشلیم کے دیسی عیسائی مسلمانوں کے تمام کاموں اور حرکات سے عیسائیوں کو مطلع رکھتے تھے (آرچر صفحہ ۱۸۹) عیسائیوں نے ۱۴ جولائی کو ایک بڑا سخت حملہ شہر پر کیا مگر مسلمان ایسی بہادری سے لڑے کہ عیسائیوں کو کثیر نقصان اُٹھا کر واپس آنا پڑا۔ لیکن شب کو عیسائیوں نے اپنے محاصرہ کی شکل تبدیل کر دی اور کلیں بھی ایک طرف سے دوسری طرف لگا دیں۔ مسلمانوں کو

صبح یہ حال دیکھ کر بہت سراسیمگی ہوئی۔ کہ جہاں کہیں انہوں نے اپنے زور اور حفاظت کا انتظار کر رکھا تھا وہ تبدیل کرنا دشوار معلوم ہوا عیسائیوں نے بیدار ہوتے ہی بڑی سرگرمی سے حملہ شروع کر دیا کلوں سے پتھر مارنے اور تیر اور برچھی سے کام لینے میں نہایت جوش ظاہر کیا گیا۔ اور ایک حملہ سب طرف سے ایسی سختی سے کیا کہ بقول عیسائی مورخ کے اس کا نظیر نہیں ہو سکتا لیکن مسلمانوں نے بھی بڑی عجلت سے اپنے آپ کو ہر ایک ضرورت کی جگہ پر پہنچا دیا۔ اور عیسائیوں کو ہر طرف سے زک ملی "تیر۔ برچھیاں۔ جلتا ہوا تیل۔ آگ اور چودہ کلیں جو مسلمانوں نے اسی اثنا میں عیسائیوں کے جواب میں بنالی تھیں بڑی سرعت سے اپنا کام کر رہی تھیں مسلمانوں نے ٹوٹی ہوئی دیوار کے سوراخ سے نکل کر عیسائیوں کی کلوں کو جلا دینے کی کوشش کی اور عیسائیوں کو تتر بتر کر دیا شام کے قریب گاڈفری اور ٹینکرڈ کی کلیں ناقابل حرکت ہوگئیں اور ریمنڈ کی کل ٹوٹ کر پرزہ پرزہ ہوگئی۔ بارہ گھنٹہ کی شدید لڑائی نے کوئی فیصلہ نہ کیا اور عیسائی غم اور غصہ سے کانپتے ہوئے رات کو واپس گئے (مچاڈ صفحہ ۲۱۸) رات دونو لشکروں میں بیقراری سے گذری مسلمانوں کو رات کے حملہ کا خوف تھا اور عیسائیوں کو یہ اندیشہ تھا کہ مسلمان انکی کلیں نہ جلادیں۔ لیکن مسلمانوں کو شہر پناہ کی مرمت کرنے ہی سے فرصت نہ ہوئی اور صبح ہوگئی عیسائی بھی شب بھر اپنی کلوں کی حفاظت اور درستی اور دوسرے انتظاموں میں مصروف رہے اور صبح کو دونو فوجیں لڑنے کے واسطے ویسی ہی آمادہ تھیں +

عیسائیوں کا پہلا حملہ نہایت سخت اور شدید تھا مگر مسلمان اس کی مدافعت میں بھی ویسے ہی سرگرم اور دلیر تھے۔ دوپہر تک لڑائی دونو طرف سے مساوی زور اور جوش کے ساتھ جاری رہی اور اس کے بعد جو کیفیت گذری اور جو نتیجہ لڑائی کا ہوا اس کو ہم مچاڈ کے لفظوں میں بیان کرتے ہیں +

لڑائی اب آدھے دن تک جاری رہ چکی تھی اور عیسائیوں کو کوئی امید شہر کو فتح کرنے کی نہیں ہوتی تھی۔ ان کی تمام کلیں آگ سے جل رہی تھیں اور ان کو پانی کی ضرورت تھی بلکہ اس سے زیادہ سرکہ کی ضرورت تھی کیونکہ صرف اُس سے اس قسم کی آگ بجھ سکتی تھی جس کو محصورین استعمال کر رہے تھے۔ سب سے بہادر لوگوں نے اپنے برجوں اور کلوں کو بربادی سے بچانے کے واسطے اپنے آپ کو بیفائدہ سخت خطروں میں ڈالا۔ وہ بربادی کے نیچے دب کر مر گئے اور آگ نے ان کی ڈھالوں اور لباس کو بھی جلا دیا سخت بیدھڑک بہادروں میں سے اکثر شہر پناہ کے نیچے مارے گئے تھے۔ اور جو برجوں پر تھے اُن کی ایک بڑی تعداد ناقابل کار ہو گئی تھی اور باقیماندہ پسینہ اور خاک سے ڈھپے ہوئے اور گرمی اور اپنے ہتھیاروں کے وزن سے ٹوٹ کر ہمت ہار بیٹھے۔ جن مسلمانوں نے جب اس

حال کو دیکھا انہوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے۔ اور کفر کی باتوں میں وہ عیسائیوں کو ایسے خدا کی پرستش کرنے کا طعنہ دیتے تھے جو ان کو بچا نہیں سکتا تھا۔ حملہ آور اپنی قسمت پر رو رہے تھے۔ اور اس بات پر یقین کر کے کہ یسوع مسیح نے ان کو چھوڑ دیا ہے لڑائی کے میدان میں بے حس و حرکت کھڑے تھے۔
"لیکن لڑائی کی قسمت میں اس کی صورت کا بہت جلد بدل جانا لکھا تھا۔ دفعتاً کروسیڈروں نے دیکھا کہ کوہ آلو پر ایک سوار نمودار ہوا ہے جو اپنی سپر کو ہلا رہا ہے اور عیسائیوں کو شہر میں داخل ہونے کا اشارہ کر رہا ہے۔ گاڈفری اور ریمنڈ نے جنہوں نے اس کو سب سے پہلے اور ایک ہی وقت میں دیکھا باآواز بلند پکار کر کہا کہ سنٹ جارج عیسائیوں کی امداد کے واسطے آیا ہے۔ لڑائی کے انبوہ نے نہ تو اس وقت سوچنے کا خیال کیا نہ کسی امتحان کا۔ اور اس آسمانی سوار کی نموداری نے محاصرین میں ایک نئے جوش کی آگ بھڑکا دی۔ اور وہ حملہ کرنے کے واسطے واپس چلے گئے۔ عورتیں نیز بچے اور بیمار آدمی بھیڑ میں شریک ہو گئے۔ پانی۔ خوراک اور ہتھیار لاتے تھے اور متحرک میناروں کو جو دشمن کے خوف کا باعث تھے حرکت دینے کی کوششوں میں سپاہیوں کے ساتھ شریک ہو گئے کہ ان کو شہر پناہ کے قریب پہنچا دیں۔ گاڈفری کا مینار باوجود پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ اور آگ کی بارش کے دیوار سے اتنا قریب ہو گیا کہ اس کا پل دیوار پر لگا لیا گیا۔ اسی وقت جلتے ہوئے تیر محصورین کی کلوں اور گھاس بھوس اور ان کے بوروں پر برسائے گئے جن سے شہر کی آخری دیوار محفوظ تھی ہوا نے آگ کی مدد کی اور شعلوں کو مسلمانوں پر پھیلا دیا جو شعلوں اور دھوئیں کے غبار میں گھر کر کروسیڈروں کے نیزوں اور تلواروں کے سامنے پسپا ہو گئے"۔ (مچاڈ صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲) اس کے بعد گاڈفری اور دوسرے سرداروں کے ایک نئے معجزے سے جوش میں آکر شہر میں گھس جانے اور آخر کار شہر کا دروازہ کھول دینے کی کیفیت ہے۔ اور پھر اس لڑائی کی جو شہر میں دونوں لشکروں میں جاری ہوئی یہاں تک کہ یوروشلیم کو عیسائیوں نے فتح کر لیا۔

یوروشلیم کی فتح کے متعلق صرف ایک غمگین اور جگر دوز اور زہرہ شگاف کیفیت عیسائیوں کے اس سلوک کی جو انہوں نے مغلوب مسلمانوں اور عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کے ساتھ کیا بیان کرنی باقی ہے۔ کروسیڈ کی پانچ انگریزی تاریخوں میں جو ہمارے سامنے ہیں یہ واقعات ایک ہی طرح بیان کئے گئے ہیں۔ اور ہم صرف مچاڈ کو نقل کریں گے جو لکھتا ہے کہ "اس امر کی امید کی جا سکتی تھی کہ یہ یادگار زمانہ ان کے (عیسائیوں کے) دلوں میں رحم کے خیالات بیدار کر دیتا۔ لیکن مسلمانوں کی دھمکیوں اور طعنوں سے برافروختہ ہو کر اور اپنے محاصرہ کی تکالیف اور مسلمانوں کی طرف سے نیز شہر میں مقابلہ کرنے کی کوشش

سے اشتعال میں آکر انھوں نے اس یروشلیم کو جس کو وہ چھڑانے کے واسطے آئے تھے اور جس کو آیندہ اپنا ہی ملک تصور کرتے تھے خون اور ماتم سے بھر دیا۔ قتل اور خونریزی بہت جلد عام ہو گئی۔ کیونکہ وہ تمام لوگ جو گاڈفری اور ٹنکرڈ کی تلواروں سے بچے وہ پادریوں کے ہاتھ میں پڑ گئے جو ان کے خون کے ویسے ہی پیاسے تھے گلیوں میں اور ان کے گھروں میں مسلمان کا قتل عام کیا گیا اور یروشلیم میں مغلوبوں کی پناہ کے واسطے کوئی جگہ نہ تھی۔ بعضوں نے شہر پناہ سے کود کر موت سے بچنے کی کوشش کی اور دوسرے گروہ در گروہ محلوں اور میناروں لیکن خاص کر مسجدوں میں گھسے۔ مگر عیسائیوں کے تعاقب سے کہیں بھی نہ بچ سکے+

جب عیسائی عمرؓ کی مسجد پر قابض ہو گئے جس میں مسلمانوں نے تھوڑی دیر کے واسطے اپنے آپ کو بچایا تھا تو ایک ہیبتناک تکرار اس خونریزی اور قتل عام کا شروع ہؤا جو ٹیٹس کی فتح کے وقت ہؤا تھا۔ سوار اور پیادہ مسجد میں داخل ہو کر مغلوبوں کے ساتھ گڈمڈ ہو گئے اور اس نہایت مہیب ہنگامہ کے درمیان سوائے گریہ اور زاری اور موت کی چیخوں کے کچھ سُنائی نہیں دیتا تھا فتحمند لوگ بھاگنے کی کوشش کرنے والوں کے تعاقب میں لاشوں کے ڈھیروں کو پائمال کر رہے تھے۔ ریمنڈ دی اگلیس کا یہ چشم دید بیان ہے کہ مسجد کے اندر اور صحن میں خون گھوڑوں کے گھٹنوں اور لگاموں تک پہنچ گیا تھا۔ اس دل شگاف نظارے کو بیان کرنے کے لئے جو ایک ہی جگہ دو زمانوں میں ہؤا مؤرخ جوسفس کے الفاظ ہم مستعار لیتے ہیں کہ مقتولوں کی تعداد ان سپاہیوں کی تعداد سے بدرجہا زیادہ تھی جنھوں نے ان کو اپنے بدلہ کا شکار بنایا۔ اور یہ کہ یردن کے پہاڑ ان جگر پاش چیخوں سے جو معبد سے نکل رہی تھیں گونج رہے تھے"+

لیکن یہ صرف خونریزی اور قتل عام کا پہلا نظارہ ہے اس قتل عام سے بہت سے مسلمان بچ رہے تھے جن کی نسبت تیسرے دن کی کونسل نے تمام و کمال مسلمانوں کی بابت جو شہر میں تھے موت کا فتوے دیدیا اور میچاڈ کے الفاظ میں "تمام دشمن جن کو پہلے دن انسانیت یا خونریزی سے تھک جانے یا ایک قیمتی فدیہ کی امیدوں نے بچا لیا تھا ذبح کر ڈالے گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ میناروں اور مکانوں کی چھتوں سے اپنے آپ کو گرائیں (یعنی یوں مریں) اور ان کو آگ میں جلا کر مارا۔ اور ان کو تہ خانوں کی پوشیدہ جگھوں سے نکالا اور بازار میں لا کر لاشوں کے ڈھیروں پر ذبح کیا۔ نہ عورتوں کی گریہ وزاری نہ بچوں کی چیخیں اور نہ اُس مکان کا لحاظ جہاں مسیح نے اپنے قاتلوں کو معافی دی تھی غضب آلود فتحمندوں کے دلوں کو نرم کر سکا اس قدر خونریزی اور

قتل عام کیا گیا کہ البرٹ ڈی ایکس کے بیان کے مطابق لاشوں کے نہ صرف محلوں میں بلکہ مسجدوں اور کوچوں ہی میں ڈھیر لگے ہوئے تھے بلکہ نہایت ویران اور تنہا جگہوں میں بھی انبار لگ رہے تھے۔... یہ خونریزی ایک ہفتہ کے اختتام تک بند نہ ہوئی۔ وہ مسلمان جو اس وقت تعاقب سے ہاتھ نہیں آئے تھے فوج کی خدمت کے واسطے مخصوص کئے گئے۔ مشرقی اور لاطینی مؤرخ مسلمان مقتولوں کی تعداد بیان کرنے میں متفق ہیں کہ ستر ہزار سے زیادہ مسلمان قتل کئے گئے۔ لیکن اس امر کا خوف کیا جانے لگا کہ بازاروں وغیرہ میں جو لاشوں کے انبار لگے ہوئے ہیں ان سے وبائی بیماریاں نہ پیدا ہوں سرداروں نے گلیوں کو صاف کرنے کا حکم دیا۔ بعض مسلمان قیدی جو صرف وہی فتحمندوں کی تلواروں سے بچے تھے اور خوفناک غلامی کے ہاتھوں میں پڑے تھے ان کو حکم دیا گیا کہ اپنے دوستوں اور بھائیوں کی بگڑی ہوئی لاشوں کو دفن کریں۔ رابرٹ دی مانک بیان کرتا ہے کہ وہ روتے تھے اور لاشوں کو یوروشلیم سے اُٹھا کر باہر لے جاتے تھے۔ ان کے اس غمگین فرض میں ریمنڈ کے سپاہیوں نے ان کی مدد کی جو شہر میں سب سے آخر داخل ہوا۔ اور اس کو غنیمت سے بڑا حصہ نہیں ملا تھا اور اب اس کو مسلمانوں کی لاشوں کا بخوبی امتحان کرنے سے بڑھانا چاہتا تھا"۔

عیسائیوں نے باہم یہ قرارداد کی تھی کہ جو شخص جس جگہ یا مکان پر پہلے پہنچ کر قابض ہو جائے وہ اسی کا ہوگا مسلمانوں کے بنے بنائے اور آراستہ مکانات مع سامان عیسائیوں کے قبضوں میں چلے گئے۔ حضرت عمرؓ کی مسجد میں سب سے پہلے ٹنکرڈ پہنچا تھا اور وہی مسجد اور اس تمام دولت کا جو اس میں پائی گئی مالک ہوا اس دولت میں بیس شمعدان سنہری ایک سو بیس چاندی کے ایک بڑا فانوس اور چاندی کا بہت سا سامان آرائش تھا۔ یہ غنیمت اس قدر تھی کہ مورخوں کے بیان کے مطابق چھ گاڑیاں اس سے پُر کی جاتیں اور ٹنکرڈ کو ان کو جمع کر کے لے جانے میں دو روز صرف ہوئے۔

عیسائیوں کو یوروشلیم کی فتح کے بعد اپنے سرداروں میں سے ایک شخص کو یوروشلیم کا بادشاہ بنانے کے واسطے منتخب کرنا تھا اور بہت رد و کد کے بعد آٹھویں دن ۲۲ جولائی کو گاڈفری دی بولین پر قرعہ پڑا۔ اور مذہبی پیشوا ایک پادری ارنلف کو منتخب کیا گیا۔ جس کی بد چلنی کی بہت شکائتیں کی گئی ہیں۔ غرض ۱۰۹۹ء مطابق ۴۹۱ ہجری مشرق میں عیسائیوں کی ایک حکومت کی بنیاد پڑ گئی جس کا دارالخلافہ یوروشلیم ہی ہو سکتا تھا۔ عیسائیوں کے شہروں انطاکیہ۔ ایڈیسہ و ازطرطوسا وغیرہ میں بڑی خوشیاں منائی گئیں شام اور عراق اور مختلف دیار و امصار سے عیسائی بیت المقدس کی طرف بعض زیارت اور حج کی نیت سے اور بعض وہیں آباد ہونے کی غرض سے جوق در جوق آپہنچے۔

اور یوروشلیم کی رونق اور طاقت جو مسلمانوں کے اخراج اور یورپ کے اکثر عیسائیوں سے واپس چلے جانے سے کم ہوگئی تھی پھر بڑھنے لگی +

چند مسلمان جو یوروشلیم سے عیسائیوں کے ہاتھ سے بچ کر بھاگ نکلے تھے انہوں نے مسلمانوں کے شہروں میں اس بیدردانہ قتل عام اور بے رحمانہ خونریزی اور مسلمانوں کی تباہی اور جگرخراش مصیبت کی خبریں جا سنائیں مگر مسلمانوں کی اس خراب حالت میں سوائے اس کے کچھ نتیجہ نہ ہوا کہ یوروشلیم کے بدقسمت مظلوموں پر چار آنسو بہادئے گئے۔ مسلمان مورخوں نے اس وحشت کا جو مسلمان شہروں میں پھیلی اور اس ماتم کا جو بغداد وغیرہ میں کیا گیا ہے ذکر کیا ہے۔ مگر ان نوحوں سے کیا حاصل تھا دمشق کے قاضی نے خلیفہ کے روبرو اپنی ڈاڑھی نوچ ڈالی اور سب درباری زار و قطار رو دئے۔ نمازوں اور روزوں کی تاکیدیں کی گئیں شعرا نے مرثیے لکھے مظفرابی وردی کا مرثیہ جو ابوالفدا نے نقل کیا ہے بہت دردناک ہے مگر رونے کا رونا رونے سے کیا حاصل خلیفہ بغداد کے پاس اپنی اس بے اختیاری اور برائے نام خلافت میں سوائے آنسوؤں اور دعاؤں کے کیا تھا۔ عیسائیوں کی اس فتح نے سلجوقیوں کی طاقت کی کمر اور بھی توڑ دی سلطان اپنے مرکز سے دور خانہ جنگیوں کے مٹانے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اور شام کے امیروں پر جو اس کی اطاعت کا جوا کندھے سے پھینک کر خود مختار حکمران بن گئے ہوئے تھے کوئی قابو نہیں رکھتا تھا۔ تمام امیر جابجا شہروں اور صوبوں کے واسطے باہم لڑ جھگڑ رہے تھے اور اپنی طاقتوں کو تقسیم کر کے ان کو مغربی عیسائیوں کی فتوحات کا لقمہ بنانے کے واسطے اور بھی تیار کر رہے تھے۔ جن لوگوں کو مسلمانوں کی ہمدردی کے جوش نے اُبھارا ان کو کوئی ہمّت بندھانے والا اور ان کے جوش اور سرگرمی سے کام لینے والا نہ تھا۔ مصری خلافت نے جس نے یوروشلیم کے مسلمانوں کی ہیبتناک تباہی کا دھبہ اپنے دامن پر لیا تھا کچھ ہاتھ پاؤں مارے اور عسقلان میں ایک فوج عیسائیوں پر حملہ کرنے کے واسطے فراہم کی۔ کچھ سرگرم لوگ بھی اطراف و نواح کے اسی کے ساتھ جاکر شریک ہوگئے اور اچھی خاصی بھیڑ بن گئی اگست میں عیسائیوں کو یوروشلیم میں اس فوج کی تیاری کا حال معلوم ہوا۔ اور وہ اپنی تمام فوج کو جمع کر کے اور رابرٹ صاحب نارمنڈی اور دوسرے سرداروں کو جو یورپ کو واپس جا رہے تھے منت اور سماجت سے واپس لاکر اس فوج کا مقابلہ کرنے کے واسطے بڑھے۔ لڑائی کی کیفیت آرچر اس طرح بیان کرتا ہے۔ کہ مُصریوں کو ایسے کمزور دشمن سے خطرہ کا خواب و خیال بھی نہ تھا اور وہ کاہلی سے اپنے خیموں میں آرام میں پڑے رہے کیونکہ ان کے نجومیوں نے ۱۳ اگست سے پہلے جنگ کرنے سے ان کو منع کیا تھا۔ عیسائی فوج ۱۲ اگست کو ان کے مقابلے میں پُہنچ کر لڑائی کے واسطے تیار ہو گئی مسلمان بھی مقابلہ میں نکلے۔ مگر

عیسائی مورخ تعجب سے کہتے ہیں کہ معلوم نہیں کیوں مسلمان بے حس و حرکت کھڑے رہے مسلمانوں کے لشکر میں وہی انواع و اقسام کے لوگ تھے اور ناتجربہ کار اور خام آدمیوں سے فوج اکٹھی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور افضل جو فوج کا سردار تھا بڑی مشکل سے جان بچا کر عسقلان میں پہنچا +

عیسائیوں کی اس فتح نے ان کے رعب کو تمام اطراف و اکناف میں پھیلا دیا اور عیسائیوں کی ملک کشائی کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ گاڈفری جو یورو شلیم کا بادشاہ مقرر ہوا تھا فوج کو ارسوف کے فتح کرنے کے واسطے لے گیا لیکن وہاں سے اس کو ناکام یوروشلیم کو جانا پڑا۔ اسی زمانہ میں جبریل صاحب ملطین کا محمد کمشتگین ابن دانشمند سے جھگڑا ہو گیا اور جبریل نے بوہمنڈ والی انطاکیہ سے مدد چاہی جس نے اپنے طمع کے واسطے بڑی خوشی سے مدد دینا قبول کیا اور فوج لے کر روانہ ہوا مگر راستہ میں مسلمانوں نے کمین سے نکل کر اس پر حملہ کیا اور اکثر فرنگیوں کو مار ڈالا۔ اور بوہمنڈ اور اس کا چچازاد بھائی ریچرڈ کو قید کر کے لے گئے۔ گاڈفری کو ارسوف پر دوسرا حملہ کرنے میں کامیابی ہوئی اور ساحل کے اکثر شہروں نے جن میں عسقلان قیصاریہ عکہ شامل تھے اس کو خراج دینا منظور کر لیا۔ اس کے بعد گاڈفری نے یافہ کی قلعبندی اور درستی کی کیونکہ یہ بہت کام آنیوالا بندرگاہ تھا۔ یافہ سے گاڈفری کو ٹنکرڈ کی امداد کے واسطے طبریاس کی طرف جانا پڑا مگر وہاں سے یافہ کو واپس آکر بیمار پڑ گیا اور یوروشلیم میں پہنچ کر ۱۸ جولائی سنہ ۱۱۰۰ء میں فوت ہو گیا۔ گاڈفری کے بعد یوروشلیم کے تخت کے واسطے کہ کون بادشاہ بنایا جاوے پھر جھگڑا اور مناقشہ ہوا لیکن آخر کار گاڈفری کے چھوٹے بھائی بالڈون پر جو ایڈیسہ (عرفا) کا ملک تھا سب کا اتفاق ہو گیا +

یورپ میں اس وقت کروسیڈ کا وعظ پھر ہونے لگا تھا پہلی دفعہ مشرق کے عیسائیوں کی حمایت اور تقویت کا خیال اگر محرک ہوا تھا تو اب لوگوں کو پہلے عیسائیوں کی مشرق میں کامیابی کی ناموری کروسیڈ پر آمادہ کرنے کے واسطے کافی تھی۔ ڈیوک ولیم اوف اکیوٹین نے کروسیڈ کے واسطے ہتھیار اٹھانا منظور کیا۔ اہل لمبارڈی کی ایک بڑی تعداد اسی غرض سے قسطنطنیہ پہنچی۔ اور شاہنشاہ ہنری کا کانسٹیبل کانرڈ اور بلائس اور برگنڈی کے دونو سٹیفن جو اس عزم سے آرہے تھے راستہ میں ان سے شریک ہو گئے۔ ان کی فوج کی تعداد دو لاکھ بیان کی جاتی ہے (مچاڈ صفحہ ۲۵۰) راستہ میں انکاریہ کو فتح کر کے انہوں نے گنگرا اس کا محاصرہ کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ترک جوان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے اسی مقام پر ان کے قریب پہنچ گئے قلیج ارسلان نے قونیہ میں پھر اپنی فوج کو جمع کیا تھا۔ اور کربوغا صاحب موصل بھی عیسائیوں سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کیواسطے اسی کے ساتھ شریک ہو گیا تھا قلیج ارسلان ابتدا میں عیسائی فوج کو صرف ستاتا ہی رہا۔ مگر آخر وہ آج ایک کھلی لڑائی لڑنے کو تیار ہو گیا ہیلیس کے کنارے پر دونو فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ عیسائیوں میں ریمنڈ بھی موجود تھا۔ جو پہلے عیسائی سرداروں میں سے تھا۔ حضرت مسیح کو مارنے والی

برچھی کالو ہا بھی عیسائیوں کے لشکر کے آگے آگے موجود تھا مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ عیسائیوں کو ایسی شکست فاش ملی کہ ریمنڈ اور دوسرے سرداروں نے بھاگ کر جان بچائی۔ ترکوں نے رات میں بھی تعاقب جاری رکھا اور بہت تھوڑے عیسائی ان کے ہاتھ سے جانبر ہوئے +

کروسیڈروں کی ایک دوسری فوج کونٹ ڈی نرو کے ماتحت اور ایک تیسری فوج کونٹ اوف پوئیٹرس اور ڈیوک آف بویریا وغیرہ کے ماتحت جس میں ڈیڑھ لاکھ کروسیڈر شامل تھے قسطنطنیہ سے روانہ ہوئی۔ لیکن دونو فوجیں یکے بعد دیگرے ترکوں نے قلیج ارسلان اور کربوغا کے ماتحت تباہ کریں اور بقول میچاڈ کے مشکل سے ایک ہزار عیسائی موت یا غلامی سے بچے (میچاڈ صفحہ ۲۵۳ و ۲۵۴) عیسائی سردار جو ان شکستوں سے جان بچا کر بھاگے تھے بڑی دشواری اور تکلیف سے ننگے اور بے سامان انطاکیہ میں پہنچے جب سب وہاں جمع ہو چکے تو دس ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ اور انطاکیہ سے امداد لے کر یوروشلیم کو روانہ ہوئے۔ اس مقام پر میچاڈ پہلے کروسیڈ کی ابتدا اور انجام دونو کی مصیبتوں پر افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کروسیڈ میں یورپ نے اپنے دس لاکھ آدمی ضائع ہوتے دیکھے (میچاڈ صفحہ ۲۵۵) +

بالڈون نے اپنے بھائی کی جگہ تخت پر بیٹھ کر وہی ہوس اور طبیعت کی بے چینی ظاہر کی جس کے واسطے وہ مشہور تھا عسقلان پر حملہ کیا مگر ناکام رہا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب اہل جنوا کا ایک بیڑا مشرقی ساحل پر پہنچ گیا تو ان کی امداد سے اس نے ارسوف کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ اور اس کے بعد قیصاریہ کا محاصرہ شروع کیا اور پندرہ روز کے بعد اہل جنوا کی مدد سے اس کو فتح کر کے باشندوں پر بیرحمی کی۔ یہ تمام شہر خلافت مصر کے ماتحت تھے اور خلیفہ نے اس شکست کا بدلہ لینے کے واسطے فوج تیار کر کے روانہ کی۔ دونو فوجوں کا رملہ میں مقابلہ ہوا عیسائیوں کا بھی لڑائی میں بہت نقصان ہوا لیکن مسلمانوں کے سردار کے مارے جانے سے مسلمان بددل ہو کر بھاگ نکلے۔ بالڈون یافہ میں اس لڑائی کی خوشیاں منا رہا تھا کہ اس کو مسلمانوں کی فوج کے پھر اکٹھا ہونے کی خبر ملی۔ پہلی فتوحات کے غرور میں وہ فوراً ان سے دوچار ہو گیا۔ مگر اس کے تمام ہمراہی مارے گئے۔ اور خود بڑی مشکل سے بھاگ کر خشک گھاس اور جھاڑیوں میں جا چھپا۔ مسلمانوں نے جب اس کو آگ لگا دی تو اس نے بھاگ کر رملہ میں پناہ لی۔ رات کی تاریکی نے اس کو تعاقب سے بچا لیا۔ لیکن مسلمانوں نے آ کر رملہ کو گھیر لیا۔ بالڈون سخت تشویش میں تھا کہ اس کا کیا حال ہوگا۔ لیکن پچھلی رات کو ایک مسلمان کسی طرح شہر میں گھس آیا اور کہا کہ میں یوروشلیم کے بادشاہ سے بات کرنا چاہتا ہوں جب بالڈون کے پاس آیا تو کہا کہ تجھے یاد ہوگا کہ تو نے ایک دفعہ لڑائی میں میری بیوی کو پناہ دی تھی اور اس کی جان بچائی تھی۔ میں آج تیرے احسان کا بدلہ اُتارنا چاہتا ہوں۔ شہر سے میں تجھے ایسے راستہ سے

نکال کر سلامت لے جا سکتا ہوں جس کا کوئی محافظ نہیں ہے۔ بالڈون کو پہلے تامل ہوا مگر آخرکار اپنے ہمراہیوں کو چھوڑ کر اس مسلمان امیر پر اعتماد کر کے اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ اس کو پوشیدہ رستہ سے نکالکر لے گیا۔ اور کئی کوس پر جا کر اس کو سلامت چھوڑ کر واپس اپنی فوج میں چلا آیا۔ بالڈون ارسوف پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے اگلے دن رملہ کو فتح کر لیا اور بالڈون کا چونکہ کہیں پتہ نہ ملا انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ لڑائی میں مارا گیا ہے مگر اس نے بہت جلدی اپنی بچی فوج کو یافہ میں اکٹھا کر کے مسلمانوں سے لڑائی کی اور مسلمانوں کو ایک شکست دیکر یوروشلیم واپس چلا گیا۔ جہاں اس کو زندہ دیکھنے سے بہت خوشی منائی گئی +

بوہمنڈ والی انطاکیہ کو ابن دانشمند کے ہاتھوں میں قید ہوئے چار برس گذر گئے تھے۔ ایلکسی اس رومی شاہنشاہ کی نظر انطاکیہ پر تھی اس نے ابن دانشمند کے ساتھ بوہمنڈ کو فدیہ دے کر چھڑا لینے کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ مگر بوہمنڈ شاہنشاہ کے مدعا کو تاڑ گیا اور ابن دانشمند کو جس کو اس سے اس زمانہ میں کچھ انس ہو گیا تھا منت سماجت سے اس امر پر راضی کیا کہ شاہنشاہ سے جو فدیہ مقرر کیا ہے اس سے نصف لیکر اسے چھوڑ دے۔ ابن دانشمند نے اس کو قبول کر لیا اور چار برس کے بعد اپنے قیدی کو چھوڑ دیا۔ لیکن بوہمنڈ اب انطاکیہ کی حکومت کو سنبھال نہ سکا۔ یونانی اور مسلمان دونو اس کے مخالف تھے اور اس کے پاس فوج اور روپیہ دونو نہ تھے۔ اس نے ارادہ کیا کہ یورپ واپس چلا جاوے اور وہاں سے نئی فوج لے کر آوے اپنی موت کی خبر مشہور کر کے ایک صندوق میں پڑ کر یونانیوں ہی کے جہازوں کے ذریعہ سے اٹلی پہنچ گیا۔ وہاں اس نے اپنے مدعا کے واسطے کوششیں کیں۔ فوج لے کر سب سے پہلے یونانیوں یعنی رومی شاہنشاہ سے بدلہ لینا چاہا مگر اسی کوشش کی ناکامی کے بعد اس کی قسمت میں گمنامی میں مر جانا لکھا تھا انطاکیہ پر اس تمام زمانہ میں ٹنکرڈ کا قبضہ رہا اور اس کو یونانیوں اور مسلمانوں کے ہاتھ سے چین نہ نصیب ہوا +

بالڈون نے اہل جنوا اور اہل ہسپانیہ کی مدد سے جن کے بیڑے اور جہاز پہلے ہی کروسیڈ کے زمانہ سے مشرقی سمندروں میں کثرت سے آتے رہے تھے۔ عکہ کا محاصرہ شروع کیا۔ یہ لوگ کسی مذہبی خیال سے نہیں آتے تھے اپنی کمائی اور تجارت کی خاطر آتے تھے۔ بالڈوں کے ساتھ انہوں نے اپنی اس خدمت اور شہروں کے فتح کرنے میں مدد کرنے کے صلہ میں مال غنیمت کا تیسرا حصہ اپنا علیحدہ گرجا اپنا کارخانہ اور اپنی عدالت مقرر کرنے کی شرائط مقرر کیں۔ اہل عکہ سے آخرکار شہر کو خالی کر دینے کی شرط ہوئی کہ وہ اپنا مال اور جانیں سلامت لے جائیں۔ شہر کے دروازے کھول دئے اور بعض

قیمتی چیزوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ لیکن اہل جنوا نے ایسی قیمتی غنیمت کو جاتے دیکھ کر شرائط صلح اور سپرد گی کا کوئی لحاظ نہ کیا۔ اور بیرحمی سے بے ہتھیار اور بے پناہ لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ اس وحشیانہ عمل نے جسکو نہ بالڈون روک سکتا تھا اور نہ سزا دے سکتا تھا مسلمانوں کو عیسائیوں کے برخلاف اور برانگیختہ کر دیا (مچاڈ صفحہ ۲۸۶)+

اس کے بعد عیسائی طرابلس کے درپے ہوئے ریمنڈ کا بیٹا برٹرینڈ یورپ سے فوج لے کر اس کے فتح کرنے کو آیا تھا طرابلس عیسائیوں کے اس ملک میں آنے سے پہلے خلافت مصر کے ماتحت تھا اسکے بعد ترکوں کے ہاتھ میں آگیا تھا۔ اور عیسائیوں سے بچنے کے واسطے اس نے خلافت مصر کی ماتحتی قبول کر لی تھی لیکن خلیفہ نے ان کی حفاظت کرنے کی بجائے لوگوں کو سزائیں دینا ضروری خیال کیا اور تمام مقتدر اور معزز لوگوں کو قید کر کے شہر پر ایک عظیم خراج مقرر کر دیا اور جب لوگوں نے عیسائیوں کے خلاف مدد مانگی تو خلیفہ نے ایک حسین کنیزک جو شہر میں تھی اپنے حرم کے واسطے مانگ بھیجی۔ اس پر لوگ برافروختہ ہوئے اور خلیفہ کے پاس ایک لکڑی بھیج دی کہ دل بہلانے کے واسطے اس سے کچھ بنا لے غرض اہل طرابلس نے اپنے آپ کو جب بے پناہ پایا تو شہر عیسائیوں کے حوالے کر دیا۔ طرابلس ایک نہایت پُر فضا اور سرسبز اور شاداب موقع پر بڑا آباد شہر تھا۔ اون۔ ریشم اور کتان کے کارخانوں میں چار ہزار سے زیادہ کاریگر تھے۔ عیسائیوں نے اس کی نواح کو جلا کر سیاہ کر دیا۔ اور جب شہر لے لیا۔ تو باشندوں کو قتل کر ڈالا اور عمارات کو جلا دیا۔ لیکن ایک بڑا عظیم نقصان جو عیسائیوں نے کیا وہ ایک کتب خانہ کا جلا دینا تھا جس کا ذکر ہم مچاڈ کے لفظوں میں کرتے ہیں+

"طرابلس میں اور دولتیں بھی تھیں جن کی نسبت فرنگیوں نے ایسی ہی نفرت ظاہر کی جیسی کہ انہوں نے صنعت و حرفت کی پیدائش کی نسبت کی تھی۔ اس شہر میں ایک کتب خانہ تھا جو تمام مشرق میں مشہور تھا اور جس میں یونانیوں مصریوں۔ عربوں اور ایرانیوں کے قدیم علم کی یادگاریں تھیں۔ ایک سو آدمی ان کتابوں کی نقل پر ملازم تھے۔ قاضی تمام ممالک میں نایاب اور قیمتی کتابوں کے نسخہ خریدنے کیواسطے آدمی بھیجتا تھا۔ شہر کو لینے کے بعد ایک پادری جو کونٹ برنارڈ ڈی سنٹ گلس سے متعلق تھا اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں قرآن کی بیشمار جلدیں رکھی ہوئی تھیں۔ چونکہ اس نے یہ بیان کیا کہ طرابلس کے کتب خانہ میں سب طرف محمدؐ کی ناپاک کتابیں ہیں اس کو آگ کے حوالہ کر دیا گیا۔ بعض مشرقی مورخوں نے نہایت درد سے اس ناقابل تلافی نقصان کا نوحہ کیا ہے لیکن ہمارے اس زمانہ کے ہمعصر تاریخ نویسوں (یعنی عیسائیوں) میں سے ایک نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس خاموشی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فرنگی

سپاہیوں نے انتہا درجہ کی لاپروائی کے ساتھ اس آگ کو دیکھا جس نے کتابوں کی ایک لاکھ[لہ] جلدیں جلا کر خاکستر کر دیں" (تاریخ مچاڈ صفحہ ۲۸۸) +

یوروشلیم کی نئی سلطنت کو اس وقت تک مصریوں سے ہی مقابلہ رہا اور شام کے ترکوں سے کبھی کام نہیں پڑا اور نہ انہیں کو یہ توفیق ہوئی کہ مسلمانوں کی حمایت میں عیسائیوں کے برخلاف ہتھیار اٹھائیں یہ لوگ مصریوں سے بدرجہا زیادہ بہادر اور جنگجو تھے۔ اس وقت دمشق اور موصل کے امیروں نے اتفاق کر کے عیسائیوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یوروشلیم کا بادشاہ انطاکیہ۔ طرابلس۔ ایڈیسہ کی فوجوں سے مدد لے کر مقابلہ کو آیا۔ مگر فاش شکست کھائی۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو جانے سے صرف ایک مسلمان کی طمع سے بچ گیا جس نے لالچ اور ناواقفی سے کچھ لے کر اُسے چھوڑ دیا۔ اس نے بھاگ کر پہاڑ پر جان بچائی اور ملک کو اپنی آنکھ کے سامنے ویران اور تباہ ہوتے دیکھتا رہا۔ بقول مچاڈ کے یوروشلیم کو مسلمانوں کے ہاتھ میں پڑ جانے کا خوف تھا مگر ترکوں نے اپنی کامیابی سے فائدہ نہ اُٹھایا اور اور واپس چلے گئے +

عیسائیوں نے ٹڈی دل قحط اور زلزلوں سے اپنے گناہوں کے اقرار اور معافی کے باوجود ابھی نجات نہیں پائی تھی کہ بغداد سے ایک بڑی فوج ان پر چڑھ آئی۔ یہ فوج مودود امیر موصل کی موت کا بدلہ لینے آئی تھی جس کو اسماعیلیوں نے مار ڈالا تھا اور عیسائیوں اور امیر دمشق پر سازش کا شُبہ تھا۔ اس فوج کے مقابلہ کے ساتھ دمشق وغیرہ کے مسلمان بھی شریک ہو گئے۔ اس فوج نے ملک کو نقصان بہت پہنچایا۔ مگر بغیر جنگ کئے واپس چلی گئی +

بالڈون کو ترکوں کی طرف سے اندیشہ جاتا رہا تو ملک گیری کی ہوس نے اس کو پھر اکسایا سنہ ۱۱۱۸ء میں مصر کی حدود میں داخل ہو کر الفراما کو لوٹ لیا۔ لیکن واپس آتا ہوا راستہ میں بیمار پڑ کر مر گیا۔ اور یوروشلیم میں اس کی جگہ بالڈون ڈی بورگ بالڈون ثانی کے نام سے تخت نشین ہوا +

ہم نے صرف یوروشلیم کے بادشاہ کی لڑائیوں کو کروسیڈ کے متعلق سمجھ کر انہیں کا ذکر کیا ہے ورنہ ایڈیسہ اور انطاکیہ کے عیسائی بجائے خود شاہ یوروشلیم کی طرح اپنے علاقوں کی وسعت کو بڑھانے کے واسطے کوشش کر رہے تھے۔ اور بقول آرچر کے "ترکی امیروں کی باہم لڑائیوں نے فرنگیوں کو فرات کے نزدیک اپنی فتوحات کو نسبتاً آزادی سے وسیع کرنے کا موقع دیا۔ ماہ جنوری سنہ ۱۱۲۴ء تک سلطنت کے واسطے

لہ ابن ابی طے جو اس ذکر میں سکندریہ کے کتب خانہ کے غلط مشہور واقعہ کو بیان کئے بغیر نہیں رہ سکا۔ کتابوں کی تعداد تین لاکھ بیان کرتا ہے اور نویری ایک لاکھ اور کتب خانہ کا بانی قاضی ابو طالب حسین کو بیان کرتا ہے +

تنازعہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ ملک شاہ کے دونوں بیٹوں سلطان برکیارق اور سلطان محمد کی آپس میں صلح ہو گئی اور اپنی تباہ شدہ وراثت کو دونوں نے تقسیم کر لیا۔ موصل میں کربوغا کی جگہ جکرمش امیر ہو گیا تھا اور شمال میں حصن کیفا پر سوکمان کا قبضہ تھا۔ ملک شاہ کا بھتیجا رضوان حلب کا امیر تھا اور رضوان کے ایک بھتیجے کے نام سے طغتگین دمشق میں حکومت کرتا تھا۔ اور حمص کا حاکم جناح الدولہ تھا۔ ساحل پر مصری اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو سنبھال رہے تھے۔ کسی ایسی طاقت کی عدم موجودگی میں جو حکومت کا مرکز ہوتی فرنگیوں کو وسعت پانے اور ترقی کرنے کا بہت عمدہ موقع تھا۔ اور رقیب جماعتوں کو اپنی طاقتوں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں تولنے کی حالت میں پا کر انہوں اے باطنیوں نے اپنی طاقت اور حیثیت کے بڑھانے میں سستی نہیں کی۔ تاہم اس موقع پر سوکمان اور جکرمش نے حاران کو چھڑانے کے واسطے اپنے جھگڑے ترک کر دیئے۔ اور شہر کے باہر ایک سخت لڑائی میں بالڈون (والی ایڈیسہ جو بالڈون ثانی ہوا) اور جوسلن کو قید کر لیا۔ اور بوہمنڈ اور اس کا بھتیجا ایڈیسہ کو بھاگ گئے جہاں عیسائیوں نے ٹنکرڈ کو اپنا امیر بنا لیا تھا۔ حاران کی لڑائی نے انطاکیہ کے علاقہ پر بہت بڑا اثر کیا۔ یونانیوں نے پھر اوانا مترا اور طرسوس پر قبضہ کر لیا۔ اور رضوان نے جنوب میں ارتاب کو خراب کیا اور کفرتاب پر قبضہ کر لیا۔ ٹنکرڈ اب ایڈیسہ اور انطاکیہ دونوں کا مالک تھا۔ اور مجموعہ طاقت سے اپنے علاقہ کو بڑھا سکتا تھا۔ مسلمانوں میں موت اور باہمی تنازعات کی موجودگی نے اس کو اپنی غرض کے حاصل کرنے کا بہت عمدہ موقع دیا۔ ابن دانشمند اور سوکمان سنہ ۴۹۸ھ میں فوت ہو گئے اور سلطان برکیارق کی وفات کی وجہ سے اس کا علاقہ بھی اس کے بھائی سلطان محمد کے قبضہ میں چلا آیا گو سلطنت کے دعویداروں سے لڑائی بغیر فیصلہ نہیں ہوا۔ جکرمش امیر موصل کو بڑھاپے نے لڑائیوں کے لائق نہیں رکھا تھا اور رضوان نے اس کے ضعف سے فائدہ اٹھانے کے واسطے سازش شروع کر دی لیکن اسی اثنا میں سلطان محمد نے جاولی سقاوہ کو موصل کا امیر مقرر کر کے بھیجا۔ اور اس نے جکرمش کو وہیں پہنچ کر شکست دی۔ اہل شہر نے قلیج ارسلان سے مدد مانگی جو موصل کی حمایت کے واسطے آیا۔ مگر جاولی سے شکست کھا کر واپس چلا گیا۔ جاولی بھی موصل میں امن سے حکومت نہ کر سکا۔ اگلے ہی سال سلطان محمد کے بھائی مودود نے جس کے ساتھ اس کا بھتیجا مسعود بھی ہو گیا تھا اس کو شکست دی اور جاولی نے بھاگ کر ایلغازی صاحب ماردین کے پاس جو سوکمان کا بھائی تھا پناہ لی۔ اور جب وہاں بھی بچاؤ نہ دیکھا تو فرنگیوں سے حمایت کی درخواست کی۔ بالڈون اور جوسلن جو اس کی قید میں تھے عیسائیوں سے امداد کا وعدہ لے کر چھوڑ دیئے۔ بالڈون کے اپنے علاقہ ایڈیسہ پر ٹنکرڈ قابض تھا۔ اور اس نے قبضہ چھوڑنے سے انکار کیا۔ بالڈون جاولی کی مدد سے ٹنکرڈ سے لڑنے کو

آمادہ ہو گیا۔ تو ٹنکرڈ نے رضوان امیر حلب سے مدد چاہی۔ رضوان حلب سے اس کی مدد کے لئے آیا اور طل بشر کے پاس دونوں فوجوں میں لڑائی ہو گئی۔ اس لڑائی میں عیسائی عیسائیوں اور مسلمان مسلمانوں سے جنگ کر رہے تھے۔ لڑائی میں ٹنکرڈ اور رضوان فتحمند ہوئے اور جوالی بھاگ کر اصفہان میں سلطان محمد کے پاس گیا۔ طل بشر کی لڑائی کے بعد بالڈون (ثانی والی ایڈیسہ) ایڈیسہ (عزاز) کو چلا گیا اور وہاں اس کو ایک نیا عظیم خطرہ پیش آ گیا۔ سنہ ۱۱۱۰ء کے آغاز میں مودود ایک بہت بڑی فوج لے کر ایڈیسہ پر چڑھ گیا اور تین مہینہ تک شہر کا محاصرہ رکھا محصور بالڈون بادشاہ بالڈون سے مدد مانگنے پر مجبور ہوا۔ اور اس کے آنے پر مودود اپنی مصلحت سمجھ کر حاران کو چلا گیا۔ اسی طرح پر مودود اور بالڈون (ثانی) میں باہم لڑائیاں جاری رہیں اور ٹنکرڈ اور رضوان بھی آپس میں لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۱۱۳ء میں مودود اور رضوان دونوں چند ماہ کے فاصلہ سے یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے۔ حلب میں رضوان کی جگہ لولو خواجہ سرائے رضوان کے صغیر سن بچے الپ ارسلان کی طرف سے حکومت کرتا رہا۔ موقع پا کر اس نے اپنے نوجوان مالک کو قتل کر ڈالا۔ اور اپنے چھ برس کی عمر کے بھائی سلطان شاہ کو اس کی جگہ امیر موسوم کر دیا۔ حلب میں اس تمام زمانہ میں بہت ابتری رہی یہاں تک کہ سلطان محمد نے البورسکی کو موصل کا گورنر مقرر کر کے ایک بڑی فوج کے ساتھ بھیجا۔ اسی فوج کے ساتھ نامور عماد الدین زنگی بھی تھا۔ جو اپنی آئندہ فتوحات اور ناموری سے شہرت حاصل کرنے والا تھا۔ اس فوج کے سپہ سالار بوسکی نے موقع ہاتھ سے کھویا اور عیسائیوں سے بغیر جنگ کئے واپس چلا آیا۔ غرض ان لڑائیوں کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا جن میں مسلمانوں کی طوائف الملوکی تو ہر زمانہ میں اسی طرح رہی اور عیسائیوں میں بھی کروسیڈ کے جنون کی بجائے زیادہ تر ملک گیری کی ہوس نے جگہ پالی تھی۔ بعض طاقتور مسلمانوں سے بچنے کے واسطے ہم اکثر عیسائیوں کو مسلمان امیروں سے اتحاد کرتے اور مدد لیتے دیکھتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا دستور العمل اب زیادہ تر ملکی ضروریات پر مبنی تھا۔ الغازی صاحب ماردین نے سنہ ۱۱۱۹ء میں انطاکیہ کی فوج کو شکست فاش دی اور بقول آرچر کے اس نے غلطی سے انطاکیہ پر قبضہ کر لینے کا خیال نہ کیا ورنہ انطاکیہ عیسائیوں سے کھویا جا چکا تھا یوروشلیم کے بادشاہ بالڈون کی وفات تک خود بادشاہ کی طرح دوسرے عیسائی امیر اور مسلمان باہم لڑتے اور لڑائیوں میں ہارتے جیتتے رہے۔ یہاں تک کہ بالڈون ثانی نے بادشاہ منتخب ہو کر یوروشلیم کی سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ انطاکیہ یوروشلیم کے ساتھ شامل ہو لیا۔ اور ایڈیسہ (عزاز) جوسلن صاحب طبریاس کے سپرد ہوا +

بالڈون ثانی کو یوروشلیم کی حکومت سنبھالتے ہی انطاکیہ اور اڈیسہ کو مسلمانوں سے بچانا پڑا مگر ۲۲ ؁ھ ۱۱۰۶ء میں الغازی کی وفات سے یہ پہلا خرخشہ تو رفع ہو گیا۔ لیکن اسی عرصہ میں بعلک امیر حلب نے اڈیسہ کا محاصرہ کر لیا تھا اور جوسلن اڈیسہ کو اس کے ہاتھوں سے بچانے کے واسطے ادھر بڑھا۔ بعلک کے ساتھ چار سو سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ مگر بارش نے عیسائیوں کو عاجز کر دیا اور جوسلن مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو گیا بادشاہ بالڈون اس کے چھڑانے کے واسطے فوج لے کر مسلمانوں سے دوچار ہوا مگر شکست کھا کر خود بھی قید ہو گیا۔ اور جوسلن کے ساتھ ہی خرطاب میں مقید رکھا گیا۔ بعلک اب حلب کو بڑھا جا رہا تھا کہ کفرتاب میں اس کو جوسلن کے قید خانہ سے بھاگ جانے کی خبر ملی۔ جوسلن کے بھاگنے کا باعث اس کی رعیت یا رعایا کے لوگ تھے۔ ایک دن پچاس آدمی سوداگروں کے بھیس میں جا پہنچے اور غافل محافظوں پر حملہ کر کے ان کو مار ڈالا۔ اور بادشاہ اور جوسلن اور ان کے ہمراہیوں کو آزادی دلا دی۔ وہاں سے یوروشلیم تک پہنچنا آسان نہ تھا۔ اس سبب سے جوسلن نے یوروشلیم جا کر وہاں سے فوج لے آنے کا ذمہ لیا۔ اور بادشاہ اس کے ہمراہی وہیں خرطاب میں قلعہ بند رہ کر اپنے آپ کو مسلمانوں سے بچا لینے کے اعتماد پر رہ گئے۔ جوسلن زنانہ بھیس کر کے بڑی مشکل سے یوروشلیم پہنچا۔ مگر وہ کوئی امداد بادشاہ کیلئے وقت پر نہ لا سکا۔ بعلک نے خرطاب میں پہنچ کر قلعہ کے نیچے سرنگ کھود کر اندر جانے کا راستہ نکال لیا اور ارمنیوں کو قتل کر کے بادشاہ کو حاران میں لے جا کر قید میں رکھا۔ ۲۴ ؁ھ ۱۱ میں بعلک حلب میں پہنچا اور چند روز وہاں ٹھیر کر ممبج کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس کا محاصرہ شروع کیا۔ جوسلن اس سے لڑنے کو آیا مگر شکست کھا کر واپس چلا گیا۔ بعلک ممبج کے محاصرہ میں زخمی ہوا اور فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ حلب کا امیر حسن الدین ابن الغازی ہوا جس کو بادشاہ بالڈون نے ایک علاقہ اور چوبیس ہزار دینار دیکر اپنی آزادی اس سے خرید لی لیکن بادشاہ نے اپنا عہد و پیمان مسلمانوں سے توڑ ڈالا اور حلب پر حملہ کر دیا (آخر صفحہ ۱۶۴) حلب کے باشندوں نے البورسکی امیر موصل سے مدد مانگی اور عیسائیوں کو بھگا کر وہ خود حلب کا مالک بن گیا

بالڈون کو اس کے بعد بھی مصریوں اور تغتکین امیر دمشق سے لڑنا پڑا اور مسلمانوں کے ضعف سے وہ فائدہ اٹھاتا رہا لیکن بالڈون کے عہد حکومت میں عیسائیوں کو سب سے بڑی کامیابی اس کی قید کے زمانہ میں صور کے فتح کر لینے سے ہوئی جو ایک نہایت مضبوط کارآمد اور قیمتی بندرگاہ تھا۔ صور کا حاکم الافضل مصری وزیر تھا۔ اس کو جب فرنگیوں نے تنگ کیا اور خلیفہ مصر نے کچھ امداد نہ کی تو باشندوں نے تغتکین کے پاس التجا کی کہ شہر کو اپنی پناہ میں لیلے تغتکین نے خلیفہ مصر کے حق کو غصب کرنا نہ چاہا۔ مگر امیر مسعود کے ماتحت کمک کے واسطے فوج روانہ کی۔ لیکن الافضل کچھ روز بعد مار ڈالا گیا

اور مصریوں نے مسعود کو فریب سے قید کر کے مصر پہنچا دیا۔ تغتکین نے ناراض ہو کر اپنی کمک واپس بلا لی اور صور بے پناہ رہ گیا۔ عیسائیوں کے نئے جہاز اور بیڑے یورپ سے آئے تھے انہوں نے صور کو بے پناہ پاکر اس کا محاصرہ شروع کر دیا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں نے کچھ کوشش صور کے بچانے کی کی مگر ترکوں اور مصریوں کی باہمی نزاع اور عداوت کے سبب سے کچھ فائدہ نہ ہوا (مجاہد صفحہ ۳۰۰) اور جولائی ۱۱۲۴ء میں باشندوں نے بے سامانی اور قحط سے تنگ آکر شہر عیسائیوں کے حوالے کر دیا۔

اگست ۱۱۳۱ء میں بادشاہ بالڈون بیمار پڑ کر مر گیا۔ اس کی بجائے اس کا داماد فلک کونٹ آف انجو جس کو اس نے یورپ سے بلا کر اپنی بیٹی بیاہ دی تھی گدی نشین ہوا۔ بالڈون کے زمانہ میں یوروشلیم کی حکومت وسیع اور مضبوط ہو گئی تھی۔ مصریوں سے عکہ، صور اور طرابلس چھن چکے تھے عیسائی صوبے بڑی سرسبزی اور طاقتور حالت میں تھے۔ اور مسلمان امیر آپس میں اور عیسائیوں سے لڑ لڑ کر ضعیف ہو گئے تھے۔ عیسائی سلطنت کو بڑی تقویت دو مذہبی فرقوں کے پیدا ہو جانے سے ہوئی تھی۔ ایک کا نام ٹمپلر یعنی خدام ٹمپل (مندر یا معبد) اور دوسرے کا نام ہاسپٹلر یعنی خدام ہاسپٹل (شفاخانہ) تھا۔ یہ فرقے رفتہ رفتہ اپنی تعداد اور طاقت میں اس قدر ترقی کر گئے کہ عیسائی سلطنت کی پشت پناہ اصلی اور عظیم طاقت کا مرکز بن گئے اور بڑے بڑے کارہائے نمایاں انہوں نے کئے اور بڑا زور اور اقتدار حاصل کیا۔

لیکن اسی عرصہ میں اس سرزمین میں مسلمانوں کی ایک نئی طاقت کی بنیاد پڑ چکی تھی اسماعیلیوں یا حشاشین کے خونخوار فرقہ نے اپنے مقتولوں کی فہرست میں امیر دمشق اور موصل کو داخل کرنا چاہا تھا دمشق کی سازش جس کو وہ اسے عیسائیوں کے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے کر رہے تھے معلوم ہو گئی اور چھ ہزار اسمعیلی مارے گئے۔ لیکن موصل کا امیر جس کے وہ اس سبب سے دشمن ہو گئے تھے کہ دشمن کو اس نے عیسائیوں کے ہاتھ سے بچایا تھا۔ ان جلادوں کے ہاتھ مارا گیا اور عمادالدین زنگی بن عقنقر (یا اقسنقر) نیا امیر موصل مقرر ہوا۔ زنگی نے بہت جلد حلب اور حمص کو اپنی حکومت میں موصل کے ساتھ شامل کر لیا اور اتابکوں کے اس خاندان کی حکومت کو کھڑا کر لیا۔ جو ایک دن عیسائیوں کی قوت کو بہت کچھ توڑ ڈالنے والی تھی۔

اس زمانہ میں انطاکیہ کی نسبت رد و بدل اور جھگڑا اور تنازعہ ہو رہا تھا۔ بادشاہ بالڈون نے اپنی زندگی میں اس امر کو دیکھ کر کہ وہ ایک ہی وقت میں یوروشلیم اور انطاکیہ دونوں پر قابو نہیں رکھ سکتا بوہمنڈ سابق والی انطاکیہ کے لڑکے بوہمنڈ کو بلا کر اپنی ایک لڑکی کی شادی اس سے کر دی تھی اور

انطاکیہ اس کے سپرد کر دیا تھا۔ مگر بوہمنڈ تھوڑے ہی زمانہ کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ سے ایک لڑائی میں مارا گیا۔ اور انطاکیہ کی بابت تنازعات برپا ہو گئے۔ بادشاہ فلک نے مناسب سمجھا کہ انطاکیہ کا کچھ مستقل انتظام کیا جاوے اور ریمنڈ کے بیٹے ریمنڈ کو یورپ سے بلا کر بوہمنڈ کی کم سن لڑکی سے اس کی شادی کر دی اور انطاکیہ کا مالک بنا دیا۔ ریمنڈ کو زنگی کے مقابلہ میں فلک سے مدد مانگنی پڑی مگر فلک نے جولائی سنہ ۱۱۳۷ع میں زنگی سے فاش شکست کھائی اور ایک علاقہ زنگی کو دیکر صلح مول لی +

زنگی کے ملک گیری کے حوصلے اس کی شجاعت کی طرح بڑھے ہوئے تھے۔ اور مدت سے اس کی آنکھ دمشق پر تھی۔ تغتکین امیر دمشق کو اپنی زندگی میں مشہور اسمٰعیلی سردار بہرام پر بہت اعتماد تھا اور بانیاس کے قلعہ کا اس کو امیر مقرر کیا تھا۔ بہرام کے مرنے پر اس کا جانشین اس کا رفیق اسمٰعیل ہوا تھا اور ادھر تغتکین کی وفات پر ایک اسمٰعیلی وزیر ہی تغتکین کے بیٹے بوری کے عہد میں نہایت زور پکڑ گیا تھا۔ اور اسی نمکحرام وزیر نے دمشق سنہ ۱۱۲۹ع میں عیسائیوں کو دے ڈالنے کی غرض سے سازش کی تھی جس کے کھل جانے پر چھ ہزار اسمٰعیلی مارے گئے تھے۔ اسمٰعیلیوں پر عتاب آجانے کی حالت میں اسمٰعیل حاکم بانیاس نے اپنا شہر فرنگیوں کو دیدیا تھا اور خود یروشلیم میں جا کر پناہ لی تھی۔ لیکن تین برس بعد شمس الملک بن بوری نے اپنی امارتِ دمشق کے زمانہ میں بانیاس عیسائیوں سے پھر چھین لیا تھا۔ شمس الملک زنگی کے رعب میں اس قدر آگیا کہ اس نے دمشق پر زنگی کی حکومت کو تسلیم کر لینے کو رضامندی ظاہر کی۔ اس سے دمشق کی رعایا اور شمس الملک کی والدہ اس سے سخت ناراض ہو گئی۔ اور سنگدل ماں نے اپنے بیٹے کو مروا ڈالا۔ زنگی جب دمشق کے نزدیک پہنچا تو اس نے شہر کو محصور اور مقابلہ کے واسطے تیار پایا۔ تغتکین کے ایک مملوک انار نے اختیار پا لیا تھا اور زنگی کو ناکام لوٹ جانا پڑا۔ شمس الملک کی جگہ بوری کا دوسرا بیٹا امیر اور انار دمشق کا وزیر مقرر ہوا۔ سنہ ۱۱۳۹ع میں زنگی نے پھر دمشق پر حملہ کرنے کی تیاری کی تو انار نے عیسائیوں سے امداد طلب کی اور یہ شرط کی کہ اگر زنگی کے ہاتھ سے بچ گیا تو اس خدمت کے عوض میں بانیاس کو عیسائیوں کے واسطے فتح کرنے میں مدد دیگا۔ عیسائیوں نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور عیسائی فوج دمشق کی فوج کے ساتھ شریک ہو گئی۔ زنگی نے دونو لشکروں سے لڑنا مصلحت نہ سمجھا اور پھر واپس چلا گیا۔ انار نے اپنے وعدہ کے موافق بانیاس کے فتح کرنے میں سنہ ۱۱۴۰ع میں عیسائیوں کو مدد دی اور بانیاس فتح ہو گیا۔ نومبر سنہ ۱۱۴۳ع میں یروشلیم کا بادشاہ فلک مر گیا۔ اور اس کا بڑا بیٹا بالڈون صرف تیرہ برس کی عمر کا حکومت کرنے کے واسطے رہ گیا +

عیسائیوں کی طاقت کی وسعت اور ترقی درحقیقت اس زمانہ میں رک چکی تھی اور یہ صرف ایک شخص

بہادر زنگی کا کام تھا۔ عماد الدین زنگی سلطان ملک شاہ کے ایک معتمد اور عزیز مشیر عقنسکر یا قسنقر کا بیٹا
تھا جو حلب کا امیر ہو گیا تھا عقنسکر ایک لڑائی میں مارا گیا تو عماد الدین زنگی کی عمر اُس وقت صرف دس برس
کی تھی۔ زنگی سب سے پہلی لڑائی عیسائیوں کے برخلاف لڑا۔ اس وقت وہ مودود کی فوج میں ملازم اور
طبریاس کی عظیم لڑائی میں شامل تھا۔ اور اسی شیر دل شخص نے شہر کے دروازہ پر اپنا نیزہ جا کر مارا تھا۔ اس کے بعد
وہ سلطان محمود بن محمد بن ملک شاہ والی عراق عرب و عجم کی ملازمت میں داخل ہوا جس نے اس کو بغداد اور عراق میں
نائب (شحنہ) مقرر کیا اور ۱۱۲۷ء (مطابق ۵۲۲ ہجری) میں البورسکی کی وفات پر موصل کا گورنر مقرر کر دیا۔
مسلمانوں کو اس وقت ایک زنگی ہی کی ضرورت تھی۔ اسلامی حکومتوں کا ضعف حد سے گذر چکا تھا اور
ان کے پھر سنبھالا لینے کی طرف سے مایوسی تھی عیسائیوں کی سلطنت کی وسعت اور طاقت سے کچھ بعید نہیں
معلوم ہوتا تھا۔ کہ اگر چند روز اور ان کی فتوحات اور قوت کی ترقی اسی طرح جاری رہتی تو وہ دور دراز تک
اسلامی ممالک پر تاخت و تاراج کر جاتے۔ یورپ کو چھوڑ کر اور اپنے وطن کو خیرباد کہ کر عیسائی جس مدعا سے ایشیا
میں آگھسے تھے وہ ایک لمحہ کے واسطے انہیں نچلا نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ آرام اور آسائش سے بسر کرنے
کے واسطے ان کو اپنا وطن کافی تھا۔ ایشیا کو وہ اپنی ہوس اور تمناؤں کا شکار گاہ سمجھ کر ہر وقت مسلمانوں
کے برخلاف ہتھیار اُٹھائے رہنا اپنا ایک ہی کام اور ایک ہی فرض سمجھتے تھے اور اس تمام جدوجہد اور
ہار جیت کے بعد ان کی سلطنت بہت وسیع اور قوی ہو چکی تھی۔ ماردین اور کیفتکان سے لے کر العریش
تک جو مصری سرحد تھی ان کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی اور صرف حلب حمص۔ حماۃ اور دمشق درمیان
میں چار نکتوں کی طرح بچے ہوئے تھے۔ جو اس ترقی کے راستہ میں ضرور ایک دن صاف ہو جاتے۔ دیار بکر اور عامد
کے اضلاع تک ان کے حملے پہنچ چکے تھے عراق سے نصیبین اور راس العین تک وہ لوٹ مار کرتے تھے اور حاران
کو ان کے جبر اور تعدی نے جان بلب کر چھوڑا تھا۔ تجارتی قافلے ان کی لوٹ مار کے خوف سے بند ہو گئے
تھے تجارت کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا تھا اور دمشق کی آباد سڑکیں متروک اور ویران ہو گئی تھیں
اکثر شہر جو فتح نہیں ہوئے تھے عیسائیوں کو خراج دیتے تھے۔ یا کسی اور طریقہ سے خوش رکھنا چاہتے
تھے۔ غرض مسلمانوں کی نااتفاقی اور منقسم طاقت اور باہمی لڑائیوں اور تنازعات نے عیسائیوں کے
ہاتھ اس قدر مضبوط کر دئے تھے کہ وہ اپنے آہنی چنگل سے اسلامی حکومت کو پھاڑ ڈالنے کے لئے تیار
تھے۔ اور یہ ایسا نازک زمانہ تھا جب نامور زنگی موصل کی حکومت پا کر اس سرزمین پر نمودار ہوا اور
مسلمانوں نے اس کے وجود کو خدا کی رحمت خیال کیا۔
زنگی کا سب سے پہلا کام مسلمان امیروں ہی سے نپٹنا اور حتے الوسع ان منتشر اور منقسم طاقتوں سے اپنی ایک

طاقت فراہم کرتا تھا۔ موصل پر اپنے اقتدار کو قوی کر کے اُس نے فرات کے مشرقی علاقہ کا فکر کیا اور جزیرہ ابن عمر نصیبین اور سنجار کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد حلب کی طرف متوجہ ہوا۔ حلب کے ضعف اور خرابی کا اس وقت یہ حال تھا کہ تمام علاقہ حلب سے بیس قدم تک عیسائیوں کو نصف مالیہ ادا کرتا تھا۔ زنگی نے جون ۱۱۲۸ء (مطابق ۵۲۳ھ) میں حلب پر قبضہ کر لیا اور دوسرے سال حماۃ کو فتح کیا۔ اور اس کے بعد عیسائیوں سے جنگ کرنے کی طرف مائل ہوا۔ اور ۱۱۳۰ء (مطابق ۵۲۴ھ ہجری) میں لڑائی کے واسطے تیار ہو کر اثرب کے پاس وہ شدید اور عظیم لڑائی لڑا۔ یہ ایک ضروری اور کارآمد قلعہ تھا جس کی نسبت اثیر کہتا ہے کہ اس کے قبضہ سے عیسائیوں نے مسلمانوں کا گویا گلا پکڑ رکھا تھا۔ آرچر ایک روایت بیان کرتا ہے کہ اس لڑائی سے پہلے جب بالڈون بادشاہ یوروشلیم نے قلعہ کے محاصرہ کا حال سُنا تو ایک کونسل منعقد کی۔ بعضوں نے اس خطرہ کو خفیف اور ناقابل توجہ خیال کیا۔ لیکن ایک شخص نے سب سے مختلف رائے دی اور کہا کہ کیا یہ نوجوان جنگ آور (زنگی) وہی نہیں ہے جس نے طبریاس کی لڑائی میں شہر کے دروازہ کو جا کھٹکھٹایا تھا۔ ان لفظوں سے بالڈون نے قلعہ کے بچانے کے واسطے فوج روانہ کرنے کا فیصلہ کیا اور زنگی اس کے مقابلہ کے واسطے بڑھا۔ اس جنگ میں عیسائیوں کی فاش شکست نے عیسائیوں کی طاقت اور غرور کو بہت کچھ توڑ دیا۔ اور قلعہ پر زنگی نے قبضہ کر لیا۔ لیکن اس لڑائی کے وقت بھی زنگی درحقیقت اپنے خانگی تنازعات سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ ۱۱۲۹ء میں یعنی اس سے چند روز پیشتر ہی اس کا رقیب دوبیاس موصل کے فتح کرنے کے واسطے کوشش کر رہا تھا۔ دو سال بعد اُس کو سلجوقیوں کی سلطنت کے جھگڑوں اور لڑائیوں میں حصہ لینا پڑا۔ اور بارہ برس تک اس کو اپنا سب سے بڑا وقت اور ہمت اُن تنازعات میں مصروف کرنی پڑی۔ ۱۱۳۳ء میں اس کو موصل میں تین ماہ تک محصور رہنا پڑا اور آخرکار ۱۱۳۴ء میں اس نے سلطان محمود کے بھائی سلطان مسعود کے ساتھ جس کے ہاتھوں سے وہ ان سب مخمصوں میں گرفتار ہوا تھا صلح کر کے اس سے اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ اس عرصہ میں زنگی کو جس قدر موقع ملا اس نے اپنی حکومت وسیع کرنے کی کوششوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ اکثر مقامات ان کے امیروں سے چھین لئے اور دمشق سے بھی ایک حد تک اپنی فتحمندی تسلیم کرا لی +

عیسائیوں سے نبرد آزمائی کرنے کے واسطے گویا وہ انہیں خانگی تنازعات کے تصفیہ کا منتظر تھا اور افسوس ہے کہ اس کا یہ قیمتی زمانہ اسلامی حکومتوں کی بدبختی کی نذر ہو گیا۔ فراغت پاتے ہی اس نے پھر عیسائی ممالک کی طرف رخ کیا اور ۱۱۴۴ء میں ایڈیسہ (عزاز) کا جا کر محاصرہ کر لیا۔ ایڈیسہ (عزاز) کا صوبہ جو عیسائی کروسیڈروں کو اپنی سب سے پہلی فتوحات میں حاصل ہوا تھا عیسائی سلطنت کی پشت و پناہ تھا

اور یوروشلیم کی زیر حمایت انطاکیہ کی مانند ایک مستقل حکومت اور طاقت کا مرکز تھا۔ جوسلن کا بیٹا جوسلن ثانی اس وقت اس کا فرمانروا تھا۔ زنگی نے اس کا اٹھائیس دن کا محاصرہ کرکے شہر کو فتح کر لیا اور یہ ایک عظیم صدمہ تھا جو عیسائی سلطنت کو پہنچا۔ عیسائی مورخ اڈیسہ (عزاز) کے کھو جانے اور زنگی کے درشت اور بیرحمانہ سلوک پر بہت نوحہ کرتے ہیں۔ اور اڈیسہ (عزاز) کے کھو جانے کو عیسائی سلطنت کے زوال کا سب سے پہلا باعث خیال کرتے ہیں۔ اڈیسہ (عزاز) کی فتح سے عیسائیوں کو جو رنج اور صدمہ پہنچا اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کو خوشی اور مسرت ہوئی۔ اور خلافت کے حکم سے عمادالدین زنگی کا نام بغداد میں خطبوں میں داخل کیا گیا۔

عزاز کی حفاظت کے واسطے کچھ فوج چھوڑ کر زنگی اپنی فتوحات کو بڑھاتا ہوا آگے بڑھا مگر زمانہ بہت جلد اس کی زندگی کے ساتھ دشمنی کرنے والا تھا۔ ۱۱۴۶ء (مطابق ۵۴۱ھ) میں قلعہ شبر کا محاصرہ کر رہا تھا کہ ایک مملوک (غلام) نے سوتے میں اس کو قتل کر ڈالا اور اس نامور شخص کی فتحمندانہ زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ زنگی کی شہادت سے مسلمانوں کو جو صدمہ اور غم گذرا اس کے بالمقابل عیسائیوں کو اسی درجہ کی خوشی ہوئی مجاہد لکھتا ہے کہ اس کی موت کی خبر نے عیسائیوں کو اپنی شکستوں پر تسلی اور تسکین دی اور انہوں نے اس قدر بے حد خوشی ظاہر کی گویا مسلمانوں کی تمام طاقت کو انہوں نے دفعتاً گرتے دیکھا ہے۔ زنگی کی ہیبت اور دہشت اور رعب اور شجاعت کو تاریخ میں عدیم المثال بنانے کے واسطے یہی ایک واقعہ کافی ہے کہ ایک دفعہ ایک ملاح اپنے پہرہ سے غافل ہو کر سو گیا جب بیدار ہوا۔ تو زنگی کو اپنے سرہانے کھڑا پایا کر اس سے آنکھیں دو چار ہوئیں۔ مگر اس شیر اتابک کی نظر نے خنجر سے بھی جلدی اپنا کام کیا اور سپاہی نے تڑپ کر جان دیدی افسوس ایسے زنگی جیسا شخص ایسی ناگہانی اور نامراد موت ایک بزدل غلام کے ہاتھ سے مرنے والا تھا۔ وہ اپنے بیٹوں کے واسطے ایک خاصی وسیع مملکت چھوڑ گیا۔ اور بقول آرچر کے نورالدین اور صلاح الدین کی کامیابی کا راستہ تیار کر گیا۔

زنگی کے دو بیٹے نورالدین حلب میں اور سیف الدین موصل میں حکمرانی کرنے لگے۔ مگر زنگی کے بعد ناموری کا تمغہ نورالدین کے واسطے تھا۔ عیسائی عزاز کو خاموشی سے اور بغیر زیادہ جدوجہد کئے نہیں دے بیٹھنے والے تھے۔ جوسلن ثانی نے نومبر ۱۱۴۶ء میں اپنی کامیابی کی تدبیر سوچی کہ عزاز کے مسلمان محافظوں پر شب خون مارا اور رات کو حملہ کرکے ان کو پریشان کیا اور کچھ لڑائی کرکے شہر عزاز پر قابض ہو گیا۔ لیکن مسلمان شہر کے قلعہ میں محصور ہو گئے جس کو عیسائی فتح نہ کر سکے۔ اتنے میں نورالدین فوج لے کر عزاز کے چھڑانے کے واسطے پہنچ گیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا عیسائی نورالدین کی فوج اور قلعہ کی مسلمان سپاہ کے درمیان میں آگئے اور ان کی جان پر بن گئی۔ بھاگنے کے واسطے راستہ تلاش کرتے تھے جو نہیں ملتا تھا۔ آخرکار جان بچانے

کے واسطے رات کے وقت ہی شہر کا دروازہ کھول کر نکلے پیچھے سے قلعہ کی فوج نے حملہ کیا اور سامنے کا لشکر بیدار ہو کر ان پر ٹوٹ پڑا عیسائیوں کو اُن کے ہتھیاروں اور مایوسانہ کوششوں نے کچھ زیادہ مدد نہ دی اور بیشمار عیسائی مارے گئے کئی ایک نامور عیسائی سردار قتل ہوئے اور جوسلن پہلے پہل مسلمانوں کی بے خبری کی حالت میں مشکل سے اپنی جان بچا کر بھاگ سکا۔ لیکن ۱۱۴۹ء کے اختتام میں جب اس نے عزاز کے واسطے تازہ کوشش کی تو نورالدین کے لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ نورالدین جوسلن سے اس سبب سے آزردہ تھا کہ اس نے نورالدین کے مصاحب کی زرہ مسعود امیر قونیہ کے پاس بھیجی تھی اور کہلا بھیجا تھا کہ اتابک (نورالدین) کو بھی عنقریب پکڑ کر بھیجدونگا۔ جوسلن اپنی آنکھیں کھو کر ایک قیدخانہ ہی میں نو برس بعد مر گیا۔ جوسلن کے پکڑے جانے کے بعد عزاز کا تمام علاقہ عیسائیوں سے کھو گیا کچھ مسعود امیر قونیہ نے دبا لیا اور باقی آخر کار نورالدین کے ہاتھ لگا +

عزاز کی فتح پر عیسائیوں کا رونا یہیں ختم ہونیوالا نہیں تھا۔ اور آیندہ بے انتہا خونریزی کا باعث بننے والا تھا عزاز کی فتح کے غم والم کو مچاڈ ان لفظوں میں بیان کرتا ہے کہ یوروشلیم اور دوسرے عیسائی شہروں باشندوں نے عزاز کی فتح اور تباہی کی خبر سُن کر مایوسی کے آنسو بہائے۔ اور منحوس شگونوں نے ان خبروں کے ساتھ شامل ہو کر جو فرات کے کناروں سے آتی تھیں ان کو اور بھی خائف کر دیا حضرت مسیح کی قبر اور کوہ سے ان کے گرجوں پر بجلی گری۔ ایک دمدار ستارہ اپنے چمکیلے بالوں کے ساتھ آسمان میں نظر آیا۔ اور اس سے سخت توحش پھیلا۔ اور بقول ولیم آف ٹائر کے اور بہت سے علامات خلاف معمول نظر آئے جن سے آیندہ باتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر مصیبت یہ پڑی کہ روڈولف یوروشلیم کا چانسلر جبراً صور کے محاصرہ میں لے جایا گیا۔ اور اس مقدس درگاہ میں بہت طعن طنز پیدا ہوئی۔ مشرق کے تمام ایمانداروں (عیسائیوں) نے یقین کیا کہ آسمان ان کا مخالف ہو گیا ہے اور عیسائیوں پر ہیبتناک مصیبتیں آنیوالی ہیں +

دوسرا کروسیڈ

مچاڈ کا یہ قول صحیح ہے کہ پہلا کروسیڈ مصیبتوں ہی سے شروع ہوا تھا اور مصیبتوں ہی پر ختم ہوا ایشیا کی عیسائی حکومتیں اس وقت معرض خطر میں تھیں اور اپنی حفاظت کے واسطے اپنی طاقت سے مایوس ہو کر بجز ایک چارہ دیکھا کہ یورپ کے بادشاہوں سے امداد طلب کریں۔ ارمنی پادریوں کی ایک جماعت یورپ کو روانہ ہوئی۔ پوپ یوگینئس اس وقت مقام وٹربو میں تھا۔ یہ فریادی پادریوں اور عیسائیوں کی جماعت اس کے پاس پہنچی۔ اور اپنے غم والم کی داستان سُنائی اور بقول مچاڈ کے عیسائیوں کی سفارت کے بیان سے صرف

ایمانداروں (عیسائیوں) کے اس سردار اعظم (پوپ) کی آنکھوں سے ہی آنسو ہی نہ نکل پڑے بلکہ عزازی مصیبتوں اور یروشلیم پر آنے والے خطروں نے علے العموم سب میں غمخواری اور خوف پیدا کیا۔ تمام یورپ میں خوف اور آگاہی کے آواز بلند کئے گئے بیت المقدس کو فتح ہوئے صرف پینتالیس برس گذرے تھے اور لوگوں کے دل ابھی تبدیل نہیں ہوئے تھے اور پہلے کروسیڈ کی طرح انہوں نے بڑے شوق اور جوش سے ہتھیار اٹھا لئے"+

دوسرے کروسیڈ کا سب سے نامی واعظ سنٹ برنارڈ تھا جس نے اپنی دھواں دھار تقریروں سے یورپ میں ایک عامی سے لے کر بادشاہوں تک کو کروسیڈ کے واسطے آمادہ کر دیا۔ برنارڈ برگنڈی کے ایک امیر کا بیٹا تھا۔ اور پندرہ برس سے دنیا کو ترک کر کے مذہبی زندگی بسر کرنے میں مصروف تھا۔ یورپ کو کروسیڈ پر آمادہ کرنے کے موقع کے واسطے وہ اور یہ موقع اس کے واسطے گویا قدرت ہی نے موزوں کیا تھا۔ قوت بیانی اور طاقت لسانی اور فصاحت اس کو غیر معمولی درجہ کی حاصل تھی اس کے مذہبی جوش کا کوئی انتہا نہ تھا اور ہر ایک ضرورت کے واسطے کافی دلیر تھا۔ کانرڈ جیسے بادشاہوں کو اس نے اپنے ہٹ اور استقلال اور دلیری سے چار ناچار کروسیڈ کے واسطے عہد کرنے پر مجبور کیا+

یورپ میں دوسرے کروسیڈ کے وعظ نے وہی جوش اور سرگرمی پھیلائی۔ جو پہلے کروسیڈ میں پھیلی تھی۔ اور اسی پہلے کے سے جنون کے ساتھ لوگ مشرق میں لڑنے کے واسطے آمادہ ہوئے۔ اسی طرح خرچ کے واسطے روپیہ مہیا کرنے میں بے اعتدالیاں ظاہر کیں ہم ان تمام تفصیلات کو بیان کرنا ضروری نہیں سمجھتے ۱۱۴۶ء میں مقام ویزلی میں ایک بڑی کونسل منعقد ہوئی۔ جس میں سنٹ برنارڈ کی مؤثر تقریر نے سامعین کے دل ہلا دئے۔ خود بادشاہ لوئیس ہفتم والی فرانس نے سنٹ برنارڈ کے ہاتھوں سے صلیب لی اور کروسیڈ کے واسطے جانے کا اقرار کیا۔ لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ لوئیس قلعہ کے اندر اپنے آپ کو لوگوں کو نہ دکھا سکا تو باہر میدان میں ایک لکڑی کے مینار پر چڑھ کر صلیب کو اپنی چھاتی پر لگائے ہوئے لوگوں کے سامنے نمودار ہوا۔ عوام الناس اور متوسط طبقہ کے لوگوں میں بھی نہایت سخت جوش پیدا ہوا۔ اور اس قدر لوگ صلیب حاصل کرنے کو تیار ہوئے کہ سنٹ برنارڈ کو اپنے کپڑے پھاڑ کر لوگوں کی صلیب کی خواہش کو پورا کرنا پڑا۔ ویزلی سے برنارڈ جرمنی کو گیا اور کروسیڈ کا وعظ کہتا ہوا اور لوگوں کو برانگیختہ کرتا ہوا گذرا اس کے بھی ہر ایک قدم پر معجزات کی بارش ہو رہی تھی۔ اور اس کے معجزے پیٹر سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ کیونکہ برنارڈ کے معجزوں سے اندھوں کی آنکھیں روشن ہو گئیں بہرے سننے لگے لنگڑے چلنے لگے۔ اور اس کے واسطے برنارڈ کو صرف نہیں صلیب کا نشان کرنا پڑتا تھا (آرچر صفحہ ۲۱۰)

جرمنی میں برنارڈ شاہنشاہ کانرڈ کے ثالث والی جرمن کے پاس گیا۔ مگر شاہنشاہ نے شروع میں اس کو جواب دیا کہ وہ کروسیڈ کے واسطے جانے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا ہے لیکن برنارڈ اس سے مایوس نہ ہوا اور ایک دن موقع پاکر بادشاہ کے سامنے ایسی مؤثر اور دردناک تقریر کی کہ بادشاہ رونے لگ گیا اور کروسیڈ کے واسطے جانے کو آمادہ ہو کر برنارڈ کے ہاتھوں سے صلیب حاصل کیا۔ برنارڈ کو یہ سب سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی کہ دو ایسے بڑے شاہنشاہ کروسیڈ کے جانے کے واسطے تیار ہو گئے۔ عوام الناس پر جو اثر اس کی تقریر کا ہوا وہ چند بد کیفیت سے ظاہر ہے "گاؤں اور قلعے متروک اور ویران ہو گئے۔ اور سوا ان بیواؤں اور یتیموں کے کوئی نہ رہا۔ جن کے خاوند اور والدین بھی زندہ تھے (یعنی کروسیڈ کے واسطے چلے گئے تھے دیکھو مچاڈ صفحہ ۳۳۶) جس درجہ کے امیر اور سردار پہلے کروسیڈ کے واسطے چلے گئے تھے اُس طبقہ کے بیشمار سردار اس کروسیڈ میں اپنے بادشاہوں کے ساتھ الگ کروسیڈ کے واسطے تیار ہوئے اور اُن کو اپنے بوڑھے والدین کی منتیں بھی اس ارادہ سے باز نہ رکھ سکیں۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ "شاہنشاہ لوئیس کی ملکہ ایلینر کے صلیب لینے پر بیشمار عورتوں نے صلیبیں لے لیں۔ اور تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہو گئیں۔ نائٹ سواروں کا ایک گروہ سرگرمی سے ان کے پیچھے ہو لیا۔ اور جو شخص مسلمانوں سے جنگ کرنے جانے کے واسطے تیار نہیں ہوتا تھا۔ اُس کو ایک گونہ شرمندگی ہوتی تھی۔ تاریخ بیان کرتی ہے کہ جن لوگوں نے ہتھیار نہیں اُٹھائے تھے۔ ان کے پاس پھرکی (چرخہ) اور تکلے بھیجے گئے جس سے اُن کی بزدلی کے واسطے ان کو ملامت کرنی مقصود تھی" (مچاڈ صفحہ ۳۴۳)۔

غرض دونو شاہنشاہ لوئیس اور کانرڈ اپنی اپنی سلطنتوں میں انتظام کے واسطے نائب مقرر کر کے قسطنطنیہ کو چل پڑے۔ لوئیس کے ساتھ ایک لاکھ کروسیڈر تھا اور ملکہ ایلینر مع درباریوں وغیرہ کے ہمراہ تھی شاہنشاہ جرمنی اس قدر فوج لے کر روانہ ہوا کہ ایک مورخ کے قول کے بموجب نہ تو سمندر کی لہریں ان کو اٹھا سکتی تھیں اور نہ اُن کی گنجائش کے واسطے میدان ہی تھے (مچاڈ صفحہ ۳۴۶) سب سے پہلے شاہنشاہ جرمنی اپنی فوج کے ساتھ قسطنطنیہ پہنچا۔ مینوئل اس وقت قسطنطنیہ میں یونانی بادشاہ تھا۔ کروسیڈر عیسائیوں کو یونانی عیسائیوں نے بہت تکالیف پہنچائیں۔ عیسائی مورخ کروسیڈروں کی تمام آیندہ تکالیف اور مصیبتوں اور تباہی کا باعث یونانی عیسائیوں کو خیال کرتے ہیں اور یونانیوں پر سے یہ دھبہ کبھی نہیں مٹ سکتا۔ اگر یونانیوں کے پاس کروسیڈروں کی جبر اور تعدی کی شکایات پیش کرنے کو کافی نہ ہوں۔ شاہنشاہ جرمنی کو شاہنشاہ فرانس سے پہلے پہنچنے اور اکثر ناموریاں اپنے واسطے حاصل کر لینے کا خیال تھا۔ اس نے روانہ ہونے میں بہت جلدی کی۔ اور راستوں کی واقفیت حاصل کرنے اور اپنی بیشمار فوج کے واسطے

سامان رسد کی فکر کرنے کی طرف کافی توجہ نہ کی۔ یونانی رہبروں نے شاید دھوکے سے اس کو غلط راستہ پر ڈال دیا ہو قونیہ کی سرحدی مسلمانوں کو کوئی برانگیختہ کرتا یا نہ کرتا ان کا اپنے ملک کی حفاظت کے واسطے تیار ہونا ضروری تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے وہ عیسائیوں کو اپنے ملک میں آتے دیکھ رہے تھے اور موقع کے منتظر تھے جب عیسائی فوج ان کی زد میں آگئی تو انہوں نے حملہ کر دیا۔ عیسائی فوج کو شکست ہوئی اور پریشان ہو کر بھاگ نکلی۔ شاہنشاہ نے نیسا کو واپس آنے بغیر کوئی چارہ نہ دیکھا اور میچاڈ اور آرچر دونو کے قول کے مطابق صرف ایک دسواں حصہ اپنی کل فوج کا بچا کر شاہنشاہ کانرڈ نیسا میں پہنچا۔ جہاں لوئیس شاہنشاہ فرانس اس شکست کی خبر سن کر نہایت غمناک اور متردد تھا۔ دونو شاہنشاہ ایک دوسرے کو گلے لگا کر روئے اور دوبارہ عہد کیا کہ دونو اکٹھے فلسطین کو جائینگے۔ شاہنشاہ جرمنی نے عہد کو پورا نہ کیا۔ آستہ میں ترکوں کی فوج کے موجود ہونے کی خبر سے ڈر گیا اور موسم سرما گذارنے کے واسطے قسطنطنیہ کو لوٹ گیا۔

لوئیس شاہنشاہ فرانس حتی الوسع زیادہ احتیاط کے ساتھ لاوڈلیا کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچ کر تنگ پہاڑی رستوں سے اپنا سفر جاری رکھا۔ ترک پہاڑوں کے نشیب و فراز میں ان پر تاک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ فرانسیسی فوج کے دو حصہ کئے ہوئے تھے۔ اور ہر روز دو نئے سرداروں کے زیر حکم کوچ کرتے تھے جن کو بادشاہ ہدایات دیتا تھا۔ ایک روز اگلے حصہ کا افسر جیافری دی رینکن تھا جس کو بادشاہ نے سامنے کے سب سے بلند پہاڑ پر ٹھیرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن وہاں پہنچ کر ملکہ اور دوسری عورتوں کے اصرار سے وہ ایک سرسبز اور شاداب وادی میں اتر گیا۔ اور اس بلندی پر ترک قابض ہو گئے پچھلے حصہ میں جس میں بادشاہ تھا اس امر کی کچھ خبر نہ تھی اور بڑے اطمینان سے بڑھے آ رہے تھے ترک بے حس و حرکت نہایت خاموشی سے ان کا انتظار کرتے رہے جب وہ ان کی زد میں آگئے اور ترکوں کو اپنی فتح کا کامل یقین ہو گیا۔ تو نعرے مارتے ہوئے عیسائی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ اس کے بعد عیسائیوں کی پریشانی اور ہولناک خونریزی کے سوائے اور کچھ نہیں ہے تیس اعلےٰ درجہ کے امرا جو بادشاہ کے ہمرکاب تھے ایک ایک کر کے اس کے پہلو میں قتل ہو گئے۔ بادشاہ اکیلا رہ گیا اور بھاگا اور لڑتا رہا۔ مگر مسلمانو نے اس کو ایک عام سپاہی سمجھ کر چھوڑ دیا میچاڈ صفحہ (۳۵۶) بادشاہ کو خوف تھا کہ ترک رات میں حملہ کرینگے اور باقی کچھ نہ چھوڑینگے۔ مگر ترک ہٹ گئے اور بادشاہ کسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر ہزار مشکل سے اگلی فوج سے جا ملا۔ فرانسیسی فوج کی اس مصیبت نے اس کی طاقت کو توڑ دیا۔ بقول آرچر کے کروسیڈ کے واسطے یہ ایک مہلک صدمہ تھا۔ اور "فرانس کا پھول دمشق میں پہنچ کر کھلنے سے پہلے کملا گیا تھا"۔ بادشاہ یونانیوں کے فریب اور موسم سرما ترکوں کے ہاتھوں سے سختیاں اور نقصان اٹھاتا ہوا بندر اطالیہ پہنچا

اور وہاں سے سمندر کے راستہ مارچ ۱۱۴۸ء میں انطاکیہ میں وارد ہوا۔ انطاکیہ پہنچنے پر اس نے اپنی کل ایک لاکھ فوج کی صرف ایک چوتھائی باقی پائی اور تین چوتھائی وہ ہر ایک قسم کی مصیبتوں میں کھو چکا تھا۔ ریمنڈ صاحب انطاکیہ شاہنشاہ فرانس کا رشتہ دار اور اس کی ملکہ ایلینر کا چچا تھا۔ اس نے بادشاہ کی نہایت ہی خاطر و مدارات کی اور فوج کی عیش و عشرت کے اس قدر سامان مہیا کر دیئے کہ ان کو اپنی گذشتہ تکالیف سب فراموش ہو گئیں لیکن بادشاہ کو اپنی ملکہ اور اس کے چچا ریمنڈ کے تعلقات کی نسبت بدگمانی ہوئی اور اپنی ناراضی ملکہ پر ظاہر کر دی۔ وہ ایسی دلیر عورت نکلی کہ بادشاہ سے اپنی شادی منسوخ کرا لینے پر آمادہ ہو گئی اور خاوند کو چھوڑ کر ریمنڈ کے پاس چلی گئی۔ بادشاہ اس تھنک سے بہت بلا فرحتہ ہوا۔ اور اپنی ملکہ۔ اپنی منکوحہ کو رات کے وقت جبراً اپنے کیمپ میں اٹھوا منگوایا اور انطاکیہ سے جلدی چلے جانے پر مجبور ہوا۔[1] اسکے یوروشلیم میں پہنچنے سے عیسائیوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اسی عرصہ میں شاہنشاہ جرمنی قسطنطنیہ سے سمندر کے راستہ عکہ میں پہنچا تھا اور وہاں سے یوروشلیم کو آیا تھا۔ دونو بادشاہ گلے مل کر ایک دوسرے کے مصائب پر بہت روئے اور اس مقدس مقام پر توبہ استغفار کی +

بالڈون ثالث جو اس وقت یوروشلیم کا بادشاہ تھا باوجود کم سنی کے بہت ہونہار معلوم ہوتا تھا۔ اور یورپ کی ان افواج سے جو دو نو شاہنشاہوں کے جمع ہو جانے سے سب اکٹھی ہو گئی تھیں اس نے اپنی فتوحات کو وسعت دینے کا فائدہ اٹھانا چاہا اور ایک مجلس منعقد کر کے بحث مباحثہ کے بعد دمشق پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بالڈون اور دونو بادشاہ مع تمام فوجوں کے دمشق کو روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر شہر کا محاصرہ شروع کیا۔ دمشق انہیں پچھلے دنوں کے متواتر حملوں اور محاصروں سے بہت کمزور ہو گیا تھا۔ شہر پناہ مٹی کی تھی اور ایک طرف اس کو اپنے باغات کی گنجانی اور کثرت پر اعتماد تھا۔ اسی طرف سے عیسائیوں نے محاصرہ

---

[1] ملکہ ایلینر کے چال چلن کے ذکر میں مچاڈ کہتا ہے کہ اس سے صرف مسلمانوں اور مشرقی عیسائیوں میں ہی بدنامی نہیں ہوئی ہوگی بلکہ فوج پر جس میں بیشمار عورتیں تھیں بہت برا اثر ہوا ہوگا۔ ملکہ نے زمانہ قیام انطاکیہ میں جن لوگوں پر خاص عنایات کیں۔ ان میں عیسائی نائٹوں کے علاوہ مسلمانوں کا نام بھی لیا جاتا ہے خصوصاً ایک نوجوان ترک کا جس کو اس نے بہت قیمتی تحائف دیئے اور جس کی خاطر بادشاہ کو چھوڑ دینا چاہا (مچاڈ صفحہ ۳۶۲) بعض لوگوں نے اس نوجوان ترک کو صلاح الدین ہی بنا دیا ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے صلاح الدین اس وقت بہت کم سن تھا۔ اور اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ملکہ ایلینر کو جب لوئیس نے طلاق دیدی اور اس نے ہنری دوم شاہ انگلستان سے شادی کی تو اس کا دوسرا بیٹا رچرڈ پیدا ہوا جو صلاح الدین کا بڑا نامی رقیب تھا۔ گو رچرڈ کی عمر صلاح الدین کے مقابلے میں بہت چھوٹی تھی مگر تاہم یہ بات کسی طرح قیاس میں نہیں آسکتی کہ ملکہ کا صلاح الدین سے کوئی ایسا تعلق ہوا ہو + مولف

شروع کیا۔ عرصہ تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ مگر آخر کار عیسائی فوج واپس چلی آئی۔ عیسائی مورخ اس ناکامی کو جو کامیابی کی حد تک پہنچ چکی تھی عیسائی سرداروں کے باہمی حسد اور عداوتوں سے منسوب کرتے ہیں۔ اس کے بعد عیسائی فوج نے عسقلان کا محاصرہ کرنے کی تجویز کی مگر وہ ارادہ بھی چھوڑ دینا پڑا۔ کانرڈ شاہنشاہ جرمنی فوراً ہو کر یورپ کو واپس چلا گیا۔ شاہنشاہ لوئیس چند روز اور فلسطین میں رہا اور ۱۱۴۹ء میں وہ بھی یورپ کو واپس چلا گیا۔ اور دوسرا کروسیڈ سب سے زیادہ ناکامی کے ساتھ ختم ہوا +

یہی واقعات دوسرے کروسیڈ کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ اور تیسرے کروسیڈ کی تحریک اسی وقت سے یورپ میں شروع ہو گئی تھی۔ اور گو کم و بیش کروسیڈروں کی جماعتیں یورپ سے وقتاً فوقتاً آتی رہتی تھیں لیکن جس وقت تک یورپ کی تمام اور عظیم طاقت ایشیا پر نہیں ٹوٹ پڑی اس وقت تک ایشیا کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے حالات کا نقشہ بالکل بدل گیا تھا +

بالڈون شاہ یروشلیم نے کم سنی ہی میں ایک بے چین اور جنگجو طبیعت ظاہر کی تھی اور مسلمانوں سے اُلجھ کر پہلے ہی پہل نورالدین سے شکست کھائی تھی۔ اس وقت تک اس کی نوعمری کے سبب سے سلطنت کا کاروبار اس کی والدہ ایک عیسائی معتمد کی امداد سے کرتی تھی۔ بالڈون جب جوان ہو گیا اور اس کی گدی نشینی کا وقت پہنچا۔ تو اُس کے اور اس کی ماں کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا۔ جس کے سلجھنے میں بہت وقت صرف ہوا +

نورالدین اس عرصہ میں اپنی فتوحات کے راستہ پر برابر قدم مارتا رہا تھا۔ اور ۱۱۵۴ء (مطابق ۵۴۹ھ) میں نامور زنگی کے اس نامور بیٹے نے دمشق کو فتح کر کے اپنے باپ کے شروع کئے ہوئے کام کو بہت کچھ ختم کر دیا تھا۔ دمشق کو فتح کر کے صلاح الدین کے چچا اسدالدین شیرکوہ کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ کیونکہ اسدالدین نے فتح دمشق میں بہت بڑی بہادری ظاہر کی تھی۔ یا یہ کہ صلاح الدین کے باپ نجم الدین کی بوجہ اس کی خدمات کے سپرد کیا۔ سلطان نورالدین مسلمان بادشاہوں میں اپنے اوصاف کے واسطے آپ ہی اپنا نظیر تھا۔ اس کی نیکی۔ اس کی پاکبازی۔ اس کا زہد۔ اس کا تقوےٰ۔ اس کا انصاف۔ اس کے مذہبی اوصاف اس کی عقلمندی۔ اس کی سیاست۔ اس کی شجاعت۔ اس کی علم و ہنر کی قدردانی۔ علما کی خدمت صلحا کی عزت۔ علم کی ترقی کی کوششیں۔ اس کو ایک اسلامی بزرگ۔ ہیرو (نامور فرمانروا) ٹھیراتے ہیں۔ اس کے کسی ایک بزرگ صفت کی طرف چند الفاظ میں اشارہ کرنا اس کی بزرگی اور اس کی شان کی بےادبی کرنا ہے اور اسی واسطے ہم نے اس بارہ میں خاموشی اختیار کی ہے۔ نجم الدین ایوب صلاح الدین کا باپ نورالدین کا سب سے عزیز اور معتمد مشیر تھا۔ اور صلاح الدین کا چچا اسدالدین شیرکوہ نورالدین کی نوجوں

کا سپہ سالار اور اس کی قوت اور قوت بازو تھا۔ نورالدین کے ساتھ یا تنہا ہر وقت اس کی فتوحات کے بڑھانے میں مصروف تھا۔ ہر ایک ضرورت اور ہر ایک خطرہ کے موقع پر وہی پہنچتا تھا۔ اور اس کی قیمتی خدمات سے سلطان نورالدین بہت مشکور اور محظوظ تھا۔ لیکن یہ موقع اس قسم کی تفصیلات بیان کرنے کا نہیں ہے +

بالڈون کو اتفاقات نے اپنی زندگی میں کچھ عرصہ کے واسطے ایک یادگار واقع چھوڑ جانے کا موقع دیا۔ یہ عسقلان کی فتح تھی۔ جو نورالدین کے دمشق فتح کرنے سے ایک سال پہلے ہوئی تھی۔ عسقلان باوجود عیسائیوں کے مسلسل حملوں کے اب تک خلافت مصر کے ماتحت تھا۔ اور سمندر کی سمت کو چھوڑ کر باقی تین طرف سے عیسائیوں کے مقبوضات سے گھرا ہوا تھا۔ بالڈون نے اپنی والدہ کی دعاوی سے مخلصی اور تمام سلطنت کی حکومت پاکر عسقلان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس غرض کے واسطے تمام سرزمین سے فوجیں طلب کرلیں۔ جنوری ۱۱۵۳ء (مطابق ۵۴۸ ہجری) میں شہر کا محاصرہ شروع کیا اور چھ ماہ تک بغیر کسی کامیابی کے محاصرہ جاری رکھا لکڑی کی کلیں اور مینار وغیرہ اس تمام عرصہ میں تیار اور استعمال کئے گئے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور خلافت نے بھی مسلمانوں کی امداد کی چنداں فکر نہ کی۔ آخر کار مسلمانوں کی ایک کل جلانے کی کوشش نے مخالف ہوا سے آگ کو اُلٹا شہر کی طرف پھیر دیا جس سے شہر پناہ جل کر خود ہی گر پڑی۔ اور اسکے گرنے کی آواز نے عیسائیوں کو سوتے سے جگا دیا۔ عیسائی اس شگاف سے اندر گھس گئے۔ مگر باہر سے کوئی امداد نہ پہنچی تو وہیں کاٹ ڈالے گئے۔ اہل شہر نے شگاف کی مرمت کرلی۔ اور عیسائی فوج اور خود بالڈون محاصرہ چھوڑ کر چلے جانے کو آمادہ ہو گئے۔ لیکن ایک جماعت نے اس رائے کی مخالفت کی اور تازہ جوش سے حملہ کیا گیا۔ اہل شہر بھی خوب لڑے مگر آخر کو انھیں شکست ہوئی۔ اور ۱۲ اگست کو عیسائیوں سے بعض شرائط کر کے شہر ان کے حوالہ کر دیا اور خود مصر کو چلے گئے۔ ۱۱۵۷ء میں یورپ سے تازہ فوج کے آنے اور نورالدین کے بیمار ہونے کے سبب سے بالڈون کو قیصاریہ پر حملہ کرنے کی دلیری ہوئی اور شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن آخر کار ناکام انطاکیہ کو چلا جانا پڑا۔ اسی زمانہ میں مینوئل یونانی شاہنشاہ ایک بڑی فوج لے کر آپہنچا۔ او عیسائی بادشاہ ریجینالڈ صاحب انطاکیہ کو نیچا دکھا کر لوٹ گیا +

نورالدین نے اس زمانہ میں مارِاش اور کیسن قلیج ارسلاں سے چھین لئے۔ نورالدین ادھر مصروف تھا تو بالڈون نے موقع پاکر دمشق پر چڑھائی کر دی۔ لیکن صلاح الدین کے باپ ایوب نے جو نورالدین کا نائب تھا اس کو حکمت عملی سے لوٹا دیا۔ یا یہ کہ اسدالدین شیرکوہ نے جو اس خطرہ کو تاڑ کر پہلے سے راستہ میں فوج لئے پڑا تھا عیسائیوں کو پسپا کر دیا۔ اسی موقع پر یعنی نومبر ۱۱۶۱ء میں عیسائی بادشاہ مرگیا۔ عیسائیوں کو اس کی وفات سے رنج اور الم ہونا ضروری تھا۔ لیکن نامور نورالدین نے اس موقع پر ایک بےنظیر فیاضی اپنے دشمن کی

نسبت ظاہر کی۔ جب اس کو یہ مشورہ دیا گیا کہ عیسائیوں کے ضعف کے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا جاوے اور فلسطین پر چڑھائی کی جاوے تو اس نے جواب دیا کہ ہم کو اُن لوگوں کے سچے غم پر رحم کھانا چاہئے اُنہوں نے ایک ایسا اچھا بادشاہ کھو دیا ہے خدا نہ کرے کہ میں ان کے غم کی حالت میں خلل ڈالوں اور ایسی سلطنت پر حملہ کرنے کا موقع حاصل کروں جس سے خوف کرنے کی ہمیں کوئی وجہ نہیں ہے۔ بالڈون کی وفات پر بہت ردو کد کے بعد اس کا بھائی اموری یا امالرک (دونو ناموں سے اس کو پکارا جاتا ہے) جو یافہ اور عسقلان کا مالک تھا یوروشلیم کا بادشاہ ہُوا +

اب عیسائیوں اور مسلمانوں کی لڑائیوں کا میدان بجائے شام کے کچھ زمانہ کے واسطے مصر قرار پاتا ہے مصر میں چھٹی صدی ہجری یا بارھویں صدی عیسوی میں سوائے خونریزی اور تباہی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ علویین یا فاطمیوں یا اسمعیلیوں (جس نام سے اس کو پکارا جاوے) کی خلافت اپنی باری میں کمزور ہو چکی تھی اور طاقت وزرا کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ وزارت کے مدعی جہاں آپس میں جنگ اور طاقت آزمائی میں مصروف رہتے تھے وہاں ان کے ہاتھ سے خلافت کی جان پر بھی بنی رہتی تھی۔ ہم مصری خلافت کے سب سے آخری خلیفہ عاضد کے زمانہ سے پہلے کے واقعات کو نہیں چھیڑنا چاہتے۔ ملک صالح طلائع بن زریک جو مصر کا وزیر تھا ۵۵۶ھ ہجری مطابق ۱۱۶۱ء میں امرا کے ہاتھوں سے قتل کیا گیا اور اس کا بیٹا زریک وزیر مقرر ہُوا لیکن زریک سے شاور نے وزارت چھین لی اور اس کو اپنے میں دو بھائیوں ناصرالدین ملہم اور ضرغام مدعیان وزارت سے مقابلہ کرنا پڑا۔ شاور نے لڑائی میں شکست کھائی اور شام کی طرف بھاگ گیا۔ ضرغام نے اس کے دو تو بیٹوں طیا اور سلیمان کو قتل کر دیا۔ شاور دمشق میں نورالدین کے پاس طلب امداد کے واسطے پہنچا جس نے شیرکوہ کے زیر حکم ایک فوج سادر کی امداد کے واسطے بھیجی ضرغام نے اس خبر کو سُن کر آموری شاہ یوروشلیم سے مدد مانگی۔ جس سے وہ چند روز پہلے اپنی سرزمین میں جنگ کر کے نقصان اُٹھا چکا تھا۔ عیسائی اس کی مدد کو آمادہ ہو گئے مگر پیشتر اس کے کہ وہاں پہنچ سکیں ضرغام کی مصری فوج شیرکوہ سے شکست پا چکی تھی۔ شیرکوہ شاور کے ساتھ قاہرہ میں پہنچ چکا تھا اور ضرغام مارا گیا تھا۔ شاور نے وزارت پر قابو پا لیا اور شیرکوہ نے اس سے ان مواعید کے پورا کرنے کا تقاضا کیا جو وہ نورالدین سے کر آیا تھا۔ شاور نورالدین سے یہ اقرار کر گیا تھا۔ کہ شیرکوہ کی فوج وہیں رہیگی اور آمدنی کا ایک ثلث اس کے خرچ کے واسطے دیگا۔ لیکن شاور نے شیرکوہ کو تیس ہزار دینار دیکر ٹالدینا چاہا۔ اس نے نہ مانا اور بزور شمشیر وعدہ پورا کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اب شاور نے شیرکوہ سے نجات پانے کے واسطے عیسائی بادشاہ یوروشلیم سے امداد مانگی۔ اموری فوراً فوج لے کر پہنچا۔ شیرکوہ کے پاس فوج

بہت ہی قلیل تھی اور اس کے مقابلے میں مصر اور عیسائیوں کی فوجیں فراہم ہونے والی تھیں وہ عیسائیوں کے لشکر کے آنے پر بلبیس میں محصور ہو گیا۔ اور عرصہ تک محصور رہا۔ نورالدین کو جب معلوم ہوا کہ شاور نے شیرکوہ سے بدعہدی کی ہے اور عیسائی اپنی امداد کے واسطے بلائے ہیں تو اس نے عیسائیوں کو واپس بلانے کی سب سے عمدہ تدبیر یہ کی کہ عیسائی شہروں پر حملہ کر دیا۔ اور حارم کا محاصرہ کر لیا۔ بوہمنڈ ثانی جو انطاکیہ کا نیا امیر تھا۔ اور ریمنڈ صاحب طرابلس اس کے مقابلہ میں آئے۔ مگر دونو نے شکست کھائی اور نورالدین کے ہاتھ میں قید ہو گئے۔ نورالدین کو اگر شیرکوہ کی طرف سے اطمینان ہوتا تو وہ انطاکیہ پر حملہ کرنے کو تیار تھا۔ مگر اس نے بانیاس اور طبریہ کو فتح کرنے پر اکتفا کیا۔ عیسائیوں کو مصر میں ان خبروں کے پہنچنے نے بہت متردد کر دیا۔ اور مصر سے واپس آنے پر مجبور کیا۔ شیرکوہ کو اس حال کی کچھ خبر نہ تھی۔ اور شاور کے حیلہ میں آ کر کل ساٹھ ہزار دینار لے کر مصر سے واپس جانے پر راضی ہو گیا۔ اور عیسائیوں کے لوٹ جانے کے بعد خشکی کے راستہ شام کو آیا۔

شیرکوہ اور عیسائی دونو مصر کے ضعف کو دیکھ آئے تھے شیرکوہ نے نورالدین سے ظاہر کیا کہ مصر کو عیسائیوں سے بچائیے ورنہ ان کی بڑھی ہوئی طاقت سے خود اپنے کو بچانے کے واسطے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم خود مصر کو فتح کریں۔ اسی تحریک اور تجویز کے مطابق نورالدین نے مصر کو بھیجنے کے واسطے فوج تیار کرنی شروع کی۔ اور شیرکوہ کے ماتحت اس کو روانہ کیا۔ مگر شیرکوہ کا خوف عیسائیوں کی نسبت سچا نکلا۔ کیونکہ عیسائی شیرکوہ سے پہلے مصر میں پہنچ چکے تھے اور شاور سے اطاعت اور اضافہ اخراج کے اقرار کی تجدید کر کے خود خلیفہ سے عہد و پیمان کر لیا تھا۔ شیرکوہ وہاں پہنچ کر بابین میں جا اترا۔ اور عیسائیوں نے بھی اُدھر ہی کا رخ کیا۔ شیرکوہ کو معلوم ہوا کہ عیسائیوں کے پاس بے حساب فوج ہے اور اس کی اپنی فوج بہت تھوڑی تھی۔ مشورہ میں اکثر آدمیوں کی رائے تھی کہ اس وقت لڑائی نہ کی جائے مگر شرف الدین برغش نے کہا کہ یہ نمک حرامی ہے۔ یہیں لڑینگے۔ شیرکوہ اور اس کے بھتیجے صلاح الدین نے جو ساتھ تھا اس کی تائید کی۔ شیرکوہ نے قلب لشکر میں اپنی جگہ صلاح الدین کو چھوڑا اور خود منتخب آدمیوں کے ساتھ الگ ہو گیا۔ صلاح الدین کو سمجھا دیا کہ عیسائی فوج مجھے قلب میں خیال کر کے حملہ کریگی تم پیچھے ہٹتے جانا جب میں ان پر حملہ کروں تو تم بھی حملہ کر دینا۔ یہ تجویز کارگر ہو گئی۔ اور عیسائیوں کو بھاگنا پڑا۔ شیرکوہ اس کامیابی کے بعد اسکندریہ پہنچا۔ اور اس پر آسانی سے قبضہ کر کے صلاح الدین کو وہاں چھوڑا اور خود صعید کو چلا گیا۔ عیسائیوں نے قاہرہ پہنچ کر اپنی فوج کو پھر مرتب کیا۔ اور اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ صلاح الدین آخر کار سامان رسد کی بیوفائی سے تنگ ہونے لگ گیا اور شیرکوہ کو قاہرہ فتح کرنے کی کوششوں میں کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ تو

سکندریہ کو آتے ہوئے اس سنا اور عیسائیوں نے مصریوں کے قاصد سے علاوہ مال غنیمت کے جو وہ لے چکا تھا پچاس ہزار دینار اور لے کر واپس چلے جانے پر صلح کر لی۔ بادشاہ اموری بھی شاور سے یہ عہد لے کر کہ قاہرہ میں عیسائیوں کا ایک شحنہ (نائب) رہیگا۔ ایک گارڈ رہیگی اور لاکھ دینار سالانہ اس کو خراج دیا کریگا مصر سے واپس چلا آیا۔ وہاں سے آتے ہی اس نے مینوئل یونانی شاہنشاہ قسطنطنیہ کی بھتیجی سے شادی کی اور شاہنشاہ نے مصر کے ضعف اور نورالدین کے ہاتھوں میں پڑ جانے کا خوف دلا کر اموری کی ہوس کو مصر پر حملہ کرنے کے واسطے برانگیختہ کیا۔ اور ۱۱۶۸ء (مطابق ۵۶۴ھ ہجری) میں عیسائی بادشاہ نے مصر کو راستہ لیا۔ بلبیس میں پہنچ کر شہر کا محاصرہ اور فتح کر کے باشندوں کو قتل کر ڈالا اور دسویں روز قاہرہ کو جا گھیرا فرنگیوں کے عرصہ دراز کے محاصرہ اور آگ نے قاہرہ کو تباہ کر دیا۔ شاور نے سوائے اس کے کچھ چارہ نہ دیکھا کہ عیسائیوں کو حیلہ اور بہانہ سے ٹال دے۔ ان کو اپنی دوستی کا یقین دلایا اور دس لاکھ دینار باقساط دینے کا اقرار کر کے لاکھ دینار دیدیا اور ان کو واپس جانے پر راضی کر لیا +

اسی عرصہ میں خلیفہ عاضد نے نورالدین کے پاس متواتر درخواستیں اور ماتمی سیاہ مراسلے لکھے اور اس میں اپنے حرموں کے بال اور خون آلودہ پارچات لپیٹ کر بھیجے اور عیسائیوں کے ہاتھ سے بچنے کے واسطے امداد طلب کی۔ شیرکوہ کے پاس بھی مصر سے تحریریں آئی تھیں۔ نورالدین نے اس کو پھر تیار کیا صلاح الدین کی اگرچہ مرضی نہ تھی مگر اس کو بھی اپنے چچا کے ساتھ جانا پڑا۔ شیر دل شیرکوہ نے تیسری دفعہ اس ریگستان جنگل کو عبور کیا۔ عیسائی بادشاہ اس آنے کی خبر سن کر قاہرہ سے اس نیت سے بھی چلا تھا کہ شاید راستہ میں مٹ بھیڑ ہو جائے مگر شیرکوہ نے موقع نہ دیا اور ۷۔ ربیع الآخر کو قاہرہ میں پہنچ گیا۔ اور عیسائی بادشاہ اس دفعہ بہت ناکامی سے واپس گیا۔ خلیفہ عاضد نے شیرکوہ سے مل کر اس کی بہت تکریم کی اور فوج کے واسطے تنخواہیں مقرر کر دیں۔ شاور ضرورت کے وقت عیسائیوں یا مسلمانوں بلا لیتا تھا۔ مگر اس کے بعد انہیں کا دشمن بن جاتا تھا۔ لیکن اس کے حیلے اور فریب ختم ہونیوالے تھے۔ شیرکوہ کی جان کی مخالفت خود اسی کی جان کے ساتھ برائی کرنے والی تھی۔ عزالدین جردیک اور صلاح الدین نے ایک روز اسے موقع پا کر شیرکوہ کی رضامندی یا نارضامندی سے پکڑ کر قید کر لیا۔ اور خلیفہ عاضد کی تحریک سے عزالدین جردیک نے اس کا سر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔ شیرکوہ کو خلیفہ نے خلعت وزارت عطا کیا۔ مگر اس کی زندگی کے تھوڑے ہی دن باقی تھے۔ ۲۳۔ مارچ ۱۱۶۹ء عیسوی (مطابق ۲۲۔ جمادی الآخر ۵۶۴ھ) کو اس کا انتقال ہو گیا اور وزارت صلاح الدین پر مقرر ہوئی +

اس عرصہ میں شاہنشاہ مینوئل اور بادشاہ اموری نے مصر پر حملہ کرنے کے واسطے پھر سازش اور

اتحاد کیا اور اموری نے جا کر دمیاط کا محاصرہ کر لیا۔ مگر صلاح الدین نے خبر پا کر دمیاط میں فوج بھیجدی تھی اور عیسائی فوج کو ناکام واپس آنا پڑا +

نورالدین اپنی زندگی کے آخری دن تک عیسائیوں اور سلطان قونیہ سے جنگ میں مصروف رہا اور ہر ایک موقع پر اس نے اپنی مملکت کو وسیع ہوتے دیکھا۔ آخر زمانہ میں اس کو صلاح الدین سے بدگمانی ہو گئی تھی اور مصر کو اس کے ہاتھوں سے لینے کا خیال رکھتا تھا۔ مگر صلاح الدین کی اظہار اطاعت اور عیسائیوں کی لڑائیوں نے اس کو اس ارادہ کے پورا کرنے کا موقع نہ دیا اور ۱۵ مئی ۱۱۷۴ء مطابق ۱۱ شوال ۵۶۹ھ قلعہ دمشق میں فوت ہو گیا +

نورالدین کا جانشین اس کا بیٹا ملک صالح گیارہ برس کی عمر کا رہ گیا جس کو عیسائیوں کے علاوہ خود اس کا چچا سیف الدین مشکل سے حکومت کرنے دیتا اور مسلمانوں کی طاقت کے پھر تقسیم ہو جانے سے عیسائی ہر لحظہ فائدہ اُٹھانے کے واسطے تیار تھے۔ نورالدین نے اپنے حریف اور دشمن عیسائی بادشاہ بالڈون ثالث کے مرنے پر نہایت فیاضی ظاہر کی تھی کہ عیسائیوں کے ضعف اور ابتری میں ان کے ملک پر حملہ کر کے فائدہ اُٹھانے سے بڑی حقارت سے انکار کیا تھا لیکن نورالدین کی وفات پر اموری عیسائی بادشاہ موقع کو غنیمت جان کر اس کے ملک پر چڑھ آیا۔ یہ عیسائی مورخ آرچر کے الفاظ ہیں کہ جب نورالدین مئی ۱۱۷۴ء میں فوت ہو گیا تو اموری نے اپنے بزرگ اور فیاض حریف کے عمل کے برعکس ایک بے سلطان ملک پر حملہ کرنے میں کوئی تامل اور غیرت نہیں ظاہر کی۔ اس نے بانیاس کا آ کر محاصرہ کر لیا۔ لیکن نورالدین کی بیوہ نے اس کو روپیہ دیکر ٹلا دیا۔ اور وہ طبریاس کو ہٹ گیا۔ غرض ایسی حالت میں صلاح الدین شام کو چلا آیا اور عیسائیوں کی مدافعت کے واسطے خود آمادہ ہوا۔ اور نورالدین کے رشتہ داروں کی خانہ جنگی سے اس کی سلطنت کو بچا کر اپنی طاقت کے ساتھ شریک کر کے عیسائیوں کو شام سے نکالنے اور اُن سے بیت المقدس چھڑا لینے میں صرف کیا تو اس کو خداوند کریم کی رحمت اور مسلمانوں کی بھلائی کی حکمت خیال کرنا چاہیئے۔ کہ اسی کے نتیجہ نے عرصہ دراز کے واسطے اس سرزمین میں بنی نوع انسان کا خون بہنا بند کر دیا +

اموری بھی نورالدین کے بعد بہت دن زندہ نہیں رہا۔ بانیاس سے ہٹ کر طبریاس میں جا کر بیمار ہو گیا اور ۱۱ جولائی ۱۱۷۴ء کو مر گیا۔ اور اس کا بیٹا بالڈون تیرہ برس کی عمر میں یوروشلیم میں جانشین ہوا۔ اور ریمنڈ ثانی صاحب طرابلس جو ایک بڑا دولتمند امیر تھا نائب السلطنت مقرر ہوا +

اس کے بعد تیسرا کروسیڈ یا تیسرے کروسیڈ کا وہ زمانہ شروع ہوتا ہے جس میں عیسائیوں کا فریق مخالف بامد مقابل صلاح الدین تھا۔ اور وہی ان سے جنگ کرتا رہا صلاح الدین نے عیسائیوں کی لڑائیوں

کے سب سے بڑے مدعا اور مسلمانوں کی تمناؤں کے مقصود بیت المقدس یعنی یوروشلیم کو عیسائیوں سے چھین لیا اور شاہنشاہ جرمنی و فرانس و آسٹریا و انگلستان اور تمام یورپ کو ایشیا میں اپنے مقابلہ کے واسطے بلا لیا۔ مگر یوروشلیم کو نہ چھوڑا یہی صلاح الدین کا کروسیڈ یعنی جو صلیبی جنگ عیسائیوں نے صلاح الدین سے کیا تمام کروسیڈوں کی جان اور تاریخ کا ایک عظیم کارنامہ ہے اور صرف صلاح الدین کے حالات کو جن میں اس بڑے کروسیڈ کا بیان ضروری ہے بہت مفصل لکھنے کی غرض سے اور انہیں حالات کو حتے الوسع قابل فہم بنانے کے واسطے ہم نے تمام کروسیڈوں کے مختصر حالات بیان کرنے ضروری سمجھے ہیں۔ اور چونکہ تیسرے کروسیڈ کا اہم حصہ صلاح الدین کے حالات میں مذکور ہوگا۔ اس واسطے اس مقام پر اس کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے +

صلاح الدین کا کروسیڈ سابقہ اور آیندہ تمام کروسیڈوں سے بڑا ہے۔ اور درحقیقت آیندہ کروسیڈ تو جہانتک لڑائی اور بہادرانہ کارناموں سے ان کا تعلق ہے پہلے دو کروسیڈوں سے بھی گرے ہوئے ہیں عیسائی مورخ کل کروسیڈوں کی تعداد باعتبار مختلف زمانوں اور اہل یورپ کے حملوں کے نو یا دس شمار کرتے ہیں۔ پہلا کروسیڈ ۱۰۹۵ء سے شروع ہوکر ۱۱۴۲ء کو ختم ہوجاتا ہے۔ دوسرا کروسیڈ ۱۱۴۲ء سے شروع ہوکر ۱۱۴۸ء کو تیسرا کروسیڈ ۱۱۹۳ء کو۔ چوتھا ۱۱۹۵ء سے شروع ہوکر ۱۱۹۸ء کو۔ پانچواں ۱۲۰۴ء کو چھٹا ۱۲۱۵ء کو ساتواں ۱۲۴۲ء سے شروع ہوکر ۱۲۴۵ء کو۔ آٹھواں ۱۲۵۵ء سے شروع ہوکر ۱۲۷۱ء کو ختم ہوجاتا ہے۔ نواں کروسیڈ جو ترکوں کے برخلاف تھا ۱۲۹۱ء سے ۱۲۹۶ء تک شمار کیا جاتا ہے اور دسواں جو ترکوں سے عیسائی دنیا کو بچانے کے واسطے کیا گیا ۱۴۵۳ء سے ۱۴۸۱ء تک خیال کیا جاتا ہے مگر اصلیت یہ ہے کہ جن کروسیڈوں کی غرض فتح یوروشلیم سے وابستہ نہ تھی اُن کو کروسیڈ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی ہر ایک لڑائی کا نام جو ہسپانیہ میں یا دُنیا کے کسی حصہ میں ہوئی۔ کروسیڈ نہیں کہا جاتا ہے +

اب ہم کو ان آخری کروسیڈوں کی جو صلاح الدین کے بعد ہوئے ایک مختصر کیفیت بیان کرنا باقی ہے اور کروسیڈوں کی تعداد شمار کے بلحاظ ہم اس کو بیان کرینگے سلطان صلاح الدین کی وفات پر جو مارچ ۱۱۹۳ء (مطابق ۵۸۹ ہجری) میں واقع ہوئی۔ اس کی سلطنت اس کے بیٹوں اور عزیزوں میں تقسیم ہوگئی۔ اس کا بیٹا افضل دمشق میں۔ عزیز مصر میں ظاہر حلب میں۔ اس کا بھائی عادل کرک میں اور دو بڑے بھتیجے شیرکوہ اور منصور حمص اور حماہ میں حکومت کرنے لگے۔ مگر ان میں اتفاق کا ہونا ناممکن تھا ۱۲۰۰ء میں عادل اور افضل باہم لڑے اور افضل دمشق چھوڑ کر مصر کو بھاگ گیا۔ وہاں عزیز کے

مرنے پر اس کے کم سن بیٹے منصور کا نائب السلطنت بن کر حکومت کرنے لگا مگر عادل نے مصر کو بھی فتح کر لیا اور دو برس بعد ظاہر والی حلب کو بھی مطیع کر کے عادل نے اپنے خاندان کی قوت کو ایک دفعہ پھر فراہم کر دیا لیکن اگست ۱۲۱۸ء مطابق (۶۱۵ ہجری) میں اس کا انتقال ہو گیا اور سلطنت پھر جھگڑوں اور تقسیم میں گرفتار ہوئی۔ البتہ مصر میں مملوکیوں کی سلطنت کے قائم ہونے تک جو اسی خاندان ایوبیہ کر وبہ کے غلام تھے اس خاندان کی حکومت اچھی یا بری حالت میں موجود رہی +

سلطان صلاح الدین کی وفات کے بعد شام کے عیسائی بھی باہم کچھ تنازعات میں مصروف ہو گئے مگر اس عرصہ میں پوپ سلسٹائن ثالث نے ایک نئے کروسیڈ کی کوشش شروع کر دی تھی۔ فرانس اور انگلستان میں تو اس کو ناکامی ہوئی کیونکہ فلپ شاہ فرانس اور رچرڈ شاہ انگلستان آپس میں ہی دست و گریبان ہو رہے تھے لیکن جرمنی کے شاہنشاہ ہنری نے خالص کروسیڈ کی نیت سے یا سسلی (صقلیہ) اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے منظور کر لیا اور ۱۱۹۶ء میں چالیس ہزار فوج کی ہمراہی سے روانہ ہوا۔ مگر اٹلی میں پہنچ کر اپنی سلطنت کے متعلق تنازعات میں مصروف ہو کر رہ گیا۔ لیکن جرمن کروسیڈروں کی ایک بڑی فوج ۱۱۹۷ء میں عکہ میں پہنچی اور مسلمانوں سے لڑائی شروع کر دی۔ ملک عادل نے جس نے عیسائیوں سے لڑنے کا جوش اور ان کی مدافعت کی کوشش کی سرگرمی کا سبق اپنے نامور بھائی سلطان صلاح الدین سے حاصل کیا تھا۔ بالمقابل یافہ پر حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کا دارالحکومت یروشلیم کے کھو جانے کے بعد عکہ قرار پایا تھا۔ اور ان کی حکومت عکہ ہی کی حکومت سے نامزد کی جاتی تھی۔ ملک عادل کے ہاتھوں سے یافہ کو بچانے کے واسطے عیسائی کوئی مضبوط کوشش نہ کر سکے کیونکہ ان کا بادشاہ ہنری گر کر مر گیا تھا۔ اور یافہ کو مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ عکہ کا نیا عیسائی بادشاہ امالرک (یا اموری دوم) ہوا اور شمالی جرمنی سے کروسیڈروں کی تازہ فوجوں کے آجانے پر اس نے بیروت پر حملہ کیا جس کو مسلمانوں نے چھوڑ دیا اموری کو ملک عادل کے برخلاف صور اور سیڈن کے درمیان ایک کامیابی حاصل ہوئی۔ اور ساحل کا کچھ علاقہ پھر عیسائیوں کے قبضہ میں آگیا عیسائی فوج اسی طرح بڑھا جانا چاہتی تھی مگر شاہنشاہ جرمنی کی موت نے جرمنیوں کو واپس بلا لیا۔ اور وہ فتح کئے ہوئے علاقہ کو بے پناہ چھوڑ کر چلے گئے +

۱۱۹۸ء میں ایک فرانسیسی پادری فلک نے نئے کروسیڈ کا وعظ کرنا شروع کیا اور اس کے معجزات نے یورپ میں پھر غلغلہ ڈال دیا۔ یورپ سے ۱۲۰۲ء میں تازہ فوجیں فلسطین کو روانہ ہوئیں مگر بیت المقدس کے متعلق ان کی کوششوں کو قطعی ناکامی ہوئی۔ اور زائرا کو اہل وینس کے واسطے فتح کر کے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کو چلے گئے اور اپنے کروسیڈ کا خاتمہ کر گئے ۱۲۰۳ء میں نئی فوجیں یورپ سے گئیں ناصرہ پر ملک عادل

سے لڑتی رہیں مگر نااتفاقی کے سبب بیت المقدس کا معاملہ چھوڑ کر بوہمنڈ صاحب انطاکیہ کی مدد کرنے کیواسطے چلی گئیں ایک فوج پر راستہ میں مسلمانوں نے چھاپہ مارا۔ اور سوائے ایک سوار کے کوئی متنفس زندہ نہ بچا۔ اس کے بعد اکثر زمانہ عیسائیوں اور ملک عادل کے درمیان صلح کا گذرا۔ اموری دوم سنہ ۱۲۰۵ء میں مر گیا۔ اس کا بیٹا اور ملکہ بھی ایک سال سے زیادہ زندہ نہ رہے تو جان نام ایک شخص کو بلا کر سنہ ۱۲۱۰ء میں حکومت کی وارثہ لڑکی سے اس کا نکاح کر کے عکہ کا بادشاہ بنایا گیا۔ وہ اپنے تازہ حوصلوں سے مسلمانوں سے لڑنے کو آمادہ ہوا۔ مگر سوائے شکست کے کچھ نصیب نہ تھا۔ تو سنہ ۱۲۱۳ء میں پوپ انوسنٹ ثالث کے پاس مدد بھیجنے کے واسطے اپیل کی گئی۔ پوپ نے ایک نئے کروسیڈ کا وعظ شروع کیا اور سنہ ۱۲۱۷ء تک عیسائی فوجیں تیار ہوگئیں جس میں ہنگری کا بادشاہ آسٹریا کا شاہزادہ۔ ہالنڈ کا نواب اور ایک انگریزی ارل (نواب) ممتاز شخص تھے۔ اس فوج نے عکہ میں پہنچکر اس نواح میں کچھ ہاتھ پاؤں مارے مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ تو اُنھوں نے مصر کا رُخ کیا اور دمیاط جا کر محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ عرصہ دراز تک جاری رہا۔ اور اس عرصہ میں ملک عادل فوت ہو چکا تھا۔ اور بیشمار نقصان کے بعد دمیاط کو لے لیا۔ اور قاہرہ کو بڑھے۔ ایک فوج بادشاہ جان کی ان کی مدد کو آرہی تھی مگر پہلی فوج خشکی میں اور دوسری سمندر میں ملک کامل کے قابو میں آگئی۔ اور اگر کامل رحم نہ کرتا جس کے تمام عیسائی مورخ قائل ہیں تو ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ دمیاط کو عیسائیوں نے واپس دے کر اپنی جانیں بچائیں اور کامل نے یہاں تک رحم کیا کہ جب جان عیسائی بادشاہ اپنے ہمراہیوں کی مصیبت اور تنگی پر اس کے سامنے آکر رو دیا تو سلطان کامل کا دل بھر آیا۔ اور رسد وغیرہ کا سامان ان کو خود بھیجا۔ جان اس ذلیل مصیبت سے نجات پا کر یورپ کو وہاں سے امداد مانگنے کے واسطے گیا۔ مگر پھر گمنامی سے نکل نہ سکا۔

اس کے بعد کروسیڈ کو پھر اس وجہ سے شہرت ہونی چاہئے۔ کہ فریڈرک شاہنشاہ جرمنی جو جان کی لڑکی سے شادی کر کے عکہ کا مالک ہو گیا تھا کروسیڈ کے واسطے آیا۔ ملک کامل اور وہ دونو ایک دوسرے سے زور آزمائی نہیں کرنا چاہتے تھے اور باہم دس برس کے واسطے صلح کا عہد و پیمان کر لیا جس کے رو سے یوروشلیم میں عیسائیوں کے گرجے عیسائیوں کو دیدئے گئے اور اُن کے انتظام اور حج کی عیسائیوں کو آزادی دی گئی۔ اس صلح کے بعد ۱۸۔ مارچ سنہ ۱۲۲۹ء کو شاہنشاہ خود یوروشلیم کو گیا اور وہاں سے کسی بہانہ سے عکہ چلا آیا۔ اور یورپ کو روانہ ہو گیا۔

خاندان ایوبیہ کے خانگی تنازعات اب اس کو روز بروز ضعیف کرتے جا رہے تھے۔ ملک عادل کی وفات پر ۱۳۔ اگست سنہ ۱۲۱۸ء کو اس کا بیٹا ملک کامل مصر میں حکمران ہوا تھا اور دوسرے بیٹے شام میں۔ مگر کامل کو ان پر ایک گونہ فوقیت حاصل تھی۔ اور ان کے باہمی تنازعات سے کامل نے فائدہ اُٹھایا تھا

لیکن شام میں اس کی حکومت کو بہت عمدہ کامیابی نہ ہوئی۔ اپنی سلطنت کے آخری سالوں میں اس کو قونیہ کے ترکوں اور تاتاریوں نے جو اس طرف بڑھے آرہے تھے حمصوں میں گرفتار رکھا۔ ۱۲۳۸ء میں اس کا دفعتاً انتقال ہوگیا اور ایوبی خاندان سے شاہزادوں نے باہم جنگ و جدل شروع کردیا۔ آخرکار الصالح دمشق میں حکمران ہوا۔ اور اپنے چچازاد بھائی داؤد کی مدد سے مصر پر حملہ کرکے اپنے بھائی عادل سے سلطنت چھین لی۔ مگر داؤد کی اور اس کی بھی آپس میں نہ بنی اور ان لڑائیوں اور جھگڑوں کے ختم ہونے کی کوئی صورت نہ نظر آئی کہ عیسائیوں کی تازہ فوجیں دس برس کی صلح کی میعاد کے ختم ہونے پر کروسیڈ کے واسطے آپہنچیں۔ یورپ کی تمام بڑی طاقتوں نے اپنی اپنی فوجیں بھیجیں۔ جنہوں نے ۱۲۳۹ء میں عکہ میں پہنچکر سب سے پہلے عسقلان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اس ارادہ سے یافہ کو روانہ ہوئے مگر غازا کے مسلمانوں نے ان پر حملہ کرکے ایسی فاش شکست دی کہ موت اور قید سے جو سردار بچے وہ قیدیوں کے چھڑانے کا فکر کئے بغیر یورپ کو بھاگ گئے۔ ۱۲۴۳ء میں ملک صالح کی کمزوری سے عیسائیوں نے اس سے خط و کتابت کرکے ایک نیا عہدنامہ اس کے ساتھ کرنے سے فائدہ اٹھایا جس سے یوروشلیم پھر عیسائیوں کے ہاتھوں میں پڑگیا تھا مگر عیسائیوں کی اس خوشی کی مدت بہت قلیل تھی۔ ملک صالح نے خوارزم شاہیوں سے جن کو چنگیز خاں نے ان کی بخارا کی سلطنت سے خارج کردیا تھا مدد مانگی تو خوارزمی صالح سے ملنے کیواسطے جنوب کو جاتے ہوئے یوروشلیم پر ٹوٹ پڑے اور تیس ہزار باشندے قتل کر ڈالے۔ اس آفت کو ٹالنے کے واسطے جس کو مسلمانوں نے خود بلایا تھا مسلمان عیسائیوں کے ساتھ خود متحد ہوئے اور خوارزمیوں کے مقابلے کے واسطے لشکر جمع کیا۔ مسلمان اہل الرائے نے یہ صلاح دی کہ جب تک یہ وحشی انبوہ خود بخود منتشر نہ ہوجائے اُس وقت تک صبر سے بیٹھنا چاہئے مگر عیسائیوں نے اس صلاح کو نہ مانا اور مسلمانوں کی فوج کو بھی ساتھ لے کر غازا کے قریب ۱۸ اکتوبر ۱۲۴۴ء کو خوارزمیوں سے لڑائی کی مسلمانوں اور عیسائیوں کو خوارزمیوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی اور بھاگ نکلے عیسائی فوج بالکل تباہ ہوگئی عیسائیوں کے جنگی فرقوں ٹمپلر اور ہاسپٹلرس صرف چار اور اُنیس یعنی کل تیئس زندہ بچے دو عیسائی سرگروہ پکڑے گئے تھے۔ وہ قید ہی میں مر گئے بقول آرچر کے "یہ ابتری اور تباہی فلسطین کے فرنگیوں کی طاقت کے واسطے ایسی مہلک تھی کہ اس لمحہ سے عیسائی سلطنت کی شکل و صورت ہی بگڑنے لگ گئی +

یوروشلیم کی تباہی نے یورپ میں ایک نئے کروسیڈ کی تحریک کی جس کو بعض عیسائی مورخ سب سے آخری کروسیڈ شمار کرتے ہیں آرچر اس کروسیڈ کے بیان کے آغاز میں لکھتا ہے "کہ اس امر کی امید ہونی چاہئے تھی کہ یوروشلیم کی بربادی سے تمام عیسائی دنیا پر ایک ہیبتناک صدمہ گزرتا۔ اور تمام عیسائی یوروشلیم کو دوبارہ فتح کرنے کے واسطے اٹھ کھڑے ہوتے ٹھیک ایک صدی پیشتر ایڈیسہ کا کھویا جانا اگرچہ وہ شہر یورپ کے

اغراض سے بہت بعید تھا مگر بادشاہوں امرا اور زمینداروں کو اس نے بلالیا لیکن تیرھویں صدی میں ایشیا کی حالت وہ نہیں رہی تھی جو بارھویں صدی میں تھی۔ اس نئے زمانہ کی لفریبیاں مختلف تھیں اُمیدیں مختلف اور مقاصد مختلف تھے۔ اور مغرب کی ملکی ہوشیاری ایک نئی سمت میں بہہ رہی تھی۔ انسلم اور ہلڈیبرٹ کا زمانہ گذر چکا تھا۔ اور راجر بیکن اور البرٹس میگنس (حکمائے زمانہ متوسط) کا زمانہ شروع ہو رہا تھا۔ مذہب اشتعالات کا باعث ہی نہیں رہا تھا بلکہ زیادہ تر فلسفیوں کی موشگافیوں کے واسطے رہ گیا تھا اور کوئی ایسی چیز نہیں رہا تھا کہ کسی عملی آدمی کو اس کے متعلق اپنے آپ کو کوئی مزاحمت کرنا پڑے اس کے علاوہ یورپ اس خطرہ میں تھا کہ تاتاری والگا سے لے کر بحر ظلمات تک اس کی تمام شائستگی اور حکومت کو مٹا دینگے۔ جرمنی اور انگلستان کے بادشاہ اپنے جھگڑوں میں مبتلا تھے ہسپانیہ میں مسلمانوں کے برخلاف عیسائیوں کا دائمی کروسیڈ جاری تھا۔ اور حکومت یورشلیم کے معاملہ کو اپنی اغراض پر ترجیح دینا پسند نہیں کرتے تھے تاہم لوئیس شاہنشاہ فرانس جو ایک مذہبی طبیعت کا شخص تھا کروسیڈ کے واسطے آمادہ ہو گیا اور گو ایڈورڈ انگلستان کا شہزادہ لوئیس کے ساتھ نہ جاسکا مگر ممالک کے امرا میں انگلستان کے بھی مشہور اور بہادر سردار اور لوگ شریک تھے۔ لوئیس ۱۲۴۸ء میں بہت بڑے اہتمام اور تزک و احتشام کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور عرصہ تک قبرس میں ٹھیر کر تیاریاں کرتا رہا اور مصر پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر کے اٹھارہ سو جہازوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ دمیاط میں پہنچنے پر (مئی ۱۲۴۹ء) مسلمان اس عظیم لشکر کے مقابلہ میں بھاگ گئے۔ اور عیسائیوں نے اس شہر پر بلا مزاحمت قبضہ کر لیا۔ دمیاط میں چھ مہینے شام کی فوج کا انتظار کیا گیا اور پھر براہ راست قاہرہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی گئی۔ دریائے نیل نے ان کا راستہ روک دیا۔ اور اس موقع پر مسلمانوں کے سامنے کوئی پیش رفت نہ گئی اور عیسائیوں نے اپنے روزمرّہ کے بگڑتے ہوئے حالات میں جو جدوجہد جاری رکھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی فوج فنا ہو گئی۔ اور شاہنشاہ لوئیس ایک مسلمان کے احسان سے موت سے بچ کر قید ہو گیا اور زمانہ دراز کے بعد مصیبتیں اُٹھا کر مسلمانوں کو دمیاط واپس دے کر اور بیشمار روپیہ ادا کر کے قید سے آزاد ہوا اور عکہ میں آ کر چار برس تک اس سرزمین میں قیصاریہ۔ یافہ اور سیڈن وغیرہ بندرگاہوں کی مرمت اور درستی میں مصروف رہا۔ اور ۱۲۵۴ء میں فرانس کو واپس چلا گیا۔ اس عرصہ میں ملک صالح کے بیٹے ملک تورانشاہ کی وفات اور ملکہ شجرۃ الدر کی حکمرانی سے پھر ابتری پیدا ہو گئی تھی اور وہ زمانہ قریب آ رہا تھا کہ ملک الاشرف کی برائے نام سلطنت کو مٹا کر ایوبیہ سلطنت کی بجائے مصر میں اسی خاندان کے غلام حکمرانی کرنے لگیں +

شاہنشاہ لوئیس سولہ برس کے بعد ۱۲۷۰ء میں پھر کروسیڈ کے واسطے آیا اور ٹیونس کو عیسائی کرنا

اپنا سب سے پہلا مدعا قرار دیا مگر وہاں پہنچ کر سوائے اس کے اور کوئی آرزو اس کی پوری نہ ہوئی کہ بیمار پڑ کر یوروشلیم کی طرف منہ کئے ہوئے یوروشلیم یوروشلیم پکارتے ہوئے اس کا دم نکل گیا +

اس وقت شام کے عیسائیوں کو یورپ کی طرف سے کوئی اُمید باقی نہیں رہی تھی۔ البتہ تاتاریوں کو مسلمانوں کی سلطنتوں کو فتح کرتے ہوئے دیکھ کر ان کو ڈھارس بندھ گئی تھی کہ یہی لوگ جو مسلمانوں کے دشمن ہیں ان کی حمایت کرینگے۔ اور مسلمانوں کی سلطنتوں کی بربادی ان کو دکھاوینگے چنگیز خاں اور اُسکے جانشینوں کے ساتھ عیسائیوں نے خط و کتابت کی تھی اور جب تاتاری بغداد کو تباہ کر کے شام کی طرف بڑھے تو عیسائی ان کی آمد کو بیم و رجا کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ تاتاریوں نے حلب۔ حماہ۔ اور دمشق کو فتح کر لیا سلطان نے تاتاریوں کو مسلمانوں اور عیسائیوں کا مشترک دشمن سمجھ کر عیسائیوں سے مدد مانگی مگر عیسائیوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے مسلمانوں کو مدد دینے سے انکار کر دیا۔ تاتاریوں کی سلطنت اس وقت مشرقی حدود سے لے کر جرمنی کی حدود تک پہنچ چکی تھی چین۔ ایران۔ ترکستان۔ روس فتوح ہو چکے تھے۔ اور یورپ اتفاق سے ان کے ہاتھوں سے بچ گیا تھا۔ اور شام اور مصر کے بیچارے سلطان تو ان کے سامنے شیر کے مقابلہ میں ایک پشہ بھی نظر نہیں آتے تھے۔ مگر ہر فرعونے را موسےٰ مشہور ہے اور تاتاری فرعون کے واسطے وہ موسےٰ مصر کا سلطان ملک مظفر قطز تھا جو خاندان مملوک (غلاماں) کا تیسرا فرمانروا تھا۔ ملک قطز نے شام میں بڑھ کر تاتاریوں کو روکا۔ اور ۳ ستمبر سنہ ۱۲۶۰ء کو عین طالوط پر ان کو شکست فاش دی۔ یہ جنگ دنیا کے عظیم جنگوں میں سے ایک شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس نے تاتاری طاقت کی ملک شکن فوجوں کو مغرب کی طرف بڑھنے سے روک دیا ملک قطز نے اپنی اس نامور فتح سے چنداں فائدہ حاصل نہ کیا کیونکہ وہ دوسرے ہی سال قتل کر دیا گیا اور اس کی جگہ ملک ظاہر بیبرس تخت پر بیٹھا بیبرس کی سلطنت کا پہلا سال تو تاتاریوں ہی کی بیخ کنی میں گذرا اور حمص کے پاس ان کو شکست دے کر ان کی طاقت کو پراگندہ کر دیا۔ تاتاریوں کی سلطنت کے ساتھ عیسائیوں کی امیدیں بھی خاک میں مل گئیں اور مسلمان جب تاتاریوں سے فارغ ہو گئے تو عیسائیوں کو پھر ان کے ساتھ مشغول ہونا پڑا۔ ملک ظاہر بیبرس نے سنہ ۱۲۶۳ء میں عکہ کا رُخ کیا اور ارسوف کو فتح کر لیا۔ دوسرے سال میں اس نے صفد کو فتح کیا۔ ۱۲۶۷ء میں عکہ کو تاخت و تاراج کیا۔ دوسرے سال میں یافہ کو فتح کر کے انطاکیہ کا محاصرہ کیا اور بقول عیسائی مورخ کے ایک سو ستر برس پہلے عیسائیوں نے جس شہر کو چھ مہینہ میں فتح کیا تھا فیروز کی دغابازی سے مسلمانوں نے اس کو اتنے دنوں میں فتح کر لیا +

انطاکیہ کی شکست یورپ کے ایک عیسائی شہزادے کو شام کی عیسائی سلطنت کا ماتم کرجانے کے واسطے

نے آئی۔ یہ شہزادہ جو سب سے آخر اس سرزمین میں کروسیڈ کے واسطے آیا ہے انگلستان کے بادشاہ ہنری کا بڑا بیٹا ایڈورڈ تھا۔ مگر اس تمام زحمت سے اس کو سوائے اس کے کچھ حاصل نہ ہوا کہ ایک مسلمان ایلچی نے اس کو چھری مار کر مار ڈالنا چاہا۔ اور گو شہزادہ کی جان بچ گئی مگر زخم سے کچھ روز تکلیف اٹھا کر واپس چلا گیا۔ شام کی عیسائی سلطنت کے نام و نشان کا مٹا جانا ملک بیبرس کی قسمت میں نہ تھا۔ بیبرس ۱۲۷۷ء میں مر گیا اور عیسائیوں کو خوشی حاصل ہوئی مگر یہ خوشی چند روزہ تھی۔ ملک منصور قلادون نے طرابلس اور اور چند شہر عیسائیوں سے چھین لئے اور یہ تمام مفتوح شہروں کے لوگ عکہ میں جمع ہوتے گئے تھے عکہ پر عیسائی خود مصیبت لائے عیسائیوں نے مسلمانوں کا ایک قافلہ لوٹ لیا۔ اور سلطان نے جب ان سے اس کی تلافی چاہی تو انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ یہ ملک اشرف صلاح الدین خلیل کا زمانہ تھا۔ اور عکہ کی فتح اسی بزرگ نام کی قسمت میں تھی۔ ۲۵ مارچ ۱۲۹۱ء کو ملک اشرف نے عکہ کا محاصرہ کیا اور مئی ۱۲۹۱ء میں اس کو فتح کر لیا اور بقول عیسائی مورخ کے عکہ جس کو تیسرے کروسیڈ میں عیسائیوں نے فتح کیا تھا ایک صدی کے بعد ان سے چھین لیا۔

عکہ کی شکست اور کھوئے جانے پر پوپ نے یورپ میں بہت غل مچایا۔ مگر کسی عیسائی بادشاہ یا سردار نے ہتھیار نہ اٹھائے اور شام کے کروسیڈوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد کروسیڈ عثمانی ترکوں کے برخلاف تھے۔ یورپ کو دو صدیاں ایشیا پر حملہ کرنے کے بعد اب اپنی باری میں ایشیا کے حملے برداشت کرنے پڑے تھے سلطان بایزید نے بلگیریا اور سرویا کو فتح کر کے ہنگری کو جا دھمکایا تھا۔ یورپ میں اس کے برخلاف کروسیڈ کا وعظ کیا گیا۔ لیکن بقول آرچر کے یورپ اور قسطنطنیہ کو اس سے عیسائی دنیا کی بہادری نے نہیں بچایا۔ بلکہ تیمور کی طاقت نے اس کے بعد کچھ عرصہ تک یونانی سلطنت بایزید کے لڑکوں کی باہمی لڑائیوں کے سبب سے بچی رہی اور جب سلطان محمد ثانی نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ کو فتح کر لیا تو ایک کروسیڈ کا وعظ کیا گیا۔ مگر قسطنطنیہ آج تک عثمانی ترکوں کا اپنا ہے۔

کروسیڈ یعنی صلیبی لڑائیوں کے نتائج ان کے بیان سے جدا نہیں ہو سکتے۔ کروسیڈ کے عیسائی مورخوں نے سینکڑوں صفحات اس مضمون کی نذر کر دیئے ہیں کہ کروسیڈ کے نتائج کیا ہوئے۔ خونریزی اور ممالک اور دیار و امصار کی تباہی خلق اللہ کی مصیبت جس کا ایک ایک دردناک نظارہ انسانیت کو خون کے آنسو بہا دینے کے واسطے کافی ہے اور ہر ایک قسم کے ایسے نقصانات میں جن کی تلافی زمانہ دراز کے بعد ہوئی ہو گی۔ ایشیا کا حصہ یورپ سے کچھ ہی کم ہو گا۔ لیکن ایشیا کو سوائے ان

نقصانات اور مصائب کے صلیبی لڑائیوں سے اور کچھ حاصل نہیں ہوا لیکن یورپ کو کروسیڈ سے اس قدر
عظیم فوائد حاصل ہوئے ہیں کہ تمام عیسائیوں کے خون اور مصائب کو وہ اس کا ادنےٰ معاوضہ قرار دے سکتے
ہیں۔ ہمارے پاس تفصیل سے بحث اور گفتگو کرنے کے واسطے گنجائش نہیں ہے صرف گیارھویں
صدی کے یورپ کو جب کہ اس نے کروسیڈ کے واسطے قدم باہر نکالے تھے چودھویں صدی
کے یورپ سے جب وہ کروسیڈوں سے تھک کر بار اُن کی نسبت اپنی آنکھیں کھول کر بیٹھ گیا
ہے مقابلہ کرنا چاہئے۔ اور دیکھنا چاہئے کہ کیونکر ایک محض جاہل اور وحشی دنیا اپنی جہالت کی
زنجیروں کو توڑ کر ترقی کر کے راستہ پر سرپٹ جاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اِس عرصہ میں یورپ کی ملکی۔ مذہبی
سوشیل یعنی امور تمدن اور معاشرت کے متعلق۔ تجارتی اور عقلی اور دماغی زندگی کی کایا بالکل پلٹ گئی
تھی۔ تمام یورپ میں ملکی خیالات۔ اور امور سیاست میں نہایت وسعت ہوئی۔ اور انگلستان کی
آزادی بہت کچھ کروسیڈ ہی کی برکت تھی۔ مذہبی خیالات میں کروسیڈ کی بدولت سب سے صریح
اور واضح تبدیلی ہوئی ہے اور یورپ کی اُس حالت سے جبکہ وہ پوپ کے فرمان کو خدا کا حکم تصور کر کے
کروسیڈ کے واسطے ہر دفعہ تیار ہو گیا تھا۔ اس دوسری حالت سے آسانی مقابلہ کیا جا سکتا ہے جب کہ
پوپ کی طاقت کو توڑنے اور اُس کے پنجوں سے رہائی پانے کے واسطے تمام یورپ شہادت حاصل کرنے
کو تیار تھا۔ امور تمدن و معاشرت میں ایسی صریح تبدیلی ہوئی۔ فیوڈل سسٹم کی بربادی نے یورپ کی رعایا
کو عذاب اور مصیبت سے بچا لیا اور ہر ایک قسم کے اسباب معاشرت میں ترقی ہو گئی۔ وہ جاہلانہ حالت جس
میں حیوانات کا گوشت اور پوست یورپ کی سب سے بڑی نعمتیں تھیں اس کے مقابلہ میں مسلمانوں
کی پُر تکلف اور عیش و عشرت کی زندگیوں کے تمام اسباب نصیب ہو گئے۔ تجارت پر بہت مضبوط
اور دائمی اثر پڑا۔ اٹلی والوں کے جہازات نے جو کروسیڈروں کے واسطے سامان لانے میں کثرت سے
چلے گئے تھے۔ ہر ایک ملک کو تجارت کا سبق دیا اور سمندر میں اور خشکی میں یورپ کی تمام قومیں تجارت
میں مشغول ہو گئیں۔ ایشیا کے مصالح جات۔ عطریات۔ خوشبوئیں۔ قالینیں۔ صدہا قسم کے ریشمی اور
زریں اور بیش قیمت سوتی اور اونی پارچات اور دوسری ہر ایک قسم کی ترقی کی ہوئی پیداواریں صرف
یورپ کو عیش و عشرت کے اسباب دینے کا باعث نہیں ہوئیں بلکہ صنعت اور حرفت اور کاشتکاری کی
نسبت ان کی آنکھیں کھول دیں۔ یہ دو سو برس کا زمانہ جو کروسیڈروں نے ایشیا میں گذارا ہے
اور مسلمانوں سے مل جل کر رہے ہیں یورپ کو ایشیا سے ہر ایک چیز سیکھ لینے کے واسطے کافی تھا
یورپ کے علوم و فنون کو اسی زمانہ نے بے انتہا فائدہ پہنچایا ہے۔ ادب میں فن تاریخ کو بہت ترقی

ہوئی اور باقاعدہ تاریخی حالات کا لکھا جانا خود کروسیڈ کی تاریخ کی ضرورت نے سکھلایا۔ تاریخ سے بڑھ کر جغرافیہ پر اثر پڑا جس کا پڑھنا ضروری تھا اور سائنس اور حکمت میں گو عیسائیوں نے ہسپانیہ کے مسلمانوں سے اور غرناطہ اور قرطبہ اور سلرنو اور طلیطلہ کے دار العلوم اور دار الحکمتوں سے براہ راست زیادہ سیکھا ہے مگر ایشیا کے مسلمانوں میں بھی یہ ذخیرہ سکھلانے کے واسطے کچھ کم نہیں تھا +

کروسیڈ کی لڑائیوں میں اہل یورپ صرف اہل ایشیا اور مسلمانوں ہی سے نہیں ملے بلکہ یورپ کی مختلف اور بیشمار قوموں کو جو ایک دوسرے سے محض اجنبی تھیں باہم ملنے اور تبادلہ خیالات کا موقع ملا اور اس سے یورپ کو بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ تمام زبانوں کے اختلاط سے ہر ایک زبان وسیع اور کامل ہوتی گئی۔ شاعرانہ لٹریچر کے واسطے کروسیڈ نے بیشمار مواد بہم پہنچایا اور لوگوں کے قوائے عقلی اور قوائے دماغی کو انواع واقسام کی اشیاء اور منظر ان کے سامنے لانے اور حقائق اشیاء کی معرفت کی طرف مائل کر دینے سے شاعرانہ خیالات اور مادہ کو بے انتہا ترقی بخشی۔ گو کروسیڈ کی لڑائیوں نے یورپ کے جنگی جاہلانہ جوشوں کو کم کر دیا مگر شام اور مصر اور ایشیا کے میدان عیسائیوں کے واسطے فنون حرب کی تعلیم کے لئے دو سو برس تک مکاتب کا کام دیتے رہے اور مسلمانوں سے ان کے ہر قسم کے جنگی آلات کے دیکھنے اور اُن کی نقل کرنے سے وہ اس وقت تک کی ترقی کے مالک ہو گئے۔ غرض کروسیڈ نے یورپ کو اپنی اس ترقی کے معراج کا راستہ دکھلایا۔ جس پر وہ آج ہم کو دکھائی دیتا ہے۔ اور ایشیا کو اس حضیض تنزل کا جس میں وہ پڑا ہوا ہے +

باب اول

ملک الناصر سلطان صلاح الدین اعظم

پیدائش۔ خاندان طفولیت اور اس کے بعد

صلاح الدین یوسف ۵۳۲ھ ہجری میں قلعہ تکریت میں پیدا ہوا۔ اُس کا باپ نجم الدین ایوب بن شاذی اور اس کا چچا اسدالدین شیرکوہ یہ وہی شخص ہیں جنہوں نے ملک العادل نورالدین زنگی سے تقرب حاصل کر کے خاندان ایوبیہ کردیہ کی بنیاد رکھی۔ خاندان کا نام کردیہ ان کی قوم کی نسبت سے ہے۔ یہ دوازی یا رواد یہ کرد تھے۔ اور یہ قوم کردوں کی قوموں میں اشرف مانی جاتی ہے۔ اور ایوبیہ نجم الدین ایوب کے نام کی رعایت سے کہا جاتا ہے +

اسی خاندان کو بعض اوقات صلاح الدین کے نام کی نسبت سے دولت صلاحیہ بھی کہا جاتا ہے اور اگر صلاح الدین نے اپنی بزرگی خود ہی اپنے باپ کو نہ دی ہو۔ تو صلاح الدین سے بڑھ کر اور کون اس امر کا مستحق ہو سکتا ہے کہ خاندان کا نام اس کے نام سے منسوب کیا جاوے۔ نجم الدین کا مقام پیدائش بعض دوین بعض مشتحان بعض جبل جور بیان کرتے ہیں۔ مگر دوین سے ان کو زیادہ نسبت معلوم ہوتی ہے۔ ایوب کا باپ تقی الدین عمر شاذی تھا۔ اور شاذی سے اوپر ان کی نسب کا پتہ نہیں چلتا +

سلطان صلاح الدین کا بھتیجا اسمٰعیل بن طغتکین بن ایوب بن شاذی جب اپنے باپ سیف الاسلام کی جگہ یمن کا والی ہوا۔ تو اپنی نسب کو بنی اُمیہ کے آخری خلیفہ مروان سے ملا دیا۔ اپنی ذات کو خلیفہ کہہ کر الامام الھادی بنور اللہ المعزالدین امیرالمومنین لقب اختیار کیا۔ اور خلافت کو بنی ہاشم سے بنی اُمیّہ کی طرف پھیر دینے کی کوشش کی۔ مگر یہ نسبت اسی کوشش کی غرض سے تھی۔ درحقیقت خود سلطان صلاح الدین نے بھی اپنی رباط نجمی کی وقف کی تحریر میں اپنے سلسلہ نسب کو شاذی پر ختم کر دیا۔ اور اِس لئے

اوپر نہیں لے جا سکا +

نجم الدین ایوب کو جو اپنے سب بھائیوں میں بڑا تھا۔ تمام مورخوں نے بالاتفاق نہایت نیک نہاد عابد زاہد متقی رحیم کریم حسن الاخلاق ہنر پرور اور علما و فضلا کی قدر کرنے والا بیان کیا ہے موصل میں اس نے تربیت پائی تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق مجاہد الدین نے اس کی عقل اور جودت کو دیکھ کر اس کو قلعہ تکریت کا وزدار یعنی حاکم مقرر کیا تھا۔ اور ایوب اپنے بھائی اسد الدین کو تکریت میں ساتھ لے گیا +

دوسری روایت یہ ہے کہ موصل میں وہ سلطان محمد بن ملک شاہ سلجوقی کی خدمت کر رہا تھا۔ اور اس نے نجم الدین کو قابل پا کر تکریت کا والی مقرر کر دیا تھا۔ اور اس کی معدلت سے رعایا اس سے نہایت خوش تھی۔ جب سلطان مسعود تخت نشین ہوا تو اس نے تکریت کا قلعہ مجاہد الدین بزان کو بخشدیا اور مجاہد الدین نے ایوب کو بدستور حاکم تکریت رہنے دیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ کے زمانہ میں ۵۲۶ھ میں جب اتابک شہید عماد الدین زنگی (یعنی نور الدین کا باپ) عراق سے شکست کھا کر بھاگا تھا۔ اور سلطان محمود سلجوقی کا بیٹا خواجہ ساقی اتابک داؤد بھی اس کے ہمراہ تھا۔ تو تکریت سے گذرتے ہوئے نجم الدین ایوب نے اس کی بہت خدمت کی تھی اور کشتیوں کا انتظام کر دیا تھا۔ اور اس کے ہمراہیوں سمیت اس کو دجلہ سے پار کر دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے چھ برس بعد ایوب کو تکریت چھوڑنا پڑا۔ اس کے متعلق مختلف روایات بیان کی گئی ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ اسد الدین کا جو وہاں اپنے بھائی نجم الدین کے پاس رہتا تھا۔ ایک عیسائی سے جھگڑا ہو گیا۔ اور اسد الدین نے اس کو مار ڈالا۔ مجاہد الدین کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے دونو بھائیوں کو تکریت سے نکال دیا اور بعض یہ روایت کرتے ہیں کہ خود ایوب ہی ایک دن تیر اندازی کر رہا تھا کہ بھورنگے غلام کو (جو غالباً عیسائی تھا) تیر لگ گیا۔ اور وہ مر گیا۔ اور ایوب خوف سے اسد الدین کو ساتھ لے کر شام کو چلا آیا۔ یہ واقعہ ۵۳۲ھ ہجری کا معلوم ہوتا ہے جس سال میں صلاح الدین تکریت میں پیدا ہوا تھا۔ کیونکہ ایک روایت اس قسم کی (کتاب الروضتین میں) محفوظ رکھی گئی ہے کہ صلاح الدین اُس روز پیدا ہوا تھا جس روز اس کے باپ کو تکریت سے اخراج کا حکم ملا تھا یا بھاگا تھا۔ اور نجم الدین ایوب نے اُس کی تولید کو نحس خیال کیا تھا۔ اور اس کا نام رکھنے کی بھی پروا نہیں کی تھی۔ مگر ایک عیسائی نے اس موقع پر پیشین گوئی کی تھی کہ یہ تولید نہایت سعید ہوگی۔ اور صلاح الدین ایک دن ایک عظیم الشان بادشاہ ہوگا +

غرض نجم الدین تکریت سے شام میں بزرگ اور نامور زنگی (عماد الدین) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ زنگی نے اس کی عزت کی۔ اور بہت انصاف و اکرام سے پیش آیا۔ اور اُس کو جاگیریں عطا کیں۔ اور اپنے مخصوص لشکریوں

میں قرار دیا۔ اور جب بعلبک کو فتح کیا۔ تو نجم الدین ایوب کو اس کا سردار یعنی حاکم مقرر کیا۔ عماد الدین زنگی کے ایک غلام کے ہاتھوں سے قتل ہونے پر لشکر دمشق نے بعلبک کا محاصرہ کیا۔ نجم الدین ایوب نے سیف الدین غازی کو اطلاع دی۔ مگر وہ بعلبک کا عزم کرنے کے واسطے فارغ نہیں تھا۔ تو اس نے بعلبک کو دمشقیوں کے حوالہ کر کے ان سے جاگیریں لے لیں۔ اور بعد ازاں لشکر دمشق کا امیر کبیر یعنی سپہ سالار ہوا۔ نجم الدین ایوب کا بھائی اسد الدین شیرکوہ جو بڑے بھائی کے ساتھ زنگی کے پاس رہا کرتا تھا۔ زنگی کے قتل پر اس کے نامور اور جلیل الشان بیٹے ملک العادل نور الدین کے پاس چلا گیا۔ اور اس کی ملازمت اختیار کر لی۔ اور اپنی دلیری اور ہمت اور شجاعت سے نور الدین کو فریفتہ کر لیا۔ اور اپنی قیمتی خدمات کے صلہ میں حمص اور رحبہ اور دوسرے مقامات بطور جاگیر حاصل کئے۔ اور نور الدین کی فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ جب نور الدین نے دمشق کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اس نے شیرکوہ کو فرمائش کی کہ اپنے بھائی نجم الدین ایوب کو جو اس وقت دمشقیوں کا جاگیردار اور فوج کا سپہ سالار دمشق میں مقیم تھا مراسلے لکھے اور اس سے امداد طلب کرے۔ نجم الدین مدد دینے پر راضی ہو گیا۔ اور دمشق کے فتح ہونے پر دونو بھائیوں کو ان خدمات کے صلہ میں جاگیریں عطا ہوئیں۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب نجم الدین ایوب کو دمشق کے فتح ہونے کی خبر ملی اس وقت وہ بعلبک میں تھا۔ اور نور الدین کو لکھ کر بعلبک اس کے حوالے کر دینا چاہا۔ جس پر اس نے آکر قبضہ کر لیا۔ اور نجم الدین ایوب کو اپنے اصحاب میں داخل کر لیا۔ مگر زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجیر الدین صاحب دمشق نے نجم الدین ایوب کو بعلبک سے دمشق میں بلا لیا +

عیسائیوں نے جب اپنے دوسرے کروسیڈ میں جس میں فرانس اور جرمنی کے دونو بادشاہ شامل تھے۔ ۱۱۴۸ء (مطابق ۵۴۳ہجری) میں دمشق پر حملہ کیا تھا تو اس تذکرہ پر عیسائی مورخ مچاڈ کہتا ہے کہ اس محاصرہ کا ایک قابل ذکر امر یہ ہے کہ ایوب جو خاندان ایوبیہ کا سردار اور دمشق کی فوج کا حاکم تھا۔ اس کے ساتھ اس کا نوعمر لڑکا صلاح الدین بھی تھا۔ جو ایک دن عیسائیوں پر ایسا غالب آنیوالا تھا کہ یروشلیم کا مالک ہو جاوے۔ ایوب کا سب سے بڑا بیٹا ایک حملہ میں مارا گیا تھا۔ اور باشندگان شہر نے اس کی یادگار میں ایک سنگ مرمر کی قبر بنا دی تھی۔ جو شہر پناہ کے نیچے صدیوں بعد تک موجود تھی۔ عیسائی مورخ کی طرح ایک مسلمان مورخ نے بھی ایوب کے ایک بڑے بیٹے توران شاہ کا اس کی وفات سے بہت پہلے گذر جانا لکھ دیا ہے۔ لیکن اس سے تائید ہوتی ہے کہ اس کے بعد بھی نور الدین کے دمشق پر حملہ کرنے کے وقت ایوب دمشق ہی میں موجود اور امیر لشکر تھا۔ اور نور الدین نے اس کی خدمات کے صلہ میں یا ایک روایت کے مطابق شیرکوہ کی سفارش پر اس کو جاگیریں دیں۔ اور دمشق کی حفاظت اور انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ اور نجم الدین ایوب نے اپنے بیٹے توران شاہ کو جو صلاح الدین سے بڑا تھا دمشق کا شحنہ مقرر کیا +

الغرض نجم الدین ایوب اور اسد الدین شیرکوہ نور الدین کے سب سے بڑے مقربوں اور معتمدوں میں تھے اور اس کے خواصوں میں ان کے مقابلہ کا کوئی شخص نہیں رہا تھا۔ ایوب کو دو تمام خواصوں کے علاوہ شیرکوہ پر بھی یہ فضیلت اور خصوصیت حاصل تھی کہ نور الدین کے سامنے اس کو بلا اجازت بیٹھ جانے کی اجازت تھی۔ اور یہ عزت اور کسی کو حاصل نہ تھی۔ شیرکوہ نور الدین کے تمام خواصوں اور ملازموں میں اپنی خدمات کے سبب سے ممتاز تھا۔ ۵۴۹ھ میں دمشق کی فتح میں سب سے بڑا حصہ اسی نے لیا تھا۔ اور لڑائی میں ایسی بہادری اور شجاعت دکھائی تھی کہ ایک روایت کے بموجب اس کے صلہ میں نور الدین نے دمشق اس کے حوالے کر دیا تھا۔ لڑائیوں میں شیرکوہ نور الدین سے پہلے اور ہر ایک جگہ موجود ہوتا تھا۔ نور الدین کے بعض فتوحات شیرکوہ کی اکیلی قوت بازو کا نتیجہ تھیں۔ ۵۵۲ھ میں جب پہلی دفعہ نور الدین بیمار ہوا۔ تو اپنے خواصوں میں شیرکوہ کو خصوصیت سے اپنا وصی بنایا۔ اور نور الدین کی دوسری بیماری (۵۵۴ھ ہجری) کے موقع پر جب اس کا بھائی نصرت الدین صاحب موصل دمشق پر قبضہ کرنے کو بڑھا تھا تو شیرکوہ ہی تھا جو عربی مورخ کے الفاظ میں ہوا کی طرح اٹھا اور نصرت الدین کے روکنے کے لئے لشکر لے کر آگے بڑھا۔ غرض شیرکوہ کی خدمات اور اس پر نور الدین کی مہربانیاں دونوں بڑھی ہوئی تھیں۔ ایوب اور شیرکوہ کی متعدد اغراض پر ان کی خدمات کا اثر مساوی پڑتا تھا +

عیسائی مورخ آرچر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۶۱ء (مطابق ۵۵۶ھ ہجری) میں جب یوروشلیم کا عیسائی بادشاہ نور الدین کی غیر حاضری میں موقع پا کر نواح دمشق میں پہنچ گیا تھا۔ تو صلاح الدین کے باپ ایوب نے ہی جو شہر کا گورنر تھا۔ اس کو ٹال دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام عرصہ میں دمشق کی حفاظت اور انتظام نجم الدین ایوب کے ہی متعلق تھا۔ صلاح الدین کا بڑا بھائی نور انشاہ دمشق کا شحنہ رہا۔ گو یہ روایت غلط ہے کہ وہ اسی عہدہ پر وہ مر گیا۔ کیونکہ نور انشاہ الملقب بہ شمس الدولہ صلاح الدین کے زمانہ میں یمن کا فرمانروا ہوا۔ لیکن وہ کسی وجہ سے شحنگی دمشق سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ اور اس کی جگہ صلاح الدین دمشق کا شحنہ مقرر ہوا تھا۔ صلاح الدین یوسف جب اس عہدہ پر دمشق میں مقرر ہوا تھا۔ تو عرقلہ نے اس کی تہنیت میں یہ ابیات کہے تھے:-

لصوص الشام توبوا من ذنوب	اے شام کے چورو گناہوں سے توبہ کرو۔
تكفرها العقوبة والصفاد	عذاب اور قید تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو گا۔
لئن كان الفساد لكم صلاحا	پہلے اگرچہ تمہاری بدچلنی اور قباحت تمہاری صلاح تھی
فمولانا الصلاح لكم فساد	مگر اب تو مولانا صلاح الدین تمہارے لئے فساد و ہلاکت ہے،

اسی شاعر نے صلاح الدین یوسف کے شحنہ دمشق ہونے کے زمانہ میں یہ ابیات کہے تھے:-

رويدكم يا لصوص الشام	اے شام کے چورو اپنی حرکات سے باز آؤ۔

انی لکم ناصح فی مقال	میں تمہیں اپنے قول سے نصیحت کرتا ہوں۔
وایاکمو وسمی النبی	پیغمبر کے ہمنام یوسف سے اپنی جانوں کو بچاؤ۔
یوسف رب الحجی والجمال	جو عقل اور جمال کا صاحب ہے۔
فذاک مقطع ایدی النساء	وہ (حضرت یوسفؑ) تو عورتوں کا ہاتھ کاٹنے والا تھا۔
وھذا مقطع ایدی الرجال	یہ (صلاح الدین یوسف) مردوں کا ہاتھ کاٹنے والا ہے۔

مسلمان مورخ ابن ابی طے بیان کرتا ہے کہ صلاح الدین دمشق کی کوتوالی اور دیوان کا والی مقرر کیا گیا۔ اس عہدہ پر وہ کچھ دن رہا آخر اس کی اور صاحب دیوان ابی سالم ہمام کی عداوت ہوگئی۔ اور صلاح الدین یہ عہدہ چھوڑ کر حلب کو چلا گیا۔ نورالدین نے ابن ہمام کو پکڑ کر اس کی داڑھی منڈوا دی اور سارے دمشق میں طواف کرایا اور پھر صلاح الدین کو اپنے خواصوں میں داخل کر لیا سفر اور حضر میں صلاح الدین جدا نہیں ہوتا تھا صلاح الدین چوگان کھیلنے میں بڑا ماہر تھا اور نورالدین اس کھیل کو بہت پیار کرتا تھا۔ درحقیقت نورالدین کو جو عنایت اور محبت اور دلچسپی صلاح الدین سے تھی۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ صلاح الدین کو چوگان کھیلنے میں بڑی مہارت اور مشاقی حاصل تھی۔ اور نورالدین اس مردانہ جانبازی کے کھیل کا عاشق تھا اور آخر عمر تک اس کو کھیلتا رہا ایک دفعہ کسی نے اس کو اس کھیل پر ملامت کی تو نورالدین نے جواب دیا کہ میں اس کو دل لگی کے واسطے نہیں کھیلتا ہوں بلکہ ضروری ورزش کے واسطے۔ کیونکہ ایک سپاہی ہمیشہ جنگ میں مصروف نہیں رہتا علاوہ ازیں جب ہم یہ کھیل کھیلتے ہیں تو ہمارے گھوڑے کسی دشمن کے اچانک حملہ کے واسطے تیار رہتے ہیں۔ خدا شاہد ہے کہ میری اس کھیل کی یہی وجہ ہے ابن اثیر کہتا ہے کہ شاذونادر ہی کوئی بادشاہ ہوگا جس نے کھیل کو خدا کی رضا جوئی کا باعث بنایا ہو۔ نورالدین کی اس دلچسپ کھیل میں صلاح الدین ہمیشہ اس کے ساتھ شریک رہتا تھا ۵۶۳ھ ہجری میں حلب میں دونو چوگان کھیل رہے تھے کہ صلاح الدین کا گھوڑا پھسل کر گر پڑا۔ اس کے بعد میدان میں جتنے روز ٹھیرا رہا۔ ہر روز صلاح الدین سے چوگان کھیلنے کا ہی مشغلہ تھا۔ اسی سال میں حلب اور کفرطاب میں نورالدین نے صلاح الدین کو جاگیریں دیں غرض صلاح الدین نے نورالدین عادل ہی کے دامن فیض میں تربیت حاصل کی تھی۔ اور اس نامور یگانہ شخص سے آیندہ بہت سے اوصاف کا سبق حاصل کیا تھا +

صلاح الدین کی نوجوانی کا ایک اور مشہور واقع جو محفوظ ہے۔ یہ ہے کہ ایک دفعہ وہ حماہ میں۔ وہ اور امین (نورالدین کا ایک غلام) ایک جگہ سوے ہوئے تھے سخت زلزلہ آیا۔ تمام شہر گر گیا۔ مگر جس مکان میں صلاح الدین اور عبید سوتے تھے وہ بچ گیا۔ عرفا نے اس موقع پر دو بیت بڑے لطف کے کہے ہیں +

۵ع یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے ایک مشہور واقعہ کی طرف اشارہ ہے +

باب دوم

صلاح الدین یوسف مصر میں

مصر کی خلافت علویہ۔ یا فاطمیہ یا اسمٰعیلیہ کے آخری خلیفہ عاضد لدین اللہ کا زمانہ تھا۔ جبکہ خلافت کے ضعف۔ وزارت کے جھگڑوں اور عیسائیوں کے حملہ نے شامی مسلمانوں کے ہتھیاروں کو مصر میں مدعو کیا عاضد کا وزیر ملک صالح طلائع بن زریک ۵۵۶ھ ہجری میں امراء کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ اور شاور نے اس کے بیٹے زریک کو بھی چند روز سے زیادہ وزارت نہ کرنے دی اور خود وزارت پر قابض ہو گیا۔ اس کے مقابلہ میں ضرغام وزارت کا مدعی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور شاور کو شکست دیکر شام کی طرف بھگا دیا۔ اس نے جب اپنے دونو بیٹوں کے قتل کئے جانے کی خبر سُنی تو دمشق میں نورالدین کے پاس مدد مانگنے کے واسطے چلا گیا۔ نورالدین نے اُس کی بہت خاطر تواضع کی۔ اور شیرکوہ کو فوج دے کر اس کی مدد کے واسطے ساتھ بھیجا۔ شاور کا ارادہ خود ہی فوج لے کر جانے کا تھا۔ اور شیرکوہ کی سپہ سالاری کو اُس نے بُرا سمجھا۔ مگر چار ناچار ساتھ ہو لیا۔ شیرکوہ نے صلاح الدین کو بھی اپنے ہمراہ لیا تھا۔ اور اس کو اپنے لشکر کا ہراول اور علم بردار مقرر کیا تھا۔ ماہ جمادی الثانی ۵۵۸ھ ہجری میں یہ لشکر مصر میں پہنچا۔ ضرغام کو جب شاور اور شیرکوہ کی قریب پہنچنے کی خبر ملی۔ تو اس نے اپنے بھائی ناصر الدین ملہم کے ماتحت ایک عظیم فوج ان کے مقابلہ کے واسطے روانہ کی بلبیس کے تل لبسط پر دونو فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ شیرکوہ مصری فوج کی مہیب تعداد دیکھ کر گھبرا گیا۔ کیونکہ اُس کے ساتھ بالکل قلیل التعداد فوج تھی۔ شاور کو اُس نے کہا کہ تم نے مصر میں کسی لشکر کی عدم موجودگی کا یقین دلایا تھا۔ اور یہ اتنی فوج کہاں سے نکل آئی۔ شاور نے مصری فوج کے ضُعف اور ناتربیت یافتگی کا عذر اپنے بیان کی تائید میں پیش کیا۔ اور مصری فوج درحقیقت ایسی ہی نکلی۔ شیرکوہ نے بڑی آسانی سے اس کو شکست دیدی۔ اور قاہرہ پر جا اُترا۔ وہاں شاور نے خلیفہ سے قاہرہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہی اور عاضد نے دیدی۔ شاور قاہرہ میں داخل ہوا۔ اور ضرغام بھاگ گیا مگر اتفاق سے ایک شامی سپاہی کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ اور اُس نے اُس کو قتل کر ڈالا۔ شیرکوہ کو اس نے قتل

ہونے کی خبر اور یہ معلوم ہونے سے کہ وہ شیرکوہ سے کچھ کہنے کی خواہش رکھتا تھا۔ بہت افسوس ہوا۔ اور اُس کے قاتل کو قتل کر دینا چاہا۔ مگر شاور کی سفارش سے معاف کر دیا۔ شاور نے ضرغام کے بھائی ملہم کو بھی قتل کرا دیا اور وزارت پر مستقل قبض و دخل کر لیا۔ شیرکوہ منتظر تھا۔ کہ شاور اپنے وعدہ کو ایفا کرے۔ جو وہ نورالدین سے کر آیا تھا۔ اور شاور شیرکوہ سے نجات پانے کی فکر میں تھا۔ نورالدین سے اس کا وعدہ تھا۔ کہ شیرکوہ مع فوج مصر میں ٹھیرا رہیگا۔ اور آمدنی کا ایک ثلث ان کے خرچ کے واسطے دیا جائیگا۔ مگر شاور نے تیس ہزار دینار شیرکوہ کو دیکر ٹالنا چاہا۔ شیرکوہ نے جب اس کو اس کا وعدہ یاد دلایا۔ تو وہ صاف مکر گیا۔ کہ میں نے نورالدین سے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا۔ بہتر ہے میں اور وہ سمجھ لینگے تم یہیں سے چلے جاؤ۔ مگر شیرکوہ ان باتوں میں آجانے والا نہیں تھا۔ اڑ گیا کہ میں فیصلہ کئے بغیر نہیں جانیکا۔ شاور نے قاہرہ کے دروازے بند کر دیئے۔ اور لڑائی کے واسطے آمادہ ہو گیا۔ شیرکوہ نے بھی محاصرہ کی تیاری کی۔ صلاح الدین کو لشکر کے ہمراہ ضروری سامان جمع کرنے کے لئے بلبیس روانہ کیا۔ اور خود شاور سے لڑائی شروع کر دی۔ شاور نے اس ایک شیرکوہ سے نجات پانے کے واسطے یوروشلیم کے عیسائی بادشاہ امویری کو امداد کے واسطے لکھکر ایک دوسری آفت کو بلا لیا امویری سے شاور نے رسد اور فی پڑاؤ ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا۔ مگر عیسائی بادشاہ کی نظر تمام مصر پر تھی شیرکوہ عیسائی فوج کی آمد کی خبر سنکر بلبیس کو چلا گیا۔ اور عیسائی فوج نے وہاں پہنچکر اس کا محاصرہ کر لیا شیرکوہ کے پاس فوج بہت تھوڑی تھی اور محصور رہنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ نورالدین کو جب یہ خبریں ملیں تو اس نے عیسائیوں کے ملک میں تاخت و تاراج شروع کر دی۔ عیسائی سرداروں برنس (بوہمنڈ) صاحب انطاکیہ اور تومس[1] (ریمنڈ) صاحب طرابلس کو قید کر لیا۔ اور ان کا علاقہ فتح کرتا چلا گیا۔ عیسائیوں کو جب مصر میں یہ خبر ملی تو سوائے واپس آنے کے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اور شاور نے شیرکوہ کو ساٹھ ہزار دینار دیکر صلح کر لی۔ اور شیرکوہ دمشق کو لوٹ آیا۔ بہاؤالدین ابن شداد (سیرت السلطان میں) لکھتا ہے کہ اس یورش میں شیرکوہ کے دل میں صلاح الدین کی اتنی قدر ہو گئی کہ اس کے مشورہ کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہیں کرتا تھا۔ اور روز بروز اقبال اور سعادت رائے کی پختگی اور اس کے حرکات کی برکات سے فتح اور کامیابی کے نشان نظر آنے لگے +

مصر کی دولتمندی اور مصر کے ضعف کو عیسائی اور مسلمان دونوں دیکھ آئے تھے اور جان چکے تھے کہ مصر کتنی آسانی سے فتح ہو سکتا ہے۔ شیرکوہ نے نورالدین کو یہ سب سمجھا دیا۔ اور کہا کہ مصر عیسائیوں سے صرف

---

[1] عیسائیوں کے ناموں کو جو مسلمانوں نے بگاڑا ہے۔ یہ اس کا ایک نمونہ ہے بوہمنڈ کو برنس اور ریمنڈ کو تومس یہی حال تمام ناموں کا ہے۔ ہم انگریزی صحیح نام لکھینگے۔ یا دونوں کو لکھدیا کرینگے + مولف

اسی طرح نبح سکتا ہے۔ کہ ہم خود اس کو فتح کرلیں۔ نورالدین نے اس رائے کو مان لیا۔ اور ربیع الاول ۵۶۲ھ میں شیرکوہ دوبارہ مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اور صلاح الدین اس کے ساتھ تھا عیسائی شیرکوہ سے پہلے مصر میں پہنچ چکے تھے اور بہاؤالدین کے قول کے مطابق خود شاور نے ان کو بلایا تھا شیرکوہ نے نہایت عجلت سے یہ خشکی کا سفر طے کیا اور الطفیح کے قریب دریائے نیل کو عبور کر کے مصر کے سامنے جیزہ میں جا اترا عیسائی فوج جب اس جانب بڑھی تو شیرکوہ صعید کی طرف کوچ کر کے بابین میں جا ٹھیرا۔ عیسائی اور مصری فوج اس طرف بڑھی۔ شیرکوہ کو معلوم ہوا کہ اس کی مخالف فوج بہت زیادہ ہے اور اس کی اپنی فوج بہت کم تھی شیرکوہ لڑائی کے واسطے تلا ہوا تھا۔ مگر اپنی فوج کی قلت کی وجہ سے اس کو ضعف کا خیال تھا۔ اپنی فوج کے سرداروں سے مشورہ کیا۔ تو انھوں نے فوج کی کمی اور ملک کی بیگانگی کے خیال سے رائے دی۔ کہ لڑائی نہ کیجاوے شرف الدین برغش ایک دلیر اور بہادر آدمی نے اس رائے کو ناپسند کیا۔ اور کہا کہ یہ بزدلی اور نمک حرامی کی باتیں ہیں۔ بزدل لوگوں کو سلطانی روپیہ حرام کرنے کی بجائے گھر میں عورتوں کے پاس رہنا چاہئے۔ اگر لڑوگے نہیں تو نورالدین اس کی سزا دیگا۔ پس لڑائی کرنا چاہئے۔ خدا فتح دیگا۔ شیرکوہ اور صلاح الدین نے اس کی تائید کی اور لوگ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ لڑائی کے وقت شیرکوہ نے صلاح الدین کو قلب لشکر میں اپنی جگہ مقرر کیا۔ اور خود متعدد بہادروں کے ساتھ الگ ہو گیا۔ صلاح الدین کو سمجھا دیا۔ کہ عیسائی یہ سمجھ کر کہ میں قلب میں ہوں زور سے قلب پر حملہ کرینگے تم پیچھے ہٹتے جانا۔ کچھ فوج تمہارا تعاقب کرنے میں الگ ہو جاویگی۔ باقی پر میں حملہ کرونگا۔ اس وقت تم بھی پاؤں جما کر حملہ کر دینا شیرکوہ کی یہ حکمت عملی کارگر ہو گئی۔ اور عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ بہت سے عیسائی مارے گئے۔ قید ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ یہ شیرکوہ کی حکمت اور شجاعت تھی کہ دو ہزار فوج سے اس نے ایسی عظیم فوج کو شکست دیدی۔ ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ شیرکوہ نے جیزہ میں قیام کے زمانہ میں شاور کو لکھا تھا کہ اگر تم اپنی فوج میرے ساتھ شریک کرلو۔ تو میں قسمیہ وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے ہمیشہ کے واسطے صلح کر لونگا اور پھر مصر کو نہ آؤنگا مشترک فوج سے میں ایک عیسائی کو بھی یہاں سے زندہ نہ جانے دونگا اور ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئیگا۔ لیکن شاور نے اس کی خواہش سے ہمدردی کرنے کی بجائے وہ مراسلہ عیسائیوں کو دکھا دیا۔ غرض عیسائیوں سے نپٹ کر شیرکوہ سکندریہ اور سکندریہ پر بلا دقت قبضہ کر کے اپنے بھتیجے صلاح الدین کو وہاں چھوڑ کر خود صعید کی طرف چلا گیا +

عیسائیوں نے قاہرہ جاکر اپنے شکستہ حال کو درست کیا۔ اور پھر لشکر کو مرتب کر کے سکندریہ کا جاکر محاصرہ کر لیا۔ تین ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ صلاح الدین نے بڑی بہادری سے شہر کو بچایا۔ مگر آخرکار شہر میں اشیاء خورش کی قلت اور تنگی محسوس ہونے لگی۔ شیرکوہ اس عرصہ میں کچھ لوٹ مار کرتا رہا۔ قاہرہ کو فتح کرنیکی

کوششوں میں اس کو کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ تو سکندریہ کی طرف لوٹا۔ راستہ میں اس کو عیسائیوں اور مصریوں کے قاصد ملے جو صلح کی نسبت گفتگو کرنے آئے تھے۔ شام میں عیسائیوں کے علاقہ پر نورالدین کے حملے عیسائیوں کو واپس بلا رہے تھے۔ شاور نے ان کی صلح سے شیرکوہ کو علاوہ مال غنیمت کے جو وہ حاصل کر چکا تھا۔ واپس جانے پر پچاس ہزار دینار دیئے وہ راضی ہو گیا۔ اور شام کو واپس چلا آیا۔ عیسائیوں نے جو معاہدہ شاور سے کیا تھا اس کے رو سے ایک لاکھ دینار سالانہ شاور نے ان کو دینے منظور کئے تھے۔ اور عیسائی فوج کی ایک گارد مصریوں کے خرچ پر قاہرہ میں رہنے کا اقرار ہوا تھا۔ اس قرارداد کے بعد عیسائی بھی شام کو واپس چلے آئے۔ سکندریہ میں نجم الدین ابن مصال اور بعض اور لوگوں نے صلاح الدین کی مدد کی تھی۔ ان کی بابت اس نے شاور سے اقرار کرا لیا تھا کہ ان کو کوئی تکلیف نہ دیگا۔ مگر صلاح الدین کے جاتے ہی اس بدعہد شخص نے اُن کو پکڑ لیا۔ صلاح الدین نے خبر پا کر اس میں مداخلت کی اور شاور کو باز رکھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ شیرکوہ نے عیسائی بادشاہ اموری سے عہد لے لیا تھا کہ وہ پھر مصر کو نہ چھیڑیگا۔ اور اُس نے مجبور ہو کر اس امر کی قسم کھالی تھی +

عیسائیوں کو مصر کے فتح کئے بغیر کل نہیں پڑ سکتی تھی۔ مگر ان کے بادشاہ کو اس کی مفلسی میں ایک لاکھ دینار کا اقرار بہت کچھ قابل قدر معلوم ہوتا تھا۔ لیکن جب اُس نے مصر سے واپس آ کر قسطنطنیہ کے یونانی یا رومی شاہنشاہ مینوئل کی بھتیجی سے شادی کی تو اس نے مصر کے ضعف اور ابتری کی طرف توجہ دلا کر پھر مصر پر حملہ کرنے کو برانگیختہ کیا۔ اور خود فوج اور جہازوں سے مدد دینے کا اقرار کیا۔ آموری اس پر تیار ہو گیا اور ۵۶۴ھ مطابق ۱۱۶۸ء میں فوج لیکر چڑھ گیا۔ اس کو یہ بھی خیال تھا کہ نورالدین چونکہ فرات کے شہروں میں شمال کی طرف ہے وہ جلدی مصر کی مدد کے واسطے فوج نہیں بھیج سکیگا۔ غرض عیسائیوں نے اپنے معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ اور عسقلان سے روانہ ہو کر مصر کی سرزمین میں قدم رکھتے ہی بلبیس کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس کو فتح کر کے باشندوں سے بہت بیرحمی اور ظلم سے سلوک کیا۔ اور پھر قاہرہ کی طرف بڑھے۔ شاور قاہرہ میں محصور ہو کر عیسائیوں سے لڑنے کو تیار ہو چکا تھا۔ اور مصر (جو شہر قاہرہ کے پہلو میں تھا) کو فرنگیوں کے ہاتھ نہ پڑنے دینے کے واسطے آگ لگا دی تھی جو چوّن روز تک جلتا رہا تھا +

شاور نے ادھر تو فرنگیوں کو لاکھوں دیناروں کے جھوٹے وعدوں پر ٹال دینے کی کوشش کی اور اُدھر نورالدین سے مدد منگوا بھیجی۔ اس سے پہلے کے جھگڑوں اور معاہدوں میں خلیفہ عاضد کا کہیں ذکر نہیں آیا تھا۔ اور اکثر امور شاور خود ہی کرتا تھا۔ لیکن اس موقع پر بیان کیا گیا ہے کہ مصر کے جل جانے کے بعد عاضد نے خود نورالدین کو ایک دردناک عرضداشت لکھی تھی۔ اور اس میں اپنے حرموں کے بال اور خون آلود

پارچات کے ٹکڑے لپیٹ کر بھیجے تھے۔ اور مراسلہ جات کو سیاہ ماتمی کپڑوں میں لپیٹ کر بھیجا تھا جس سے اس کو عیسائیوں کے ہاتھ سے اپنی تنگی ظاہر کرنا مقصود تھا +

شیرکوہ کے پاس براہ راست بھی تحریریں پہنچیں تھیں اور وہ حمص سے نورالدین کی طرف روانہ ہو آیا تھا۔ نورالدین نے اس کو پھر جانے پر آمادہ کیا۔ اور پہلے سے زیادہ لشکر اور سامان حرب اور روپیہ دیا۔ جس سے وہ ایک بڑی کوشش مصر کے واسطے کرنا چاہتا تھا صلاح الدین اس دفعہ مصر جانے کو راضی نہ تھا اس نے بعدازاں خود یہ بات بیان کی ہے کہ اس دفعہ مصر جانے کا میرا ہرگز منشاء نہ تھا۔ نورالدین نے جب شیرکوہ کو مصر جانے پر آمادہ کر لیا۔ تو شیرکوہ نے میری طرف دیکھا۔ اور کہا کہ اے یوسف تو تیار رہے؟ (صلاح الدین کہتا ہے) مجھے ایسا معلوم ہؤا کہ میرے دل میں زخم ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ بخدا اگر مصر کا ملک بھی مجھے دیدیں۔ تو بھی میں نہیں جاؤنگا۔ وہ تکالیف جو میں نے سکندریہ میں جھیلی ہیں مجھے بھولنے کی نہیں۔ اس پر شیرکوہ نے نورالدین کو کہا کہ صلاح الدین کا جانا ضروری ہے۔ اور یہ عذر کرتا ہے۔ نورالدین نے مجھے کہا کہ تم کو ضرور جانا ہوگا۔ میں نے قلت اسباب اور زادراہ کی شکایت کی۔ نورالدین نے وہ سب مہیا کر دیا (صلاح الدین کہتا ہے) نورالدین باوجود اپنی شفقت اور نرم دلی کے ایک ہیبتناک شخص تھا۔ میں اس کے سامنے مصر جانے سے انکار نہ کر سکا۔ لیکن میں یہ خیال کرتا تھا کہ موت کیطرف کھنچا ہؤا جا رہا ہوں صلاح الدین کو جب کبھی اپنا یہ انکار اور اس سفر کے نتائج یاد آتے تھے تو یہ آیہ کریمہ اُس کے مُنہ سے نکل جاتی تھی۔ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم (ممکن ہے کہ تم اس چیز کو ناپسند کرو جو تمہاری بہتری کے لئے ہو) غرض وہ ہزبر بیشۂ شجاعت اور شیر نیستان جلادت اپنے یوسف کو ساتھ لے کر تیسری دفعہ مصر کو چلا۔ اور جنگل اور ریگستان کو چیرتا ہؤا قاہرہ کی طرف جا نکلا عیسائی بادشاہ کو کچھ تو شاور نے دے دلا کر راضی کر لیا تھا۔ اور بقول عیسائی مورخ کے شیرکوہ کو راستہ میں روکنے کے واسطے لوٹ آیا۔ مگر شیرکوہ سے کبھی دوچار نہیں ہؤا۔ اور بقول عیسائی مورخ کے اس دفعہ بالکل ناکام شام کو واپس پہنچا +

۷۔ ربیع الاول ۵۶۴ہجری کو شیرکوہ قاہرہ پہنچا۔ شاور نے اس کو عیسائیوں پر جو واپس جا رہے تھے حملہ کرنے کی صلاح دی جس سے اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ دونو فریق پھر لڑنے جھگڑنے کو وہاں موجود رہیں اور جس کو جی چاہے اپنا معاون بنا کر کام نکال لے۔ مگر شیرکوہ نے اس امر کو پسند نہ کیا۔ خلیفہ عاضد نے شیرکوہ کے پاس قیمتی تحائف اور خلعتیں بھیجیں اور رات کو جا کر اس سے ملاقات کی اور بہت سے امور میں مشورہ کیا جن میں سے ایک یہ بیان کیا گیا ہے کہ عاضد نے شیرکوہ کو قتل کرنے کی تحریک کی مگر شیرکوہ غالباً بلاضرورت ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا +

شاور کے فریبوں اور چالبازیوں کی کوئی انتہا نہیں تھی ۔ وہ مصر کی طاقت کے ضعف کی کمی اپنے مکرو حکمت عملیوں سے پورا کرنا چاہتا تھا ۔ اور اس پر اپنے خود مختارانہ اختیارات میں خلیفہ کا دخل بھی ناپسند کرتا تھا ۔ ضرورت پر عیسائیوں یا مسلمانوں کو اپنی حمایت کے واسطے بلا لیتا تھا ۔ مگر جو اقرار ان سے کرتا تھا وہ کام نکل جانے پر پورے کرنا پسند نہیں کرتا تھا ۔ چونکہ وہ نور الدین اور شیرکوہ سے اپنی بدعہدی کی وجہ سے شرمندہ تھا ۔ اس واسطے پچھلی دفعہ اس نے خود نور الدین کو نہیں لکھا تھا ۔ بلکہ خلیفہ اور اپنے بیٹے سے لکھوایا تھا ۔ اب عیسائیوں سے مخلصی کر لینے کے بعد شامی فوج کی موجودگی اس کو ناگوار گذر رہی تھی ۔ اور ان سے نجات پانے کی تجاویز کے درپے تھا ۔ شیرکوہ کے لشکر کے واسطے جن جاگیروں اور روپیہ کا اقرار کیا تھا ۔ ان کا جب شیرکوہ نے مطالبہ کیا تو امروز فردا کے وعدوں پر ٹالنا شروع کیا ۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ شیرکوہ کے قتل کا مشورہ کر رہا تھا ۔ اور اس کے بیٹے نے جب افشاء راز کر دینے سے اس کو دھمکایا تو باز آیا ۔ شیرکوہ کے پاس وہ ہر روز جایا کرتا تھا ۔ مگر اس کا وعدہ پورا کرنیوالا کل نہیں پہنچتا تھا ۔ شامی فوج اس سے بدگمان ہو گئی ۔ اور اس کا کام تمام کر دینا چاہا +

مخالف روائتوں کو باہم مطابق کرنا مشکل ہے کہ شیرکوہ اس میں شریک تھا ۔ یا نہیں تھا ۔ دونو قسم کی روائتیں موجود ہیں ۔ غرض ایک روز جب شاور شیرکوہ کو ملنے کے واسطے اس کے لشکر میں آیا ۔ تو شیرکوہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کی قبر کی زیارت کے واسطے گیا ہوا تھا ۔ شاور نے بھی ادھر ہی جانا چاہا ۔ صلاح الدین اور عز الدین جردیک دونو اس کے ساتھ ہو لئے ۔ اور راستہ میں قابو پاکر اس کو گھوڑے سے گرا دیا ۔ اور پکڑ کر ایک خیمہ میں قید کر دیا ۔ اور اس کے ہمراہیوں کو بھی پکڑ لیا ۔ یا بھگا دیا ۔ عاضد نے جب شاور کے پکڑے جانے کی خبر سنی ۔ اس کا سر مانگ بھیجا ۔ گویا عاضد ہی کی تحریک پر عز الدین جردیک نے اس کا سر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیج دیا ۔ شاور کا سر جب عاضد کے پاس پہنچا ۔ تو اس نے ایک روایت کے مطابق اس کے بیٹوں کے سر کٹوا کر خلعت وزارت کے ہمراہ شیرکوہ کے پاس جو اس وقت تک واپس بلا لیا گیا تھا بھیج دیئے ۔ عاضد نے شیرکوہ کو ملک منصور امیر الجیوش کا خطاب دیا اور ملک کا انتظام والنصرام اس کے سپرد کر دیا ۔ شیرکوہ نے اب آزادی سے اپنی فوج کے واسطے جاگیریں اور تنخواہیں مقرر کیں ۔ اس کا خاص منتظم اور مشیر صلاح الدین تھا ۔ تمام اختیارات اس کو حاصل تھے اس کی عقلمندی اور تدبیر ملکی سے اس کی چند روزہ وزارت اچھی طرح چل گئی +

شیرکوہ کی وزارت کے دن بہت تھوڑے تھے ۔ ۲۲ جمادی الآخر سنہ ۵۶۴ھ مطابق ۲۳ مارچ سنہ ۱۱۶۹ء کو اس کا دفعتہً مرض خناق سے انتقال ہو گیا ۔ وہ وزارت کی نسبت اپنی جانشینی کی صلاح الدین کے واسطے

وصیت کر گیا۔ مگر نور الدین کے شامی لشکر کے اور مقتدر امیر مدعی وزارت بننے کے واسطے موجود تھے۔ ان میں ایک تو صلاح الدین کا ماموں شہاب الدین محمود حارمی تھا۔ دوسرا قطب الدین ممبحی تیسرا سیف الدین علی بن احمد ہکاری اور چوتھا عین الدولہ باروقی تھا۔ عاضد صلاح الدین کی طرف مائل تھا بعض کہتے ہیں اس کے ضعف کے خیال سے کہ اس کو جب چاہیگا الگ کر سکیگا۔ عام طور پر نور الدین کے امیروں کا بھی صلاح الدین کے استحقاق اور اُس کی ذاتی قابلیت کی وجہ سے وزارت کے واسطے اسی پر اتفاق تھا۔ فقیہہ ضیاء الدین عیسے ہکاری کی سعی سے سوائے عین الدولہ کے تینوں ناراض امیروں نے صلاح الدین کی وزارت کو مان لیا اور عین الدولہ دمشق کو واپس چلا گیا +

خلیفہ عاضد نے صلاح الدین کو ملک الناصر کا خطاب دیا۔ اور نہایت قیمتی تحائف اور خلعتیں اس کے پاس بھیجیں جن کی فہرست ایک مورخ نے لکھ ڈالی ہے۔ عاضد نے جو منشور وزارت کا صلاح الدین کے نام لکھا تھا۔ اگر اس کی صحیح عبارت محفوظ رکھی گئی ہے تو بلاشبہ اس میں صلاح الدین کی نسبت ایک سچی پیشین گوئی تھی۔ وہ عبارت یہ ہے :۔

والجهاد انت رضیع دره۔ وناشئ حجره۔ وظهور الخیل مواطنك۔ و ظلال الخیام مساكنك۔ وفی ظلمات قساطله تجلی محاسنك۔ وفی اعقاب نوازله تتلی مناقبك۔ فشمر عن ساق من القنا۔ وخض فیه بحرا من الظبا۔ واحلل فی عقد كلمة الله وثیقات الحبا۔ واسل الوهاد بدم العدی وارفع برؤسهم الربا۔ حتی یاتی الله بالفتح الذی یرجوا امیر المؤمنین ان یكون مذخورا یا ملك وشهود الك یوم مقامك +

ترجمہ (اے صلاح الدین) تو جہاد کے شیر کا رضیع ہے۔ اور اس کے گھر کا پروردہ ہے۔ گھوڑوں کی پیٹھیں تمہارے وطن ہیں۔ اور خیموں کے سائے تمہارے مسکن ہیں۔ جہاد کے غباروں کے اندھیروں میں تمہاری خوبیوں کے ستارے چمکینگے اور اُس کے مصائب کے کھوجوں میں تیرے مناقب پڑھے جائینگے نیزوں سے اُن کے غلاف اُتار۔ اور تلواروں کی دھاروں میں غوطہ لگا۔ خدا کے دین کو جمع کرنے کے لئے عطیات کی گرہوں کو کھول۔ دشمنوں کے خون کے نالے بہادے اور ان کے سرٹیلوں پر کھڑے کردے یہانتک کہ خدا تعالےٰ وہ فتح نصیب کرے جس کی نسبت امیر المومنین کا خیال ہے۔ کہ وہ تیرے دنوں کے واسطے ذخیرہ کی گئی ہے۔ اور یہ فتح تیرے لئے ایک شہادت ہے" +

صلاح الدین نے وزارت حاصل کرنے کے بعد بڑی فیاضی سے داد و دہش شروع کی اور لشکر اور اکابران دولت کو اپنی طرف پھیر لیا۔ شیرکوہ کی جمع کی ہوئی سب دولت لشکر میں تقسیم کر دی۔ خزانے سے روپیہ بھی دیا۔ اکابر اشخاص کی جاگیریں مقرر کر دیں۔ تالیف قلوب میں ہر طرح سے کوشش کی۔ رعایا اور اہلکار اس سے خوش تھے۔ اور خود اس نے انتظام حکومت۔ اسلام کی خدمت۔ اور رعیت کی خبر گیری میں بڑی مہارت اور قابلیت ظاہر کی۔ وزارت اور اختیارات پانے پر صلاح الدین کی جس عادت کی تبدیلی کا خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے وہ اُس کا شراب کے استعمال کو ترک کر دینا تھا۔ اس نے نیکی صلاحیت اور بزرگوں کی روش اختیار کی۔ اور علماء اور فضلاء کو جمع کرنا شروع کیا۔ شام میں اپنے دوستوں کو خطوط لکھ کر بعضوں کو بلا لیا۔ اور بعضوں کے پاس قیمتی تحائف وغیرہ بھیجے۔ مصر کے اسمٰعیلیہ شیعوں کے مقابلہ میں مذہب سنت و الجماعت کی تائید شروع کی +

صلاح الدین کے وزیر مقرر ہونے کے ذکر میں عیسائی مورخ مجاوٹ حسب ذیل لکھتا ہے کہ "شیرکوہ کی وفات پر خلیفہ مصر نے جو اپنی طاقت کے واسطے کانپ رہا تھا صلاح کو وزیر مقرر کیا۔ کیونکہ وہ اُس کی لیاقت اور شہرت کو اس غرض سے ناقابل خیال کرتا تھا۔ کہ وہ اس کی طاقت کو غصب کر لیگا لیکن ایوب کے بیٹے نے بادشاہ اور فوج دونو کے خیالات کو جو اس کو ایک عیش پسند سپاہی اور بے ہوس خیال کرتے تھے غلط ثابت کر دیا۔ اُس نے اپنے چال و چلن کو بدل دیا۔ اور اپنے اطوار کی اصلاح کر لی۔ اب تک وہ قصر کاہلی اور جرم کی تاریکی کے قابل معلوم ہوتا تھا۔ لیکن دفعتہً ایک نیا آدمی بن گیا۔ جو گویا سلطنت کے واسطے پیدا ہوا تھا۔ اس کی سنجیدگی امراء کے دلوں میں اس کا رعب اور عزت پیدا کرتی تھی۔ اُس کی فیاضی نے فوج کو اس کے واسطے جان دینے پر آمادہ کر دیا۔ اور اُس کی عبادت اور زہد و اتقا کی شدت نے تمام مسلمانوں میں اس کو عزیز بنا دیا۔ ایک مذہبی انقلاب نے جو اُس نے بغیر تکلیف کے اور خون گرانے کے پیدا کر دیا۔ اس کی عقلمندی اور انسانی رحمدلی ثابت کر دی۔ اور ظاہر کر دیا کہ اس کے مقدر میں غیر معمولی اور عظیم امور کا انجام دینا لکھا ہے خلیفہ بغداد نے فاطمیوں کے مذہب کو برباد کر دینے کے واسطے عام طور پر مبارکباد دی۔ اور خلعت بھیجی۔ شاعروں نے اس کے نام کو مشتہر کیا۔ اور نماز میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نور الدین کے نام کے ساتھ پکارا گیا +

مصر میں بظاہر صلاح الدین کا کوئی مخالف یا رقیب نہیں نظر آتا تھا۔ مگر مصری امراء وزارت گردی کی اُمیدیں کبھی ہاتھ سے نہیں دینے والے تھے مصر میں ایک بڑی قوی اور مقتدر جماعت سوڈانی حبشیوں کی تھی۔ ان کا سرگروہ سوڈان کا مقدم موتمن الخلافت قصر خلافت کا خواجہ سرا بے مالک اور محافظ تھا

قصر خلافت پر قبضہ ہونے کے سبب سے خلیفہ براہ راست ان کے قابو میں رہتا تھا۔ قصر کے سیاہ و سپید کے بھی مالک تھے۔ املاک پر ان کا قبضہ رہتا تھا۔ اور اپنی قوت اور اقتدار کے سبب سے وزارت کو دبا لیتے تھے۔ صلاح الدین کی اجنبی اور غیر مذہب کی وزارت کا غلبہ وہ کبھی برداشت کرنے والے نہیں تھے۔ موتمن الخلافت نے عیسائیوں سے سازش کرنے اور اُن کو مصر میں بلا لینے کی کوشش کی مگر صلاح الدین کو یہ حال معلوم ہو گیا۔ موتمن الخلافت بھاگا۔ مگر ۲۵ ذیقعد ۵۶۴ھ ہجری کو خرقانیہ نام کے ایک گاؤں میں بیٹھا ہوا صلاح الدین کے قابو آ گیا اور مارا گیا۔ اس کی قوم کے حبشی پچاس ہزار سے کم موجود نہیں تھے۔ صلاح الدین کو ان سے سخت لڑائی کرنا پڑی۔ مگر ان پر غالب آ گیا۔ اور ایک ایک حبشی کو چن چن کر مار ڈالا۔ منصورہ نام کا محلہ انہیں حبشیوں کو سزا دینے میں آگ سے جل گیا۔ جہاں امرا نے باغ بنا لئے۔ مصر کے اندر یہی ایک قابو یافتہ جماعت باقی رہ گئی تھی۔ جن کی موجودگی میں صلاح الدین امن سے مصر میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اور اس کے بعد اس کی حکومت اور وزارت کو ملک کے اندر کوئی بڑا کھٹکا نہ رہا۔ قصر خلافت پر اس کا اپنا قبضہ اور اقتدار ہو گیا۔ بہاؤالدین قراقوش اسدی کو محافظ مقرر کیا۔ اور حکم دے دیا کہ اُس کی اپنی اجازت کے بغیر کوئی قصر میں جانے نہ پائے۔

۵۶۵ھ ہجری (مطابق ۱۱۶۹ء) میں عیسائیوں اور قسطنطنیہ کے رومیوں یا یونانیوں نے بالاتفاق مصر پر حملہ کرنے اور صلاح الدین کی طاقت کی ترقی کو روکنے اور اُس کو وہاں سے نکال کر مصر پر قابض ہونے کے واسطے حملہ کیا۔ صلاح الدین نے دمیاط کو لشکر اور سامان حرب سے مضبوط کر دیا عاضد نے بیشمار روپیہ (روایتاً دس لاکھ دینار) دمیاط کی حفاظت میں خرچ کرنے کے واسطے دے ڈالا۔ صلاح الدین نے بڑی شجاعت اور حکمت سے عیسائیوں کے حملوں کا مقابلہ کیا۔ اور شہر میں فوج کو داخل کئے گیا۔ یہاں تک کہ بقول عیسائی مورخ (آرچر) کے محصورین کی نسبت محاصرین بڑے خطرہ میں ہو گئے۔ تمام لوگ شکایت کرنے لگے۔ اور محاصرہ کو چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا۔ اور یونانیوں (رومیوں) اور لاطینیوں (اہل یورپ) کے عظیم اور مہیب جہازوں اور لشکروں کے اتحاد اور اجتماع کا نہایت مصیبتناک انجام ہوا۔ عیسائی لشکر بہت نقصان اُٹھا کر دمیاط سے واپس آیا۔ اور فتح صلاح الدین کے ہاتھ رہی۔ صلاح الدین نے اس سے پہلے اپنے بھائیوں اور بعض عزیزوں کو مصر میں بلا لیا تھا۔ اور اب اپنے والد کو بلا بھیجا۔ بقول بہاؤالدین کے اس سے وہ چاہتا تھا کہ اس کی خوشی مکمل ہو جائے۔ اور اس کی زندگی کی مشابہت حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ

کے ساتھ پوری ہو جاوے"۔ نجم الدین ایوب نے نورالدین سے اجازت چاہی کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مصر کو جاوے۔ نورالدین نے اجازت دیدی۔ ایوب نے اپنے املاک کو مستحقین کو بخش دیا۔ اور اپنے ایوان کو وقف کر دیا۔ اور جمادی الآخر ۵۶۵ھ ہجری میں دمشق سے روانہ ہوا۔ نورالدین اس کو وداع کرنے کے لئے لشکر کے ہمراہ راس الماء تک گیا۔ اور جہاد پر آمادہ ہونے کی نسبت اُس کو ہدایتیں کیں ایوب جب قریب پہنچا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح مصر کا نیا یوسف اپنے باپ ایوب کے استقبال کے واسطے نکلا۔ اور حسن آداب سے ملاقات کی خلیفہ عاضد نے بھی باب الفتوح سے باہر نکل کر ہلیلہ کے درخت تک ایوب کا استقبال کیا۔ اور اس کو بہت سی خلعتیں اور تحائف دیئے اور اپنے قصر کے پاس ایک محل عنایت کیا۔ ملک افضل کا اس کو خطاب دیا سکندریہ۔ دمیاط۔ بحیرہ۔ اس کو جاگیر بخشیں۔ اور صلاح الدین کے بڑے بھائی شمس الدولہ کو قوص۔ اسوان۔ عیذاب جاگیر میں بخشے جن کا اس سال کا خراج بیس لاکھ چھیاسٹھ ہزار دینار آیا صلاح الدین نے وزارت مصر کے تمام اختیارات اپنے والد کو دینے چاہے۔ مگر اس نے انکار کیا۔ اور صرف خزانہ کا اہتمام وغیرہ اپنے ذمہ لے لیا۔ نورالدین نے ایک بڑا مقصد جو ایوب کے سپرد کیا تھا۔ وہ مصر میں خلفاء عباسیہ کا خطبہ پڑھوانا تھا۔ نورالدین کو خلیفہ مستنجد باللہ عباسی کی بہت تاکید تھی مگر صلاح الدین نے اس کے واسطے مناسب وقت نہ دیکھا۔ اور اس وقت اس کے متعلق کچھ نہ کیا۔ البتہ ۵۶۶ھ ہجری میں اس نے شیعہ قاضیوں کو معزول کر کے صدرالدین عبدالملک کو مصر، قاہرہ اور اس کے گرد و نواح کا قاضی مقرر کیا۔ اور اذان میں حی علے خیر العمل کہا جانا بند کیا +

اسی سال میں صلاح الدین نے عسقلان اور رملہ کے قریب عیسائیوں سے جنگ کیا۔ اور اس کے بعد ایلہ پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا۔ اور عیسائیوں کو وہاں سے نکال دیا سکندریہ میں جا کر اس کی شکست و ریخت کی مرمت اور تعمیر کرائی۔ اس کے بھائی شمس الدولہ نے صعید کے عربوں کو مطیع کیا۔ اور اسی سال میں صلاح الدین نے قاہرہ کی فصیل کی مرمت اور عمارت کرائی۔ لوگوں میں انعام و اکرام تقسیم کیئے۔ اور شمس الدولہ کی جاگیر میں۔ بوش۔ جیزہ اور سمنود اضافہ ہوئے۔ بقیہ سال بھی وہ عیسائیوں سے جزوی لڑائیوں اور جھگڑوں میں مصروف رہا۔ ۵۶۷ھ ہجری کے آغاز ہی میں صلاح الدین نے نورالدین کے اصرار پر اور اس کی تعمیل کے بغیر کوئی چارہ نہ دیکھ کر ماہ محرم کے پہلے جمعہ کو مستضی بامر اللہ خلیفہ عباسی کا نام خطبہ میں پڑھنے کا حکم دیدیا۔ خلیفہ عاضد ان دنوں میں بیمار تھا۔ اور بغیر اس امر کی اطلاع ہونے کے کہ مصر میں بغدادیوں کا خطبہ پڑھا گیا ہے۔ ۱۲ محرم ۵۶۷ھ ہجری کو فوت ہو گیا

اور مصر کو صلاح الدین کے واسطے چھوڑ گیا۔ کہ نور الدین کا نائب کہلا کر اکیلی اور تنہا سلطنت کرے۔
عاضد نے بیماری کے دنوں میں صلاح الدین کو بلایا تھا۔ اور غالباً اپنی اولاد کی نسبت کچھ وصیت کرنا چاہتا تھا۔ مگر صلاح الدین کسی فریب کے خوف سے ڈر گیا۔ اور نہ گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے گیا اور عاضد نے جو وصیت کی تھی اس کی تعمیل کی۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ عاضد کے پس ماندگان کے ساتھ صلاح الدین نے اچھا سلوک کیا۔ اُن کی تعظیم و تکریم کی علیحدہ مکانات اور خرچ وغیرہ دیئے آزاد عورتوں کو چھوڑ دیا۔ کنیزکوں کو ہبہ اور بیع کر دیا۔ قصر سے بے انتہا اسباب ہر ایک قسم کا نہایت قیمتی نکلا۔ کہ ایک روایت کے موجب دس سال تک اس کی فروخت جاری رہی۔ مگر بڑا حصہ اس کا صلاح الدین نے اپنے لشکر اور خویش و اقربا میں تقسیم کر دیا۔ قصر سے نقدی تو بہت کم دستیاب ہوئی۔ کیونکہ شاور نے وقتاً فوقتاً عیسائیوں وغیرہ کو دے دے کر نقد روپیہ سب خرچ کر ڈالا تھا لباس۔ فرش۔ گھوڑے۔ خیمے۔ کتابیں۔ جواہرات بہت سے دستیاب ہوئے۔ نادر اشیا میں زمرد کی ایک چھڑی جس کا طول ایک بالشت اور موٹائی سر انگشت کے برابر تھی۔ ایک طبل قولنج۔ سات سو دریکتا وغیرہ نکلے۔ زمرد کی چھڑی کے تو صلاح الدین نے تین ٹکڑے کر کے اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیئے۔ طبل قولنج جو حکمت کی ایک عجیب یادگار تھا۔ کہ اس کے بجانے سے درد قولنج جاتا رہتا تھا۔ کسی ایسے شخص کے ہاتھ پڑ گیا۔ جس نے اس کو معمولی نقارہ سمجھ کر بجا بجا کر توڑ ڈالا ابریق بغداد کو تحفۃً بھیجا گیا۔ قصر کی حویلیوں اور قصر شمالی کو صلاح الدین نے امیروں پر تقسیم کر دیا۔ اور لؤلؤ (جو ایک عظیم قصر کا نام تھا) میں اس نے اپنے باپ ایوب کو جگہ دی۔ ۵۶۸ھ میں صلاح الدین کو کرک اور شوبک پر حملہ کرنا پڑا۔ اس علاقہ کے عیسائی مسلمانوں کے قافلوں کو جن کو اس سرزمین سے گذرنا پڑتا تھا ستاتے تھے صلاح الدین نے کچھ جزوی لڑائی کی اور جلد محاصرہ اٹھا کر واپس چلا آیا اس کا باپ ایوب بیمار تھا۔ اور اس کے پہنچنے سے ۲۷۔ ذوالحجہ کو فوت ہو چکا تھا۔ نجم الدین ایوب کو چوگان بازی کا بہت شوق تھا۔ اور بے تحاشا گھوڑا بھگاتا تھا۔ لوگ اس کو دیکھ کر خوف کرتے تھے۔ اور آخر یہی اس کی موت کا باعث ہوا۔ قاہرہ میں باب النصر کے پاس چوگان کھیلتا ہوا گھوڑے پر سے گر پڑا۔ اور ۸ دن کے بعد فوت ہو گیا۔ اور وہیں اسد الدین شیرکوہ اپنے بھائی کے پاس دفن کیا گیا۔ مگر دو سال بعد دونو لاشوں کے صندوق مدینہ منورہ کو لے جا کر وزیر جمال الدین اصفہانی کے مقبرہ میں دفن کیئے گئے۔ اسی سال یا اس سے پہلے سال صلاح الدین نے نور الدین کی تحریک سے محصول چونگی جو سوداگروں وغیرہ سے مال پر لیا جاتا تھا۔ اور اس وقت خلاف شرع خیال کیا گیا

تھا معاف کر دیا۔ اس محصول کی آمدنی میں لاکھ دینار تک ہوتی تھی ۵۶۹ھ ہجری میں حبشی اور غلام وغیرہ جمع ہوئے۔ اور مصر کے حدود میں دست اندازی شروع کر دی۔ نوبہ کے شہروں سے نکل پہلے انہوں نے صعید پر حملہ کیا۔ پھر اسوان کی طرف بڑھنا چاہا۔ امیر کنز الدولہ نے جو اسوان میں نائب تھا۔ صلاح الدین کو اطلاع دی۔ تو شجاع بعلبکی اس کی امداد کے واسطے روانہ کیا گیا۔ مگر حبشی اسوان کو لوٹ کر واپس چلے گئے تھے کنز اور شجاع نے اُن کا تعاقب کیا۔ اور لڑائی کی مگر حبشیوں کا زور نہ ٹوٹا صلاح الدین نے خبر پا کر کہ صعید میں ان کا بہت تصرف ہے اپنے بھائی شمس الدولہ کو لشکر دیکر روانہ کیا۔ اس کے پہنچنے پر وہ نوبہ کے شہروں کو چلے گئے تھے شمس الدولہ نے ادھر ہی کا قصد کیا اور قلعہ ابریم کا محاصرہ کر کے فتح کیا اور لوٹا اور مسلمان قیدی چھوڑا دئیے۔ اور نواح میں بھی لوٹ مار کرائی اور پھر واپس چلا آیا۔

رجب ۵۶۹ھ ہجری میں شمس الدولہ عمارہ یمنی شاعر کی تحریک سے یمن پر حملہ کرنے کو تیار ہوا۔ ایک مورخ کا یہ خیال ہے کہ نوبہ اور یمن پر صلاح الدین نے نور الدین کے خوف سے حملہ کرایا تھا۔ کہ اگر نور الدین مصر پر حملہ کرے اور صلاح الدین کو شکست ہو تو کسی جگہ بھاگ کر جا سکے۔ نوبہ کو تو شمس الدولہ نے پسند نہ کیا ہاں یمن کا ارادہ کیا۔ درحقیقت تعداد فوج کی افزونی خزانہ کی طمانیت بخش حالت صلاح الدین کے حوصلوں۔ اور شمس الدولہ کی بےچین طبیعت کا یہ تقاضا تھا کہ کہیں نہ کہیں ہاتھ پاؤں مارے جائیں۔ یمن کی نسبت اس کو خبر ملی تھی کہ ایک شخص عبد النبی بن مہدی خارجی نے یمن کے تمام شہروں پر قبضہ کر کے خطبہ اپنے نام کا جاری کرایا ہے۔ پس متعدد وجوہات سے یمن اس کو کارزار کا عمدہ میدان معلوم ہوا۔ اور شمس الدولہ نے چڑھائی کر دی۔ عمارہ یمنی شاعر کی تحریک بھی ایک سبب تھا۔ اس کے وہ قصائد جن میں یہ تحریک کی گئی تھی اب تک محفوظ ہیں۔ غرض شمس الدولہ نے لشکر کو خشکی کے راستہ سے اور جہاز میں سامان حرب وغیرہ روانہ کیا اور مکہ شریف میں پہنچکر وہاں سے زبید کی طرف روانہ ہوا۔ عبد النبی کو زبید میں شکست دی۔ اور قید کر لیا عدن پر حملہ کر کے مخلاف اور مدینہ الجند اور صنعا کو فتح کیا۔ اور زبید کو لوٹا۔ وہاں عبد النبی کو اس کے نائب سیف الدولہ نے قتل کر چھوڑا تھا شمس الدولہ نے یمن میں اپنا تسلط بٹھا لیا۔ اور صلاح الدین کو خبر بھیجی صلاح الدین نے نور الدین کو اور نور الدین نے یہ خوشخبری بغداد بھیجی صلاح الدین کی حکومت اور فتوحات میں نور الدین اور بغدادیوں کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اور یہی ان کی حکومت اور خلافت کی نشانی تھی۔ مصر میں بغدادی خلافت کا خطبہ پڑھے جانے کی خبر جس روز بغداد میں پہنچی تھی۔ وہاں اس روز نہایت خوشی منائی گئی

تھی۔ اسی سال میں صلاح الدین کو خلیفہ عاضد متوفی اور دولت علویہ کے ہواخواہوں کی ایک سازش کا حال معلوم ہوا۔ جو اس کے خلاف کی جارہی تھی۔ وہ صلاح الدین کو مار کر یا عیسائیوں کی مدد سے مصر سے نکلوا کر خلافت علویہ کو مصر میں از سرنو قائم کرنا چاہتے تھے مخفی طور پر انہوں نے چند جلسے کئے جن میں صلاح الدین کے قتل کی تدابیر اور عاضد کے وارثوں کو تخت پر بٹھانے کی تجاویز سوچی گئیں عمارہ یمنی شاعر اور ابن عبد القوی جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اس کو مصر کے خزانے اور دفینے معلوم ہیں۔ اس جماعت کے سرگروہ تھے۔ عمارہ یمنی کے قصاید علویوں کی خلافت کے مٹ جانے کے رنج اور افسوس کے بارہ میں پکڑے گئے۔ اور یہ خیال کیا گیا۔ کہ شمس الدولہ کو اس نے یمن میں جانے کی تحریک اس خیال سے کی تھی۔ کہ صلاح الدین کی طاقت تقسیم ہوجاوے صلاح الدین پر یہ سب حال کھل گیا۔ اور اس نے باغیوں کو دو قصروں کے درمیان پھانسی دلوادیا +

مصریوں کی یہ سب سے آخری کوشش نہ تھی۔ اس کے بعد کنذ باکنز نامی ایک مصری سردار نے پھر اسی غرض سے بغاوت کی۔ اور لڑائی پر آمادہ ہوگیا۔ مگر اس کی شکست اور بہت سے لوگوں کے مارے جانے نے مصریوں کے علویوں کی خلافت کو زندہ کرنے کے جوشوں کو سرد کردیا۔ اب صلاح الدین کی مضبوط حکومت اور بھی مضبوط اور بے کھٹکا ہوگئی +

باب سوم

صلاح الدین اور نور الدین

نور الدین کے پس ماندگان

صلاح الدین شام میں

نور الدین کے بعد یہ صلاح الدین کی قسمت میں تھا۔ کہ یورپ کے عیسائیوں کے حملوں کے روکنے کے واسطے اپنی طاقت اور ہمت سے ایک مضبوط سد قائم کرے۔ اور مسلمانوں کی گئی گذری عظمت اور شوکت یکدفعہ پھر یورپ کو دکھاوے۔ اور جس کام کو زنگی اور نور الدین ناتمام چھوڑ گئے تھے۔ عیسائیوں کی طاقت توڑ دینے اور بیت المقدس ان سے چھین لینے سے اس کو تمام کر دے۔ لیکن صلاح الدین کی عظمت اور سلطنت اور طاقت نور الدین کے احسانات سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا مختصر بیان کیا جانا صلاح الدین کی زندگی کا ضروری حصہ ہے +

مصر پر صلاح الدین کو اقتدار اور حکومت حاصل ہونا ایک امر اتفاقی تھا۔ اور نور الدین یا صلاح الدین یا شیرکوہ کو اس کا کوئی علم یا خیال پہلے سے نہیں ہو سکتا تھا شیرکوہ مصر سے دو دفعہ ناکام جا کر یہ یقین نہیں کر سکتا تھا۔ کہ تیسری دفعہ مصر اس کے ہاتھ میں آ جائیگا۔ اور صلاح الدین کو تو اس آخری دفعہ مصر کے جانے سے سخت تنفر اور احتراز تھا۔ اور صرف شیرکوہ کی خواہش اور نور الدین کے حکم کی تعمیل کرنے کی غرض سے طوعاً و کرہاً اپنے آپ پر جبر کر کے مصر کو گیا۔ عیسائیوں کے مصر سے لوٹ جانے کے واقعات نے خود بخود ایسی شکل اختیار کی جس سے نور الدین کی مصر کو اپنی مملکت میں داخل کرنے کی آرزو پوری ہو گئی صلاح الدین نے شیرکوہ کی وزارت کے واسطے راستہ صاف کیا۔ اور شیرکوہ کی اچانک وفات نے صلاح الدین کو وزارت کا مالک بنا دیا۔ ایک روایت اس قسم کی بیان کی گئی ہے۔ کہ نور الدین صلاح الدین کی وزارت سے

اسی وقت سے ناخوش تھا۔ لیکن اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اس کے واسطے کوئی وجہ بھی موجود ہے
البتہ یہ فی الواقع صحیح ہے کہ صلاح الدین کی فیاضی اور داد و دہش نے مصر کی دولت کو تقسیم کرنا شروع
کیا۔ تو نورالدین کو اس کی یہ فضول خرچی ناپسند تھی۔ لیکن صلاح الدین کے ہاتھ کی کشادگی ایک ایسا امر
تھا۔ کہ وہ خود بھی اس کو نہیں روک سکتا تھا۔ فیاضی اس کی طبیعت پر غالب تھی۔ اس کے سوائے اور
کوئی وجہ نورالدین کی ناراضی کی نہیں تھی۔ اور نہ اس کا کوئی ثبوت ہے۔ عین الدولہ باروقی جب
صلاح الدین کی وزارت سے ناراض ہو کر دمشق کو واپس گیا۔ تو نورالدین اس سے ناراض ہوا۔ کہ
صلاح الدین کو اکیلا چھوڑ کر کیوں آیا ہے۔ اور صلاح الدین کے بڑے بھائی شمس الدولہ نے جب مصر کو جانے کی
نورالدین سے اجازت مانگی۔ تو اس نے اول انکار کر دیا اور کہا کہ یہ تو خیال کریگا۔ کہ صلاح الدین میرا
چھوٹا بھائی ہے۔ اور وہی ہے جو نورالدین کی خدمت میں کھڑا رہتا تھا۔ اور میری بھی خدمت کرتا تھا
اس واسطے تو اس کا ادب اور لحاظ نہیں کریگا۔ مگر اب وہ مصر میں میرا نائب ہے۔ شمس الدولہ نے
صلاح الدین کا ادب اور تعظیم کرنے کا اقرار کیا۔ تب اس کو مصر جانے کی اجازت ملی +

عاضد کی زندگی تک صلاح الدین کو دو مالکوں کو خوش کرنا تھا۔ اور عاضد اور نورالدین جیسے مختلف الاغراض
مالکوں کو خوش کرنا ایک بڑا مشکل امر تھا۔ نورالدین خلافت بغداد کا معتقد تھا۔ اور عاضد کی خلافت
اس کی رقیب اور ہر ایک اعتبار سے مخالف تھی۔ عاضد نے اپنی خلافت کے لئے خائف ہو کر نورالدین کو
لکھا۔ کہ صلاح الدین اور اس کے خواصوں کے بغیر ترکوں کی فوج کو مصر سے واپس بلالے۔ اس سے عاضد
کا مطلب یہی تھا۔ کہ اکیلا صلاح الدین کوئی انقلاب پیدا نہیں کر سکیگا۔ مگر نورالدین نے اسی سبب سے
اس درخواست کو نامنظور کیا۔ کہ اکیلا صلاح الدین مصر کو اس کے واسطے محفوظ نہیں رکھ سکتا صلاح الدین نے
نورالدین کے ہر ایک حکم کی تعمیل کرنے میں اپنی آمادگی ظاہر کی نجم الدین ایوب کے ہاتھ نورالدین نے صلاح الدین کیواسطے تحائف بھیجے اور
مصر میں بغدادی خلافت کا خطبہ پڑھے جانے پر بہت زور دیا صلاح الدین ڈرتا تھا کہ تمام مصر اپنے مذہب اور عقیدے
کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوگا۔ اور اس کا انجام کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ کیا ہوگا عاضد بھی زندہ تھا اور یہ امر قابل
لحاظ تھا لیکن نورالدین کے اصرار سے اس نے تمام مصلحتوں کو چھوڑ کر آخر کار عاضد کی زندگی ہی میں بغدادی خلافت
کا خطبہ پڑھوا دیا۔ اور مصریوں اور سوڈانی حبشیوں کے مفسدوں اور آئندہ مخالفتوں کی وجہ یہی تھی۔

عاضد کی وفات کے بعد مصر پر صلاح الدین کی حکومت بطور نورالدین کے ایک گورنر کے تھی مصر میں
خلیفہ بغداد اور نورالدین کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اور صلاح الدین کو وہ امیر سپہ سالار کے نام سے
خطاب کرتا تھا۔ مستضئی بامر اللہ خلیفہ بغداد نے بھی اپنی خوشنودی کے اظہار کے واسطے مصر میں

صلاح الدین کے پاس تحائف اور خلعتیں بھیجی تھیں۔ اس میں اکثر قیمتی چیزیں اور عباسی شعار اور جھنڈے اور خطیبوں عالموں اور قاضیوں کے واسطے لباس اور خلعتیں تھیں جو صلاح الدین نے ان میں تقسیم کیں +

نورالدین کو صلاح الدین سے بدگمان یا ناراض ہونے کا ایک واقعہ ضرور گذرا ہے نورالدین نے صلاح الدین کو لکھا تھا۔ کہ مصری فوج جمع کر کے کرک اور شوبک پر مصر کی طرف سے حملہ کرے اور دوسری طرف سے وہ خود حملہ کرنے کو تیار ہوا تھا صلاح الدین نے پہلے تو اپنی آمادگی ظاہر کی۔ مگر پھر معذرت نامہ لکھ بھیجا۔ اور بعض کے قول کے مطابق محاصرہ کر کے اُٹھا لیا۔ اور واپس چلا آیا اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ صلاح الدین کو اس کے خواصوں نے ڈرایا تھا۔ کہ اگر وہ نورالدین سے ملا تو وہ اُسے پکڑ لیگا۔ اگر درحقیقت اسی خوف سے کرک پر حملہ کرنے سے باز رہا تھا۔ تو وہ حق بجانب تھا۔ نورالدین کی اطاعت میں جب تک وہ ثابت قدم تھا۔ نورالدین کو کوئی وجہ اُس کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی نہیں تھی۔ اور صلاح الدین کو اپنی حفاظت کا خیال اس کا فرض تھا۔ نورالدین اس معذرت پر فوج کشی کرنے کو تیار ہوا۔ اور مصر میں جب یہ خبر پہنچی۔ تو صلاح الدین نے اپنی صفائی سے اپنے اکابران دولت کی ایک مجلس منعقد کی۔ اور اس میں بیان کیا۔ کہ نورالدین کا مصر پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ہے۔ ہم کو اس حالت میں کیا کرنا چاہئے صلاح الدین کا بھتیجا تقی الدین عمر بول اُٹھا کہ اگر نورالدین نے مصر پر حملہ کیا۔ تو ہم اُس سے لڑینگے۔ اور بزور شمشیر اس کو مصر سے نکال دینگے صلاح الدین کے اور رشتہ داروں نے بھی اس رائے کو پسند کیا۔ مگر صلاح الدین کا باپ ایوب اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور تقی الدین کو نہایت سخت ملامت کی۔ اور اُس کی تائید کنندوں کو بُرا کہا۔ اور کہا کہ نورالدین بادشاہ ہے۔ اور ہم اُس کے غلام ہیں جب وہ ہمارے سامنے آئیگا تو اُس کے مقابلہ کی مجال کس کو ہے۔ جس وقت ہم نورالدین کو دیکھینگے اُس کے پاؤں پر گر پڑینگے۔ اور اگر وہ مجھے جو تیرا باپ ہوں یا شہاب الدین کو جو تیرا ماموں ہے۔ کہیگا۔ کہ صلاح الدین کا سر کاٹ کر میرے حوالے کرو۔ تو ہم ایک لمحہ بھی تامل نہیں کرینگے۔ جب ہمارا یہ حال ہے تو کسی اور پر تجھ کو کیا بھروسہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر نورالدین تجھ کو معزول کرنا چاہتا ہے تو لشکرکشی کی تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ وہ حکم دے تو تو وہاں چلا جا۔ نورالدین مالک ہے اور تم غلام ہو۔ اس تقریر کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا۔ تو نجم الدین نے صلاح الدین کو سمجھایا۔ کہ سر مجلس نورالدین کی مخالفت کرنا بڑی نادانی تھی۔ نورالدین کے ہوا خواہ جب اس کو مخالفت کا حال لکھتے تو وہ بھڑک جاتا۔ اب وہ ہماری

اطاعت کی کیفیت لکھینگے تو وہ رضامند ہو جاویگا۔ تم کو بھی یہی لکھنا چاہیئے۔ چنانچہ اس حکمت عملی سے نورالدین صاف ہوگیا۔ یا کم سے کم اس نے مصر پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

نورالدین صلاح الدین سے اس سے بڑھ کر کیا توقع کرسکتا تھا۔ کہ اس نے انتظام ملک میں بھی نورالدین کے احکام کی تعمیل کی۔ اور عاضد کے قصر کے خزانوں میں سے نہایت قیمتی اور بیش بہا تحائف اس کے پاس بھیجے۔ بلور اور یشب کے ٹکڑے عجیب وغریب ویرتن بلخش کے ٹکڑے۔ جواہرات۔ موتی۔ ساٹھ ہزار دینار۔ خوشبوئیں۔ اور ہر ایک قسم کی قیمتی اشیاء اور اسباب۔ گھوڑے اور ایک وایت کے بموجب ہاتھی بھی بھیجا تھا۔ ایک روایت ہے کہ نورالدین اس تحفہ سے نہایت خوش اور شکرگذار ہوا تھا اور کہا تھا کہ صلاح الدین کو معلوم ہے کہ عباسیوں کے دفیعہ کے واسطے میرے مصارف کتنے کچھ ہیں۔ اور ایک بیان یہ ہے کہ اس تحفہ کو اس نے ناکافی سمجھا اور اس سے زیادہ کا طالب ہوا۔ اور صلاح الدین کے حساب کی پڑتال کے واسطے آدمی بھیجنا چاہا۔

صلاح الدین نے کرک اور شوبک پر حملہ کرنے سے نورالدین کی اس خواہش کی بھی ایک حد تک تعمیل کر دی۔ اس حملہ میں اس کو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اپنے باپ کی بیماری اور خطرہ کی حالت میں ہونے کی خبر سن کر اس کو محاصرہ اٹھا کر لوٹ آنا پڑا۔ اور ایوب کے پہنچنے سے پہلے فوت ہوگیا تھا۔ اس کے بعد جب صلاح الدین کے بھائی شمس الدولہ نے یمن کو فتح کیا۔ تو یمن اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی خلیفہ بغداد اور نورالدین کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اظہار اطاعت اور فرمانبرداری اس سے زیادہ کیا ہوسکتی تھی۔ اور اس کے بعد جب نورالدین نے صلاح الدین کا حساب پڑتال کرنے کے واسطے موفق بن قیسرانی کو بھیجا تو صلاح الدین نے تمام حساب وکتاب اس کے سامنے رکھ دیا اور اس نے دیکھ بھال کر تسلی کرلی۔ اس وقت صلاح الدین نے ایک بیشمار قیمتی تحفہ نورالدین کی خدمت میں بھیجنے کے واسطے تیار کیا۔ جس کی فہرست روضتین میں محفوظ ہے مگر اس تحفہ کے پہنچنے سے پہلے نورالدین کا۔ ۲۱ شوال ۵۶۹ھ ہجری کو دمشق میں انتقال ہوچکا تھا۔

اپنے آخری وقت میں گو نورالدین کے دل میں مصر کو صلاح الدین سے چھین لینے کے خیالات ہوں مگر صلاح الدین کے دل میں اس کی اطاعت کے سوائے اور کوئی خیال نہ تھا۔ ابن شداد صلاح الدین کا اپنا یہ قول نقل کرتا ہے۔ کہ نورالدین کی طرف سے اس کے مصر پر حملہ کرنے کی خبریں ہمیشہ مصر میں پہنچا کرتی تھیں۔ اور میرے دوست مجھے یہ مشورہ دیتے تھے کہ نورالدین کے حملے کی تحقیقات کریں اور اس سے مقابلہ کرنے کے واسطے تیار اور آمادہ رہیں۔ مگر میں اس صلاح کو نہیں مانتا تھا۔ اور وہ

سب لوگ اس پر اصرار کرتے تھے۔ ہم اس دوکد میں تھے کہ نورالدین کے انتقال کی خبر پہنچی۔ ابن اثیر بیان کرتا ہے کہ نورالدین مصر پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اور صلاح الدین کو مصر سے نکال دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ صلاح الدین کو عیسائیوں سے جہاد کرنے میں سست پاتا تھا۔ اسی حملہ کے واسطے نورالدین نے موصل۔ اور دیار جزیرہ۔ اور دیار بکر سے لشکر طلب کیا تھا۔ تاکہ اس کو عیسائیوں کے مقابلہ کے واسطے شام میں چھوڑ کر دوسری فوج کے ہمراہ مصر کا عزم کرے۔ مگر موت نے اس کو فرصت نہ دی۔ نورالدین کے دل میں صلاح الدین کی طرف سے یہ رنج تھا۔ کہ وہ عیسائیوں کے ساتھ جہاد میں کوشش نہیں کرتا تھا اور صلاح الدین کو اس امر میں یہ مانع درپیش تھا۔ کہ وہ ڈرتا تھا کہ اگر وہ عیسائیوں سے جہاد میں مشغول ہوا تو نورالدین اس ملک میں دست اندازی کریگا۔ اس کشمکش میں نورالدین کی وفات تک دن گذر گئے مؤلف روضتین کہتا ہے کہ اگر نورالدین کو معلوم ہوتا کہ صلاح الدین کے ہاتھ سے اسلام کو کیسی فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور جس کام کی نورالدین نے بنیاد رکھی صلاح الدین نے اس کو تمام و کمال تک پہنچا کر چھوڑا۔ تو اس کا دل اور آنکھیں ٹھنڈی ہوگئی ہوتیں۔ باوجود ان کثیر روایتوں کے کہ نورالدین مصر پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اور فوجیں اسی غرض سے جمع کی تھیں۔ ہم کامل وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ نورالدین کا ارادہ فوجوں کے جمع کرنے سے سوائے اس کے کچھ نہ تھا۔ یہ کہ اگر وہ زندہ رہتا تو اس نے مصر پر ضرور حملہ کیا ہوتا۔ نورالدین کو مصر کی نسبت جس چیز نے اپنے کسی ارادہ کے پورا کرنے سے روکا۔ وہ اس کا شوق جہاد اور عیسائیوں سے اپنی فتوحات کو محفوظ رکھنے کی ضرورت تھی۔ بزرگ اور نامور نورالدین کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو یوروشلیم کو عیسائیوں سے فتح کرنے کی تھی۔ اور اس وقت اس کا یہ خیال اور بھی زور پکڑ چکا تھا۔ یہانتک کہ اس نے بیت المقدس میں مسجد اقصےٰ میں رکھنے کے واسطے منبر تیار کیا تھا۔ جس پر فتح کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جاویگا عجب نہیں کہ فوجوں کی طلبی اسی غرض سے ہوئی ہو عیسائی مورخ کہتے ہیں کہ اس وقت نورالدین نے جہاد کا عام وعظ کرایا تھا۔ اور یوروشلیم پر حملہ کرنے کو تیار رہتا تھا۔ مگر یہ کام صلاح الدین کے واسطے تھا۔ اور صلاح الدین ہی نے اس منبر کو یوروشلیم میں اسی مقدس جگہ میں رکھ کر جس کے واسطے بنوایا گیا تھا۔ نورالدین کی آرزو کو پورا کیا +

بایں ہمہ حق یہ ہے کہ صلاح الدین نے اگر ایک ادنٰے وجہ بھی نورالدین کی ناراضی کی پیدا کی ہے تو اس کے الزام سے کوئی چیز صلاح الدین کو مشکل سے بری کر سکتی ہے۔ دولت۔ طاقت سلطنت کی کی ہوس اور طمع ایک ایسی چیز ہے کہ نہ صرف مسلمان خلفا اور بادشاہوں اور سلاطین کے خاندان کے ہر ایک سلسلہ میں بلکہ دنیا کی ہر ایک قوم وملت میں عام طور پر یہی حال پایا جاتا ہے۔ کہ اس جسمانی اور دنیوی افضلیت کے واسطے

بیٹوں نے اپنے باپ اور باپوں نے بیٹوں اور بھائیوں نے اپنے بھائیوں کی جان کے ساتھ دشمنی کی ہے انصاف اور اخلاق کے مدارج اور مسائل کو بالائے طاق رکھ کر ایسے ایسے وحشتناک۔ دلگداز اور جگرخراش واقعات اور حادثات دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں کہ خود فطرت انسانی ان کے سننے سے کانپ اٹھتی ہے اور شرمندہ ہوتی ہے صلاح الدین کے برتاؤ اور سلوک کو جو اس نے نور الدین کے ساتھ کیا ہم اخلاق اور انصاف کے ایک کامل معیار پر رکھ کر دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کو ٹھیک ٹھیک طے کرنے کے واسطے واقعات موجود ہیں یا پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر کسی ایسی کوشش کی بھی ضرورت ہو تو صلاح الدین قابل الزام ہے اور اس کی تمام آیندہ بزرگی اور وہ احسانات جو اس نے اسلامی دنیا اور اس کے ننگ و ناموس اور عزت و شوکت پر کئے ہیں وہ بھی اس کو بری نہیں کر سکتے۔ مگر جزئیات تک صحیح اور اصلی حالات کا ملنا ناممکن ہے اور اسی وجہ سے نور الدین اور صلاح الدین کے درمیان کوئی ایسا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا جس میں گفت و گو کی گنجائش نہ رہے +

البتہ نور الدین کی وفات نے اس کی نسبت صلاح الدین کے اصلی اور دلی خیالات کے اظہار کا ایک موقع پیدا کر دیا۔ اور والیان سلطنت اور ارباب حکومت کے معمولی اور عام اخلاق اور انصاف کی نگاہ سے اگر دیکھا جاوے۔ تو نور الدین کی زندگی میں اور خصوصاً اس کے بعد صلاح الدین کا برتاؤ صلاح الدین کی اخلاقی عظمت اور یگانگت کی ایک قوی دلیل ہے اور اس اعتبار سے وہ کسی سے دوسرا نہیں معلوم ہوتا +

نور الدین کی وفات نے گویا صلاح الدین کو اس تمام خوف و خطر سے اگر واقعی اس کے دل میں کوئی خوف یا خطر تھا آزاد کر دیا تھا۔ اپنے آپ کو خود مختار سلطان مشتہر کرنے میں اگر کوئی ایسی ہوس یا خواہش اس کے دل میں تھی اور اطاعت اور فرمانبرداری کا بوجھ اپنے کندھے سے اتار دینے میں کوئی امر اس کے واسطے مانع نہیں تھا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس کو مصلحت یا حکمت عملی خیال کیا جا سکتا ہے۔ مگر ایسی مصلحت یا حکمت عملی کی ضرورت نہیں تھی۔ خصوصاً اگر اس کے دل میں کوئی ایسی ہوس یا خواہش ہوتی کیونکہ نور الدین مرحوم کا جانشین اس کا بیٹا ملک صالح اسمٰعیل رہ گیا تھا۔ جس کی عمر صرف گیارہ برس کی تھی صلاح الدین نے نور الدین کے انتقال کی خبر سننے پر مصر اور اپنے تمام مقبوضات میں ملک صالح کے نام پر خطبہ پڑھوایا۔ اور سکہ بھی اس کے نام پر ضرب کر دیا۔ اور ملک صالح اور امرائے نور الدین کے پاس مراسلات بھیجے جن میں سے امرا کے نام کے ایک مراسلہ سے حسب ذیل مضمون اخذ کیا جاتا ہے +

"مولی (میرے مالک) نور الدین کی نسبت خبر بد پہنچی ہے۔ خدا ہم کو مولی موصوف کی نسبت بری خبر سے بچائے اور اس کی عافیت کی خبر سے ہمارے چہروں اور دلوں کو روشن کرے۔ اس خبر کے سننے

سے امر دشوار اور سینہ تنگ ہوگیا ہے۔ اس حادثہ سے کمر ٹوٹ گئی ہے۔ صبر اور ثبات ہاتھ سے جاتے رہے ہیں۔ پناہ بخدا۔ اگر یہ امر واقع ہوگیا ہے اور موت کا عام حکم مولیٰ موصوف کو بھی پہنچ گیا ہے تو حوادث اور مصائب کا سامنا ہے۔ بادشاہ اپنی مملکت کی ترتیب اپنی اولاد کے واسطے کرتے ہیں۔ اور اچھی زمین میں اچھے ثمر کے واسطے بیج بوتے ہیں۔ خدا کا خوف کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جاوے۔ اور دشمن کامیاب ہو جاتے اور وہ نعمتیں جو زمانہ نے عاجز اور درماندہ ہو کر اُن کے حقداروں کو دی تھیں۔ کہیں انتقال نہ کر جائیں۔ تم ایک ہاتھ ہو جاؤ۔ اور ایک دوسرے کے سینے بازو بنو۔ ایسے نل بن جاؤ جو محبت سے یکجا ہو جائیں۔ اور ایسی تلواریں بن جاؤ۔ جو ایک نیام میں اکٹھی ہو جائیں اختلاف مت کرو۔ مبتلائے عذاب ہوگے جھگڑا نہ کرو۔ رعب کھو بیٹھو گے۔ عداوت ہر ایک جگہ سے تمہاری تاک میں ہے۔ اور ایمان پر حملہ کرنے کے واسطے کفر متفق ہے۔ ہم اس خاندان کے حامی مددگار ہیں۔ اس کی حفاظت کرینگے۔ اور اس کو خراب نہ ہونے دینگے۔ مولانا نورالدین کی وصیت سے ہم خبر پاچکے ہیں۔ کہ اس کا بیٹا اس کا جانشین اور اتابک سعدالدین کمشتکین اس کا مشیر ہے۔ اگر یہ وصیت اعلان ہو کر قبول ہو چکی ہے۔ اور سب حاضر و غائب نے اطاعت کر لی ہے تو بہتر ہے یہی ہمارا مقصود ہے۔ ورنہ ہم اس برخوردار مولود کی امداد کرنے کو تیار بیٹھے ہیں جو شخص اس کے ساتھ عداوت کریگا۔ وہ ہم کو تلوار کی شکل میں دیکھیگا۔ اگر مولود مسعود اور اُس کے باپ (نورالدین) کے وزرا اور امرا کے درمیان عافیت ہونے کی خبر مجھے موصول ہوئی۔ تو میرا مقصد اور میرا مدعا بر آویگا +

اس کے سوائے ایک تعزیت نامہ میں جو صلاح الدین نے ملک صالح کو لکھا اپنی عقیدتمندی اور نیازمندی اور تابعداری کا یقین دلانے کے بعد حسب ذیل فقرات لکھے "۹ ذیقعد کو بروز جمعہ آپکے کریم نام پر خطبہ قائم کیا گیا ہے۔ اور موقف عظیم میں آپ کے واسطے دعا مانگی گئی ہے۔ اور ایسی جماعت میں جو بیہودہ گو اور گنہ گار نہیں ہے۔ ..... اس خادم نے کلمۃ الاسلام کو اس لئے جمع کیا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ جماعت میں رحمت ہے۔ خدائے پاک مولا ملک صالح کی بادشاہت کو دائم رکھے۔ اور ملک کو اس کے ذریعہ اور ہاتھوں سے اصلاح بخشے ...... یہ خادم جس امر کی نیت رکھتا ہے (یعنی اُسکی سلطنت کی حمایت و تائید کرنا اور اُس کے ملک کو وسیع کرنا) اس کی اس کو توفیق دے" الخ۔ اس کے بعد صلاح الدین کے لکھے ہوئے اور مراسلہ جات بھی موجود ہیں جن میں اُس نے ملک صالح کی نسبت ایسی ہی اطاعت اور وفاداری کے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ مگر یہ صورت حالات کی دیر تک رہنے والی نہیں تھی شخصی سلطنتوں کا فروغ اور استحکام اور ایک ہی اچھی حالت اس وقت تک رہ سکتی ہے۔ جب تک

شخص حکمران مضبوط اور قابل ہو۔ اپنے اختیارات اور مرضی کو عمل میں لا سکتا ہو۔ ملک صالح خورد سال تھا
مختلف الاغراض اور غرضمند اور غیر ذمہ وار امراء سے کسی بھلائی کی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ خصوصاً جبکہ
وہ برائیاں عام ہو چکی تھیں جنہوں نے سینکڑوں اسلامی سلطنتوں اور حکومتوں کو مٹا دیا تھا۔ بقول
صلاح الدین کے عیسائی موقع کی تاک میں اور پاس پڑوس ہی میں موجود تھے۔ صلاح الدین دور تھا۔ اور
دولت نوریہ کے امراء اس کی صلاح و مشورت و مداخلت کو کب گوارا کرنے والے تھے۔ نور الدین کی
وفات نے گویا عیسائیوں کی ٹوٹی ہوئی کمروں کو پھر مضبوط کر دیا تھا۔ اور اس موقع کو وہ ہاتھ سے دینے والے
نہیں تھے اپنی تیاری کر کے مسلمانوں کی سرحدوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور بانیاس میں پہنچ گئے۔ شمس الدین
ابن مقدم ان کے مقابلہ کے واسطے نکلا۔ اور لڑائی کو ٹلا دینے اور عیسائیوں کو ڈرا دینے کی غرض سے ان کو
صلاح الدین کے پہنچنے کی خبر لکھی۔ عیسائیوں نے صلاح الدین کے خوف سے صلح مان لی۔ مگر اس میں بھی وہ
مسلمانوں کی کم ہمتی سے فائدہ اٹھا گئے۔ مسلمانوں کے ملک کا کچھ حصہ از روئے صلح لے لیا۔ اور اپنے
تمام قیدی آزاد کرا لئے۔ اور اس پر ہمیشہ کے واسطے صلح نامہ لکھ کر چلے گئے۔ صلاح الدین کو جب اس
صلح کی خبر پہنچی تو اس نے دولتِ نوریہ کے امراء اور اکابروں کو متعدد مراسلہ جات لکھے۔ اور اس میں
اس صلح کی نسبت اپنی نارضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ شیخ شرف الدین ابن ابی عصرون کو جو مراسلہ فاقوس
کے پڑاؤ سے ۱۱۔ ذوالحج کی رات کے پچھلے حصہ میں لکھا۔ اس میں لکھا کہ جس وقت ملک صالح کا مراسلہ
فرنگیوں کے حملہ کی بابت مجھے پہنچا۔ اسی وقت میں لشکر ہمراہ لے کر امداد کے واسطے نکل کھڑا ہوا۔
اور چار منزل کوچ کر آیا تھا۔ کہ اس ناروا صلح کی خبر مجھے ملی جس میں اسلام کی سراسر ہتک ہے۔ اسلامی
ملک کا کچھ حصہ دیدینا۔ اور قیدیوں کو چھوڑ دینا نہایت ہی ناجائز تھا۔ الخ +

ابن اثیر کہتا ہے نور الدین کے مرنے کے بعد شمس الدین ابن مقدم اور حسام الدین حسین اور ان کے
ہمراہی امیر صلاح دیتے تھے کہ ہم دولت نوریہ کے اکابر جو کام کریں صلاح الدین کی مشورت سے کریں کیونکہ وہ
نور الدین کے خاصان میں سے ہے۔ اگر ہم اس کے مشورہ کے بغیر ملک صالح کو ولیعہد قرار دینگے۔ تو وہ
یہ الزام ہمارے سر پر رکھ کر ملک صالح کی اطاعت سے نکل جاویگا۔ یا ہمیں نکال کر خود اس کا سرپرست
بن جاویگا۔ اور ہم اس کے مقابلہ کی توفیق نہیں رکھتے۔ یہ بات دوسرے امراء کو ناگوار گذرتی تھی۔ اور
صلاح الدین کی مداخلت کا ان کو خوف تھا۔ مگر اسی اثنا میں صلاح الدین کے مراسلہ جات ملک صالح کے
نام نور الدین کی وفات کی تعزیت اور سلطنت کی تہنیت میں پہنچے اور مصری دینار بھی آئے۔ جن پر
ملک صالح کا نام ضرب کیا ہوا تھا۔ اور مصر میں ملک صالح کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی خبر بھی آئی تو صلاح الدین

کی اطاعت کی طرف سے اطمینان ہو گیا سیف الدین بن قطب الدین نے جو ملک صالح کا چچا زاد بھائی تھا
جب ملک صالح کے ملک میں مداخلت کر کے اُس نے دیار جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ملک صالح کے سرپرست
امیروں نے صلاح الدین کو کوئی خبر نہ لکھی تو صلاح الدین نے ملک صالح کو لکھا کہ آپ نے سیف الدین کے
اس ارادہ سے مجھے کیوں مطلع نہ کیا۔ تاکہ میں اس کی مدافعت کے واسطے حاضر ہوتا۔ اور امراء کو بھی لکھا
کہ اگر نورالدین تم لوگوں میں کوئی لیاقت دیکھتا اور کسی کو میری قائم مقامی کے قابل پاتا۔ تو مصر کے حوالے
کرتا۔ نورالدین کو اگر موت اتنی جلدی نہ آ ٹھہرتی۔ تو اپنے بیٹے کی سرپرستی کی خدمت وہ میرے سپرد کرتا
اب بھی حلب میں پہنچتا ہوں اور اس کی سرپرستی اپنے ذمہ لے کر تم کو تمہاری اس غفلت کی سزا دونگا
تم لوگوں نے ملک صالح کی کوئی امداد نہ کی۔ اور اُس کی مملکت کا ایک حصہ اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔
انہیں واقعات کی نسبت ابن ابی طے بیان کرتا ہے کہ نورالدین کے مرنے کے بعد اُس کے امراء دولت
ملک صالح کی اطاعت اور خدمت پر متفق ہوئے۔ اور اس فکر میں ہوئے کہ صلاح الدین کے جو دوست اور خیر اندیش
شام میں رہتے ہیں ان کی بیخ کنی کی جاوے۔ اور عیسائیوں سے شمس الدین ابن مقدم سپہ سالار کی وساطت سے
صلح کر لی جاوے۔ چنانچہ ممالک اسلامی کا ایک حصہ انہیں دے کر اور ان کے قیدی چھوڑ کر ان کو خوش کیا گیا
صلاح الدین کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو اُس نے ابن عصرون کو ایک مراسلہ اس مضمون کا لکھا۔ کہ مجھے خبر پہنچی ہے
کہ فرنگیوں اور دمشقیوں نے باہم صلح کی ہے مسلمانوں کے باقی شہر اس صلح میں داخل نہیں کئے گئے۔ حالانکہ
تمام مسلمانوں کا عیسائیوں سے ایک ہی قسم کا تنازعہ تھا مسلمانوں کا وہ مال جو نیکی کے کام اور مصلحت کے
واسطے جمع کیا گیا تھا ایسی معصیت میں خرچ کیا گیا ہے جس پر خدا اور اُس کا رسول اور امت کے نیکوکار
شخص ناخوش ہیں۔ جو مال مصیبت کے دفع کرنے کے لئے تھا۔ وہ مصیبت کی اعانت میں صرف ہوا۔
طبریہ کے قیدی اور ان کے سوا جو مسلمانوں کے سخت اور خطرناک دشمن تھے فرنگیوں کو دئے گئے ہیں اور
صلح کا وسیلہ بنائے گئے ہیں۔ ہم کو جب سے یہ خبر پہنچی۔ نہ ہم آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے
ہیں۔ اگر وہاں آنے کا ارادہ پورا کیا۔ تو ہماری نسبت بدظنی کی جاوے گی۔ اور اگر ٹھہر گئے تو جن اطراف
کو اس صلح میں داخل نہیں کیا گیا۔ اُن میں عیسائی مداخلت اور دست اندازی کرینگے۔ اگر ہم نے لشکر
کو پراگندہ کر دیا۔ تو پھر اس کا جمع کرنا مشکل ہوگا۔ اس لئے ہم نے بنظر مناسب امیر شمس الدین ابوالحسن علی
اور اس کے بھائیوں کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ وہاں جا کر اس صلح کے خطرات اور نقصانات سے آگاہ کریگا اور
سمجھائیگا۔ کہ یہ ایک ایسا مضرت بخش امر ہے کہ پھر اس کا کوئی علاج نہ ہو سکیگا۔ دشمن ہر وقت ہماری فکر
میں رہیگا۔ اور ہماری مخالفت میں اپنی کوششوں کو جاری رکھیگا مسلمانوں کی جماعت اگر اس صلح پر

ناراض ہے تو اس ناراضی کے آثار ظاہر کرنے کا یہی موقع ہے۔ ابتدا میں غفلت اور سُستی نہ کرو۔ انتہا پر عاجز اور تنگ ہو گئے مسلمانوں کے حق میں ہمارے ارادے وُہی ہیں۔ جو نیک رائے اور حُسن تدبیر پر مبنی ہیں لشکر کو ہم نے خوف سے منتشر نہیں کیا۔ کہ مبادا دشمن نواح حارم کی طرف بڑھے۔ کیونکہ مسلمانوں سے مال لینے سے اُن کی طاقت بڑھ گئی ہے۔ اور جب تک وہ ہم کو مجتمع اور آمادہ پیکار دیکھیگا اپنی جگہ سے حرکت نہیں کریگا اور حملہ آور نہ ہوگا +

صلاح الدین کے یہ تمام خیالات اور ہدایات نہایت دور اندیشی پر مبنی تھیں۔ مگر امراء نوریہ ان سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے اپنی ابتریوں کو اور بڑھا رہے تھے۔ مجد الدین ابن دایہ کے بھائی کو جو نورالدین کے بیٹے کا متولی تھا۔ اور امیروں نے ذلیل کیا۔ اور دایہ کے بیٹوں کو مجروح اور قتل کیا۔ صلاح الدین کو یہ باتیں نہایت ناگوار اور بُری معلوم ہوتی تھیں۔ اور یہ آثار بد اس کو آیندہ خرابیوں کا مُنہ دکھلا رہے تھے۔ اور اس کو خوف ہو گیا تھا۔ کہ مصر اور شام میں علیحدگی واقع ہو جاویگی۔ مسلمانوں کی طاقت اس تفرقہ سے کمزور ہو جاویگی اور عیسائیوں کو ممالک اسلامی پر حملہ کرنے کا اچھا موقع مل جاویگا۔ اُس نے ابن مقدم کو ایسے فسادوں کی نسبت ایک عتاب آمیز خط لکھا۔ اور ابن مقدم نے اس کے جواب میں یہ لکھا کہ تم اپنے آقا نورالدین کی مملکت کا طمع کرتے ہو۔ حالانکہ اُس نے تُمہاری پرورش کی تھی۔ وغیرہ +

صلاح الدین نے اس بُہتان کے جواب میں ابن دایہ کو لکھا کہ ہم اسلام اور مسلمانوں کے واسطے صرف اس چیز کی خواہش کرتے ہیں جو ان کے متفرقات کو جمع کرے اور اُن میں اتحاد اور باہمی اُلفت پیدا کرے خاندان اتابک کے حق میں ہماری خواہش اس کے سوائے کچھ نہیں ہے کہ اس کی جڑوں اور شاخوں کو حوادث زمانہ سے بچایا جاوے۔ اس کی حفاظت کی جاوے۔ اور اس کے نقصانات کو دور کرکے اُس کو نفع پُہنچایا جاوے۔ وفاداری کا موقع دوست کے مرنے کے بعد ہوتا ہے اور اظہار محبت کے لئے وہ وقت ہوتا ہے جب دشمن ہر طرف سے حملے کرنے لگیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارا منشاء اور ہے اور ہم سے بدظن کرنے والوں کا مطلب اور مُدعا کچھ اور ہے۔ ہماری مراد اصلاح کرنے کی ہے۔ اور جو ہم کو دُور رکھنا چاہتے ہیں ان کی غرض دوسری ہے۔ اصلاح چاہنے والوں کو بُرا نہیں کہا کرتے۔ اور ہتھیار رکھ دینے والوں کو زخم پہنچانے کے ارادہ سے متہم نہیں کیا جاتا +

صلاح الدین کی یہ پیش بینی بالکل درست تھی کہ عیسائیوں نے جب شامی مسلمانوں سے صلح کرکے اور اُن کی نادانی سے فائدہ اُٹھا کر اُن کی طرف سے اپنا اطمینان کر لیا ہے تو دوسرے اسلامی ممالک پر وہ حملے کرینگے۔ چنانچہ وہ شام کے مسلمانوں کے فسادوں کو رفع کرنے کی تجاویز سوچ رہا تھا۔ کہ اس کو خبر ملی کہ

عیسائیوں کی فوج جنگی بیڑوں سے سکندریہ میں پہنچ رہی ہے۔ ۲۶ ذوالحج ۵۶۹ھ ہجری کو یہ بیڑا پہنچا تھا۔ اور لڑائی کے بعد یکم محرم ۵۷۰ھ ہجری کو شکست کھا کر واپس گیا۔ اس حملہ کی مفصل کیفیت آئندہ باب میں لکھی جاویگی۔ ۵۷۰ھ ہجری میں ایک مصری امیر کنز نے حبشیوں کی ایک فوج صعید میں جمع کر کے مفسدہ برپا کیا۔ مگر سلطانی فوج نے سلطان کے بھائی سیف الدین غازی کے ماتحت ان کا قلع قمع کر ڈالا +

شام کی مشکلات ہر وقت صلاح الدین کے پیش نظر رہتی تھیں۔ نوعمر ملک صالح خود غرض امراء کے ہاتھوں میں پڑا ہوا تھا۔ جن سے صلاح الدین کو کبھی توقع نہ تھی۔ کہ شام اور مصر کے اتحاد اور اتفاق کو پسند کرینگے۔ اور کسی آئندہ ضرورت کے وقت عیسائیوں کے برخلاف ان دونو ممالک کے مسلمان اکٹھے ہونگے۔ شام اور مصر کے تعلقات کے درمیان روز بروز فاصلہ اور بعد بڑھتا جا رہا تھا۔ اور اس کے گھٹنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ اس تفریق سے جو کمزوری مسلمانوں میں پیدا ہو گئی اور ہو رہی تھی اس سے فائدہ اٹھانے کے واسطے عیسائی بغل میں تیار اور موجود بیٹھے تھے۔ عیسائیوں کی طاقت کی مزاحمت کرنے کے قابل صرف ملک شام ہی ایک مناسب جگہ تھی۔ صلاح الدین مصر میں علیحدہ رہ کر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ نورالدین کی وفات ہی سے گویا عیسائی مسلمانوں سے فائدہ اٹھانے لگ گئے تھے امراء نوریہ کے نزدیک عیسائیوں سے اپنے ممالک کو بچانے کی کوشش کرنا کوئی ضروری امر نہ تھا۔ اور نہ وہ کسی ایسی ضرورت کے خیال کی طرف مائل ہوتے تھے۔ ملک صالح کا چچا زاد بھائی سیف الدین صاحب موصل صالح کی کم سنی اور اس کے امرا کی بے پروائی سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ نورالدین مرحوم کے ملک سے اپنے مقبوضات کو وسیع کر رہا تھا۔ اس سے بھی کچھ توقع نہ تھی۔ کہ وہ اپنی اغراض کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مشترک اغراض کی کچھ پروا کریگا۔ بلکہ وہ ملک صالح کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے واسطے اس کی کمزوری پسند کرتا خواہ وہ عیسائیوں کے ہاتھ سے ہوتی۔ صلاح الدین کو رنج ہوا۔ جب اس نے سنا کہ صالح کے ملک میں سے دیار جزیرہ پر سیف الدین نے قبضہ کر لیا ہے۔ اس نے امراء نوریہ کو ترش ہو کر لکھا تو انہوں نے الٹا اس کو خود غرضی کا الزام لگایا۔ امراء نوریہ کے اپنے باہمی فسادوں سے بھی صلاح الدین آزردہ تھا۔ اور ان سب حالات کا ایک ظاہری اور صاف نتیجہ یہ تھا۔ کہ نورالدین مرحوم کی سب سے عزیز کوششوں کے نشانات مٹ جانے والے تھے۔ اور اس کی پیاری تمنائیں اس کے امرا کے ہاتھوں سے شام کی زمین میں دفن ہو جانے والی تھیں۔ شام میں عیسائیوں کے غلبہ کے اسباب خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے جمع کئے جا رہے تھے۔ اور شام میں غالب ہو کر وہ صرف مصر کے آئندہ مالک نہ ہو جاتے۔ بلکہ جنوب اور شرق کی اسلامی حکومتوں پر ہاتھ بڑھاتے مگر

خداوند تعالےٰ کو یہ منظور نہ تھا۔ کیونکہ صلاح الدین جس کو اس نے خاص اسی کام کے واسطے پیدا کیا تھا۔ موجود تھا صلاح الدین اس حال کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور نہ برداشت کر سکتا تھا۔ ضرورت یہ تھی کہ وہ شام کو جائے اور وہاں جا کر دولت نوریہ اور امراء نوریہ کی اصلاح کرے اور اگر اصلاح نہ کر سکے تو ان کو نابود کر دے۔ اور ایک ہی اسلامی طاقت اس سرزمین میں قائم کرے۔ اور عیسائیوں کے متعلق نورالدین مرحوم کے ارادوں اور خواہشوں کو پورا کرے یعنی بیت المقدس ان سے چھین لے۔ صلاح الدین کے سامنے یہ ایک بڑا مشکل اور بہت بڑے وقت کا کام تھا۔ خصوصاً جب کہ عیسائی ہمسائے تاک میں لگے ہوئے تھے۔ ابن مقدم اور بعض دوسرے امرا جو صلاح الدین کے دوست اور خیر اندیش تھے۔ اس کو دمشق بلا رہے تھے۔ ان تحریکوں نے اس کے ارادوں کی تائید کی اور شام کی طرف بڑھا۔ ملک صالح دمشق سے حلب چلا گیا تھا اور دمشق خالی تھا۔

فرانسیسی مورخ میچاڈ اس موقع پر لکھتا ہے کہ "نورالدین کی عنات پر وہ سلطنت جو اتابکوں نے قائم کی تھی بربادی کی طرف مائل تھی۔ اتابکوں کا سلطان صرف ایک بچہ اپنی جانشینی کے واسطے چھوڑ گیا۔ اور اس کے امراء اس کی طاقت کو تقسیم کرنے کے لئے باہم لڑائیاں جھگڑے کرنے لگے۔ اور شام میں بھی ابتری اور طوائف الملوکی پھیلنے لگی۔ جو سلجوقیوں کے زوال پر پھیل گئی تھی۔ مسلمان اقوام نے ان خرابیوں سے خوف زدہ ہو کر بڑے شوق سے صلاح الدین کی اطاعت کو تلاش کیا۔ اور بڑی خوشی سے اس جنگجو بہادر کو اپنا امیر تسلیم کیا۔ جو اسلام اور اس کے ممالک کو بچانے کے لائق ایک ہی شخص تھا۔ صلاح الدین صرف نورالدین کی طاقت اور قوت ہی کا وارث نہ تھا۔ بلکہ اپنے پیشرو کی تجاویز اور ارادوں کی پیروی کرنے کا مشتاق تھا۔ اور عیسائیوں کے مقابلہ میں لڑائی جاری رکھنے کے خیال سے زیادہ کوئی چیز اس کی خواہش اور ہوس کو خوش کرنیوالی نہ تھی۔

صلاح الدین کے شام کے جانے کی نسبت جو روایات مختلف مورخوں نے بیان کی ہیں یا اس نے خود لکھی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ جب صلاح الدین عیسائیوں اور کنزالدولہ کی شرارتوں سے فارغ ہوا تو اس نے شام کا قصد کیا۔ یکم صفر کو وہ برکہ کو نکلا۔ لشکر کے فراہم ہونے تک اس جگہ مقیم رہا۔ ۱۳۔ ربیع الاول کو اس نے بلبیس کی طرف کوچ کیا شمس الدین والی بصرہ کے قاصد صدیق ابن جاولی اور شمس الدین ابن مقدم صلاح الدین کو شام کی طرف جلدی آنے کے واسطے برانگیختہ کرتے تھے۔ صلاح الدین عجلت سے بصرہ میں پہنچا۔ بصرہ کے والی نے اس کا استقبال کیا۔ اور آمد کے واسطے دل و جان سے آمادگی ظاہر کی۔ اور کچھ دور تک صلاح الدین کے ہمراہ گیا صلاح الدین کا خیال تھا۔ کہ دمشق میں داخل ہونے پر اس کی مزاحمت ہوگی۔ مگر وہ بلا مزاحمت دمشق میں داخل ہوا۔ اور دار العقیقی میں جو اس کے باپ کا مسکن تھا مقیم ہوا۔ سکہ اور خطبہ حسب دستور ملک صالح کے نام جاری کیا۔ اور یقین دلایا۔ کہ اس کا مطلب ملک صالح کے ملک اور حقوق کی حفاظت کرنے سے ہے تمام وزرا

اور امراء نے اس کی اطاعت قبول کرلی۔ اور جمال الدین ریحان بھی جو ملک صالح کی طرف سے دمشق کا حاکم تھا۔ انعام و اکرام سے اطاعت کی طرف مائل ہوگیا۔ علماء اور اہل کمال کی صلاح الدین نے تعظیم اور تکریم کی اور لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا۔ خود صلاح الدین نے اپنے سفر شام اور حصول دمشق کی نسبت مصر کی طرف لکھا کہ ہمارے بصرہ میں پہنچنے کے دن اور اس سے پہلے ترکوں اور کردوں کی فوجیں اور امیر اور عرب اہلکار اور سردار اور اطراف کے لوگ کثرت سے جمع ہوئے تھے۔ دمشق سے مراسلہ پر مراسلہ آتا تھا۔ ہر ایک مخبر اور زائر اگرچہ غائب تھا۔ مگر اپنے مراسلہ کے ذریعہ سے حاضر ہو کر یہ کہتا تھا۔ "کہ شہر اطاعت میں آسکتے ہیں اور کامیابی ہونیوالی ہے"۔ ایک دوسرے مراسلہ میں لکھا کہ ۲۴ ربیع الاول کو ہم نے کوچ کیا۔ والی بصرہ نے ہماری ہر طرح سے خدمت کی۔ ۲۷ ربیع الاول کو مولی اسد الدین کے بیٹے ناصر الدین اور امیر سعد الدین آمر کے بیٹے سے ہماری ملاقات ہوئی۔ دوشنبہ ۲۹ ربیع الاول کو ہم سوار ہوئے اور دمشق میں داخل ہوئے۔ پر چند آدمیوں نے ہماری مزاحمت کی جن کو ہمارے لشکر نے قرار واقعی سزا دی۔ ہم دمشق میں داخل ہوئے اور اپنے باپ کی حویلی میں اُترے۔ تمام اطراف میں لوگوں کے دل خوش کرنے اور محصول تجارت معاف کرنے کی منادی کرادی۔ مجھ سے پہلے اس جگہ بادشاہت خراب اور مسرف تھی ظلم کے ہاتھ لوگوں پر دراز ہوئے ہوئے تھے۔ اور احکام شرعی کی پابندی ہم نے شروع کرادی ہے اور امت رسولؐ کو ان مظالم سے بچالیا ہے"۔

ابن اثیر ان واقعات کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ "دمشق کے امیروں کو جب یہ خوف پیدا ہوا کہ ملک صالح اور کمشتکین حلب سے ہم پر تاخت کرینگے اور بنی دایہ کا سا سلوک ہمارے ساتھ بھی کرینگے۔ تو انہوں نے سیف الدین صاحب موصل کو مراسلہ لکھا کہ دمشق ہم تیرے حوالے کرتے ہیں۔ مگر اس نے تامل کیا تو پھر انہوں نے خوف کے مارے صلاح الدین کو لکھا۔ اور شمس الدین ابن مقدم اس تجویز میں ان کا پیشوا تھا۔ صلاح الدین کو جب یہ مراسلہ پہنچا تو وہ بلا توقف دمشق کو چلا آیا۔ دمشق کے امیروں نے شہر اس کے حوالے کردیا۔ اس نے ملک صالح کے نام خطبہ جاری رکھا۔ اور یہ ظاہر کیا کہ میں ملک صالح کی خدمت کے واسطے آیا ہوں اور جو شہر اس کے چچا کے بیٹے نے اس سے چھین لئے ہیں وہ واپس دلاؤنگا"۔

قاضی ابن شداد لکھتا ہے کہ "صلاح الدین کو جب یہ معلوم ہوا کہ نور الدین فوت ہوگیا ہے اور اس کا ولیعہد کمسن ہے۔ جو ملک کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا۔ اور فرنگیوں کی مدافعت کے واسطے کافی نہیں ہے تو اس نے یہ سوچ کر کہ شام اسلام کے شہروں کا مرکز اور بمنزلہ جڑ کے ہے مصر میں نائب محافظ منتظم مقرر کرکے شام کو روانہ ہوا شہر والوں کو مراسلہ جات لکھتا تھا۔ ملک صالح کے امیروں میں اختلاف پڑگیا۔ ایک دوسرے سے بدظن ہوگئے۔ اور بعض نے دوسروں کو قید کرلیا۔ اس وجہ سے ان میں خوف پیدا ہوگیا۔

اور نورالدین کے ولیعہد لڑکے سے لوگ متنفر ہو گئے۔ ابن مقدم نے صلاح الدین کو لکھا۔ اور اس نے نورالدین کے بیٹے کی تربیت کا ارادہ کر کے مصر سے کوچ کیا۔ یکم ربیع الآخر شنبہ کے دن دمشق میں داخل ہوا۔ پہلے اپنے باپ کے مکان میں اترا۔ اور لوگ اس سے ملے۔ سب کو اس نے بہت انعام واکرام بخشا۔ اور لوگ اس سے خوش ہو گئے دمشق پر قابض ہو جانے کے بعد صلاح الدین نے حلب کا راستہ لیا۔ اور حمص میں جا اترا اور شہر حمص کو اپنے قبضہ میں لا کر یکم جمادی الاول کو حلب پہنچ گیا۔ اور یہ پہلی دفعہ تھی۔ غرض صلاح الدین کے شام کو جانے کے واسطے کافی اور صحیح وجوہات موجود تھیں۔ ابن ابی طے لکھتا ہے کہ جب صلاح الدین دمشق کا مالک ہوا تو اس نے وہ تمام منکرات اور مظالم جو نورالدین کے بعد امیروں نے قائم کئے تھے مٹا دئے۔ اور علم اور عدل اور احسان کو ترقی دی۔

صلاح الدین نے جس حال میں دمشق میں سکہ اور خطبہ ملک صالح کے نام جاری رکھا تھا۔ اور بارہا اس امر کا یقین بھی دلایا تھا۔ کہ اس کا مدعا ملک صالح کی حمایت اور خدمت کرنا ہے۔ تو ملک صالح اور اس کے امراء کو کوئی وجہ شکایت اس کی نسبت نہ تھی۔ مگر ان میں کوئی شخص نیک و بد میں تمیز کرنے اور اپنے نفع یا نقصان کے سمجھنے والا نہ تھا صلاح الدین کے دمشق پر قابض ہونے کا حال جب حلب میں معلوم ہوا۔ تو انہوں نے قطب الدین نیال بن حسان کے ہاتھ ایک مراسلہ صلاح الدین کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ "جن تلواروں نے تجھے مصر کا مالک بنایا تھا۔ وہ ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ اور جن نیزوں کی مدد سے تو مصر کی عمارتوں پر قابض ہوا وہ ہمارے کندھوں پر ہیں جن لوگوں نے تجھے مصری لشکر سے بچایا تھا وہی تجھے دمشق سے نکالینگے۔ تو نورالدین کے غلاموں سے ایک غلام تھا۔ تجھے اس کے بیٹے کی حفاظت چاہئے تھی"۔

جب قطب الدین کے پہنچنے کی خبر صلاح الدین کو پہنچی۔ تو وہ جلوس کے ساتھ اس کے استقبال کے واسطے نکلا۔ اور نہایت تعظیم اور شفقت سے ان کو ملا۔ اور تین دن کے بعد ادائے رسالت کے واسطے اس کو بلایا جب اس نے وہ درشت پیغام پہنچایا۔ تو صلاح الدین نے اس کی درشتی کی کچھ پروا نہ کی اور نہایت تحمل اور عاطفت اور نرمی سے اس کو یہ جواب دیا۔ کہ میں اس جگہ نورالدین کے ولیعہد کی تربیت اور احکام اسلام کے اجرا اور اتفاق قائم کرنے اور اختلاف مٹانے اور ملک کے حسن انتظام کی غرض سے آیا ہوں۔ نہ خرابی ڈالنے اور ولیعہد سے بدسلوکی کرنے کے لئے۔ قطب الدین نے اس کا جواب اسی درشتی سے ویسے ہی الفاظ میں دیا صلاح الدین نے اس کو بھی نہایت تحمل سے سنا۔ اور اپنے ملازموں کو اشارہ کیا کہ اس کو سامنے سے اٹھا دیں کیونکہ وہ صلاح الدین پر حملہ کرنے کو تیار تھا۔

صلاح الدین نے اپنے بھائی سیف الاسلام کو دمشق میں چھوڑا۔ اور خود لشکر لے کر شام اسفل کی طرف

نکلا۔ اور حمص پہنچ کر حمص پر قبضہ کر لیا۔ اور قلعہ والوں کے مقابلہ کے واسطے کچھ فوج چھوڑ کر خود حماۃ کی طرف چلا گیا۔ مقام رستن میں عز الدین جردیک والی رستن نیازمندانہ طور پر ملا۔ اور حماۃ پر قبضہ ہو گیا۔ عز الدین نے صلاح الدین سے درخواست کی کہ وہ اسے اپنی طرف سے بطور سفیر کے اہل حلب کی طرف روانہ کرے تاکہ ملک صالح اس کے امراء کو فہمائش کرے اور صلاح الدین کے اصلی مقاصد سے مطلع کرے۔ اور اس کے نیک ارادوں کا یقین دلائے۔ اور باہم مصالحت اور اتفاق ہو جائے صلاح الدین نے اس امر کو بخوشی تمام منظور کر لیا۔ اور عز الدین اس سفارت پر روانہ ہوا حلب میں پہنچ کر اس نے امرا کو ان امور سے آگاہ کیا۔ اور مصالحت اور اتفاق اور اتحاد کے لئے ترغیب دی مگر الیسی نیک صلاح کو حلبی امراء کیوں ماننے لگے تھے۔ عز الدین کی عزت اور قدر کرنے کی بجائے اس پر تہمتیں لگائیں اور سعد الدین کمشتگین کے اصرار پر اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں پہنا کر اسی کنوئیں میں قید کر دیا جس میں بنو دایہ قید تھا۔ صلاح الدین رستن میں عز الدین کا انتظار کرتا رہا۔ بہت دیر کے بعد اس کو ایک دوسرے مقام پر عز الدین کے قید ہو جانے کی خبر ملی۔ تو خود حلب کی طرف روانہ ہوا۔ اور ۳ جمادی الآخر کو جبل جوشن کی چوٹی پر جا اترا۔ حلب کے امیروں کو عام رعایا کی ناراضی کا اندیشہ تھا۔ ان کو خوف ہوا کہ دمشق کے باشندوں کی طرح اہل حلب بھی شہر صلاح الدین کو نہ دیدیں۔ انہوں نے ملک صالح کو یہ صلاح دی کہ ایک مجمع عام میں لوگوں کو مخاطب کر کے تقریر کرے۔ اور لوگوں کو صلاح الدین کے مقابلہ میں لڑائی پر برانگیختہ کرے۔ چنانچہ باب العراق کے میدان میں لوگ کثیر تعداد میں جمع ہوئے۔ اور ملک صالح نے ان کو چند الفاظ اس مضمون کے کہے تھے۔ "کہ تم میں سے بڑے میرے باپ کی جگہ ہیں اور جوان بھائی ہیں اور چھوٹے بیٹوں کی مانند ہیں" کہ اس کو غش آ گئی۔ لوگوں میں اس سے بہت اثر ہوا۔ اور اس کی حمایت کے واسطے تیار ہو گئے حلب میں اہل تشیعہ بہت تھے۔ ان کی بعض رسمیں جو نور الدین مرحوم نے بند کر دی تھیں اس موقع پر انہوں نے ملک صالح سے ان کے اجرائے اور آزادی کا اقرار لے لیا۔ مثلاً یہ کہ اذان میں حی علے خیر العمل کہا جایا کرے جنازوں کے آگے بارہ اماموں کے نام پکارے جایا کریں۔ اور جنازہ پانچ تکبیروں سے پڑھایا جایا کرے وغیرہ

صلاح الدین بنو دایہ اور عز الدین کو قید سے چھڑانے پر تلا ہوا تھا۔ اہل حلب کو راضی کرنے اور ان سے صلح کرنے کے واسطے اس نے بہت کوششیں کیں مگر کچھ کامیابی نہ ہوئی کمشتگین ان کو کسی بات پر راضی نہیں ہونے دیتا تھا۔ آخر صلاح الدین نے سوائے لڑائی کے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ مگر حلبی امیر کسی حیلہ سے صلاح الدین کی جان لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے اسمعیلیوں کے مردود اور مردم خوار فرقہ حشاشین کے والی سنان کو لکھا کہ اگر صلاح الدین کو قتل کر ڈالیں تو بہت سے انعامات کے علاوہ کئی شہر اس کو دیدیں گے۔ اس نے صلاح الدین کے قتل کا ذمہ اٹھایا۔ اور خونخوار درندوں کی ایک جماعت اس غرض سے روانہ کی۔ یہ لوگ جبل جوشن

میں صلاح الدین کے لشکر میں جا کر مل گئے۔ مگر والی بوقبیس نے جو اُن کی سرحد کا ایک امیر تھا۔ ان کو پہچان لیا اور کہدیا کہ میں تم کو پہچانتا ہوں میری موجودگی میں تم لشکر میں نہ گھس سکو گے۔ ان بدبختوں نے بیچارے صاحب بوقبیس پر حملہ کیا اور اس کو اور اس کے کئی آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اور ایک شخص ایک خونخوار چھرا ہاتھ میں لیئے ہوئے سیدھا صلاح الدین کے خیمہ کی طرف چلا گیا۔ مگر خیمہ کے دروازے پر پہنچتے ہی طغرل امیر جاندار نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اور باقی مردود بھی سلطانی لشکر کے چند آدمی قتل ہونے پر قتل ہو گئے +

اس حیلہ سے جب حلبیوں کی صلاح الدین کی جان لینے کی آرزو پوری نہ ہوئی تو انہوں نے عیسائیوں سے سازش اور سازگاری شروع کر دی قمص والی طرابلس (ریمنڈ کونٹ آف ٹریپولی) کو انہوں نے مراسلہ لکھا کہ اگر تمہاری ہمت اور سعی سے صلاح الدین حلب سے نکل جاوے تو بہت کچھ تمہاری نذر کرینگے۔ اسی قمص (ریمنڈ) کو حارم کی لڑائی میں نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے قید کر لیا تھا۔ اور آٹھ برس کی قید کے بعد بڑی مشکل سے فخر الدین مسعود بن عفرانی کی سعی سے ڈیڑھ لاکھ دینار اور ہزار مسلمان قیدی رہا کرنے پر فروخت ہوا تھا۔ اسی سال اموری یوروشلیم کا بادشاہ مر گیا تھا۔ اور اس کا کمسن اور مجذوم بیٹا بالڈون تخت پر بیٹھا تھا۔ اور قمص (ریمنڈ) اس کا سرپرست مقرر ہوا تھا۔ اور عیسائی حکومت میں گویا اب اس کو بہت اقتدار حاصل تھا۔ حلبیوں کی مراسلت پہنچنے پر اس نے صلاح الدین کو لکھا کہ حلب سے چلا جاوے۔ اس مراسلہ کے لانے والے نے صلاح کو فرنگیوں کے جمع ہونے سے بہت کچھ ڈرایا۔ مگر صلاح الدین ان گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والا نہیں تھا۔ بدستور فوج کشی اور علاقہ کے زیر کرنے میں مصروف رہا۔ انطاکیہ وغیرہ کی طرف فوجیں روانہ کیں قمص (ریمنڈ) نے حمص کے قصد سے اُدھر کا رخ کیا اور صلاح الدین حلب سے اس کے مقابلہ کے واسطے روانہ ہوا۔ اس پر قمص نے اپنا لشکر حمص سے اٹھا لیا۔ اور اپنے علاقہ کو بھاگ گیا۔ اور حلبیوں کو کہلا بھیجا۔ کہ میں نے صلاح الدین کو حلب سے نکال دیا ہے۔ اس موقع پر صلاح الدین نے اپنے بھائی سیف الدین عادل کے نام ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ "مجھے خبر ملی ہے کہ حلبیوں نے فرنگیوں سے اور ان کی صلیبوں سے مدد مانگی ہے۔ اور اُن کی عداوت اور ظلم سے اسلام پر انہوں نے حملہ کرانا چاہا ہے۔ دشمن حصن کی طرف نکلا پس ہم حماہ میں اُترے۔ اور اُس کے مقابلہ کے واسطے فوج تیار کی۔ پس وہ الادا کی طرف چلا گیا۔ اور حیلہ و بہانہ سے کام لینے لگا الخ" صلاح الدین حمص اور اس کے قلعہ سے فارغ ہو کر بعلبک کی طرف گیا۔ بعلبک کا حاکم یمن نام ایک خادم تھا۔ اس نے صلاح الدین کی فوج سے خوف زدہ ہو کر اضطراب میں ایک نامہ بر کبوتر کے ذریعہ سے حلبیوں کو مراسلہ لکھا۔ اور مدد مانگی۔ مگر اس کا کوئی جواب نہ آیا تو بعلبک صلاح الدین کے حوالہ کر دیا سیف الدین صاحب موصل صلاح الدین کے اس اقدام اور جرأت کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ اور بھاری لشکر اپنے بھائی عز الدین مسعود کی ماتحت صلاح الدین کے مقابلہ کے واسطے روانہ کیا۔ یہ لشکر حلب میں جا کر لشکر حلب کے

ساتھ شامل ہوگیا صلاح الدین کو حماہ میں اس کی خبر ملی۔ اور وہ بھی اپنی فوج لے کر قرون حماہ پر آ اترا۔ صلاح الدین نے صلح کے واسطے بہت کوشش کی۔ مگر حلبیوں اور موصلیوں نے ایک نہ مانی۔ اور لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ لڑائی میں حلبیوں اور موصلیوں نے شکست کھائی۔ اور بھاگ نکلے صلاح الدین نے ایک جماعت ان میں سے قید کر لی۔ مگر احساناً ان کو چھوڑ دیا۔ صلاح الدین اس کے بعد دوبارہ حلب کو پہنچا حلبیوں اور موصلیوں نے معرہ کفر طاب۔ بارین دے کر اس سے صلح کر لی۔ اور صلاح الدین بعلبک کا قلعہ لے کر حمص کو چلا گیا۔ عزالدین مسعود نے جو حلبیوں کی مدد کے واسطے آیا ہوا تھا۔ جب دیکھا کہ صلاح الدین قلعوں کی تسخیر میں مشغول ہے تو حماہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور صلاح الدین سے صلح کے بارے میں خط و کتابت شروع کی۔ صلاح الدین خود ہی صلح کا متلاشی پھرتا تھا۔ فوراً اسعد و دے چند آدمیوں کے ساتھ وہاں آن پہنچا۔ کمشتگین اور ابن عجمی وغیرہ بھی آ گئے۔ اور شرائط صلح میں گفتگو شروع ہوئی۔ صلاح الدین ان کی ہر ایک شرط مانتا اور ہر ایک مطالبہ منظور کرتا گیا۔ اس نے تمام قلعہ جات مفتوحہ کا ملک صالح کو دے ڈالنا۔ اور دمشق پر قانع رہ کر ملک صالح کے نائب کے طور پر انتظام کرنا تمام حاصل کئے ہوئے خزانہ کا لوٹا دینا۔ اور ملک صالح کے امور میں دیانت داری سے عمل کرنا قبول کر لیا۔ حلبی امراء نے جب دیکھا کہ صلاح الدین ہر ایک شرط اور بات کو مانتا جاتا ہے۔ اس کو انہوں نے اس کے پاس غیر کافی لشکر ہونے پر محمول کیا۔ اور اس سے بدسلوکی کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور حیلہ کی غرض سے رحبہ اور اس کے اعمال بھی اس سے طلب کرنے لگے۔ صلاح الدین نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ یہ ناصر الدین محمد بن شیرکوہ کا ملک ہے۔ میں اس کو نہیں دے سکتا۔ اس پر حلبی بھڑک اٹھے اور دوسرے روز لشکر کو لے کر لڑائی پر کھڑے ہو گئے۔ صلاح الدین اگر اس حالت میں لڑ جاتا تو اس کی قلیل فوج شکست سے نہ بچ سکتی۔ مگر اس نے اپنی فوج کے انتظار میں لڑائی کو ٹالا۔ یہاں تک کہ مصری فوج بھی پہنچ گئی جس میں سلطان کا بھائی ملک مظفر تقی الدین عمر بھی افسروں میں تھا۔ لڑائی میں حلبیوں کو شکست فاش ملی۔ اور بھاگ نکلے صلاح الدین نے اپنے لشکر کو تاکید کر دی تھی کہ ہزیمت خوردہ لشکر کا تعاقب نہ کرے۔ اور قتل میں نہایت احتیاط کرے۔ صلاح الدین اس فتح کے بعد جو ۱۹۔ رمضان ۵۷۰ھ ہجری کو حاصل ہوئی۔ عید الفطر تک مرج قرا میں ٹھیرا رہا۔ وہیں ملک صالح کے مراسلہ جات صلح کے واسطے پہنچے صلاح الدین نے اس حالت میں بھی صلح میں تامل نہ کیا۔ اور لکھ دیا کہ ملک صالح کے دشمن کے دفعیہ کے واسطے صلاح الدین بنفسہ حاضر ہوا کرے گا۔ سکہ اور خطبہ ملک صالح کے نام جاری رہیگا۔

مورخ تاج الدین اسمعیل اس لڑائی کے ذکر کے بعد بیان کرتا ہے۔ کہ صلاح الدین نے خطبہ اور سکہ سے ملک صالح کا نام نکال دیا۔ مگر یہ واقع قبل از وقت بیان کیا گیا ہے۔ صلاح الدین نے اس موقع پر صلح کا معاہدہ کر لیا تھا اور تکمیل معاہدہ کے بعد دمشق کو واپس ہوا۔ جب حماہ میں پہنچا۔ تو خلیفہ مستضی کی طرف سے خلعت

اور سیاہ جھنڈے اور مصر اور شام کی سلطنت کا ایک توقیع پہنچا +

امرائے نوریہ کے حالات کی ابتری صلاح الدین کو چین سے نہیں بیٹھنے دینے لگی تھی موصلیوں کو جب خبر پہنچی کہ حلب والوں نے سلطان سے مصالحت اور عہد و پیمان کر لیا ہے۔ تو انہوں نے حلبیوں کو لکھا کہ تم نے اس مصالحت کے کرنے میں جلدی کی ہے۔ اس صلح کے کرنے میں تم نے غلطی کی ہے۔ اُس کو توڑ ڈالو۔ اسی مراسلہ لے جانے والے قاصد کے ہاتھ انہوں نے دوسرا مراسلہ صلاح الدین کے پاس بھیجا اور اس کا عندیہ دریافت کرنے کے واسطے اس سے باہمی صلح کی درخواست کی۔ قاصد پہلے حلب پہنچا۔ اور حلبیوں نے اس کو یہ جواب لکھ دیا۔ کہ تم اطمینان رکھو۔ اس صلح پر ہم قائم نہ رہینگے۔ اور صلاح الدین سے لڑینگے۔ اس کے بعد یہ قاصد دمشق آیا۔ اور صلاح الدین کے پاس ادائے رسالت کے واسطے پہنچا۔ اُس نے غلطی سے سلطان کے نام کا مراسلہ دینے کے بجائے وہ تحریر سلطان کو دیدی جو حلبیوں نے موصل والوں کو فسخ مصالحت کی نسبت لکھی تھی صلاح الدین نے یہ تحریر خاموشی سے پڑھ کر قاصد کو واپس دیدی۔ کہ شاید تم نے غلطی سے خط بدل کر دیا ہے۔ قاصد اس وقت گھبرایا۔ مگر صلاح الدین نے اس اتفاق سے حلبیوں کی نیت اور ارادے کو معلوم کر لیا۔ اس نے کسی آنے والے جنگ کے واسطے تیار رہنا مناسب سمجھا۔ اور اپنے بھائی عادل کو مصر لکھا کہ ضرورت کے واسطے فوج تیار رکھے +

سلطان نے ان حالات کی نسبت بغداد کو ایک مراسلہ لکھا۔ اور اس میں حلبیوں اور موصلیوں کے معاہدہ اور مصالحت کا حال لکھا اور پھر ان کے غدر اور تخلف العہد کی کیفیت بیان کی۔ اور خلیفہ سے درخواست کی کہ حلب اور موصل والوں کو اپنے عہد پر قائم رہنے کے واسطے لکھے۔ ورنہ میدان جنگ میں مسلمانوں کی خونریزی کی کوئی حد باقی نہیں رہیگی۔ اس کے بعد لکھا کہ "مجھے دو دشمنوں نے گھیرا ہوا ہے۔ ایک نام کے مسلمان اور دوسرے کافر فرنگی خلیفہ کو چاہئے کہ اطراف کے مسلمان بادشاہوں کو لکھے کہ میری امداد میں سستی نہ کریں۔ بیت المقدس فرنگیوں کے قبضہ میں ہے۔ کیا مسلمانوں کی رگوں میں خون جوش نہیں کھاتا۔ نہایت شرم کی بات ہے کہ جس بیت المقدس کو مسلمانوں کا خلیفہ فتح کر چکا ہے وہ پھر مفتوح قوم کے ہاتھ میں رہے خلیفہ بغداد کے مراسلجات کا کم سے کم یہ اثر تو ضرور ہوگا۔ کہ اگر مسلمان میری امداد نہ کرینگے تو میرے ارادہ میں ہارج تو نہ ہونگے" +

سیف الدین والی موصل نے اس زمانہ میں اپنے بھائی عماد الدین صاحب سنجار پر چڑھائی کی ہوئی تھی عماد الدین نے صلاح الدین سے بھی مدد لی تھی۔ مگر قریب تھا کہ سیف الدین اس پر غالب آجاوے سیف الدین کو اس وقت اندیشہ ہوا۔ کہ عماد الدین صلاح الدین سے نہ جا ملے۔ اس نے عماد الدین سے صلح کر لی۔ اور صلاح الدین سے لڑنے کے واسطے نصیبین میں پہنچ کر فوج جمع کرنے لگا۔ اور پھر فرات شامی پہنچ کر ملک صالح اور گمشتگین سے خط و کتابت شروع کی۔ اور لڑائی کی بابت ان کا ارادہ اور ہدایات معلوم کرنی چاہیں گمشتگین خود چلا آیا۔ اور سیف الدین کو

ملکر بہت کچھ گفتگو کرنے کے بعد اس کو حلب ساتھ لے گیا۔ اور وہاں بالاشتراک سب نے جنگ کے واسطے ایک بڑے پیمانہ پر تیاری شروع کی۔ صلاح الدین فوج کے نہ پہنچنے کے سبب سے متردد تھا۔ مگر مخالفین کی تاخیر میں اُس کی فوج پہنچ گئی۔ اور لشکر کوچ کر کے قرون حماہ پر جا اُترا۔ آخر دونو لشکروں کا مقابلہ ہو گیا۔ اور ۱۰ یا ۱۵ شوال ۵۷۱ھ ہجری کو بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ مورخ مجاذ حلبیوں اور موصلیوں کی تعداد بیس ہزار بیان کرتا ہے اور صلاح الدین کی فوج کی کل ایک ہزار۔ لڑائی کا فیصلہ صلاح الدین کے حق میں ہوا۔ حلبی اور موصلی سخت شکست کھا کر بدحواس ہو کر بھاگے۔ اور قیدیوں کے علاوہ تمام اسباب اور ہر ایک قسم کا سامان وہیں میدان جنگ میں چھوڑ گئے۔ سلطان نے مفرور فوج کا تعاقب کرنے سے منع کیا ہوا تھا۔ اور قیدیوں کو بھی احسان تار رہا کر دیا۔ بلکہ اُن کو خلعت و اکرام سے حلب روانہ کیا۔ سلطان (صلاح الدین) سیف الدین کے خیموں میں جو وہ جوں کے توں نصب کئے ہوئے چھوڑ گئے تھے جا اُترا۔ اور اس کے اصطبل کے گھوڑے اور خزانہ اور خیمے سامان مطبخ اور ہر ایک چیز اپنی فوج میں تقسیم کر دی۔ بیت الشراب میں ایک بڑی تعداد پنجروں کی ملی جن میں بلبلیں۔ فاختہ۔ قمریاں۔ اور طوطے اور اور جانور قید تھے سلطان نے امیر مظفر الاقرع کو بُلا کر کہا۔ کہ یہ تمام پنجرے سیف الدین کے پاس لے جا۔ اور اس کو جا کر کہو کہ وہ انہی جانوروں سے کھیلا کرے میدان جنگ میں لڑائی کی زحمت اٹھانے کو کیوں نکلتا ہے۔ سلطان نے موصلیوں کے لشکر میں بھی ایک عیب نہیں پایا تھا اس کو معلوم ہوا کہ موصلی لشکر شرابی اور بدمست ہے۔ ان کے ساتھ بربط اور سارنگیاں اور دوسرے گانے بجانے کے سامان کثرت سے موجود تھے۔ اور یہ مشہور بات تھی کہ سو سے زیادہ گویا عورتیں سیف الدین کے ساتھ تھیں سلطان نے یہ لہو و لعب کا سامان اپنے لشکر کو دکھایا۔ اور خدا سے پناہ مانگی۔ اور کہا جب یہ حالت تھی تو موصلی فوج شکست سے بہتر کسی چیز کی مستحق اور متوقع نہیں ہو سکتی تھی +

سیف الدین بھاگ کر بزاعہ کو گیا۔ اور وہیں مقیم رہا۔ اور اس کا متفرق لشکر بھی اس کے ساتھ وہیں جا ملا حلبی فوج پہنچ گئی تھی۔ اور سلطان کے خوف سے انہوں نے قلعہ اور شہر کا استحکام کر لیا تھا سلطان نے پہنچ کر قلعہ اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر پھر اس کی یہ صلاح ٹھیری کہ پہلے حلب کے اطراف کے قلعہ جات کو فتح کر کے حلبیوں کی طاقت کو ضعیف کر دے۔ اس تجویز کے مطابق اُس نے بزاعہ پر حملہ کیا۔ اور اس کو فتح کر کے عزالدین خشتی بن کردی کو دے دیا۔ اور پھر منبج کی طرف بڑھا۔ منبج کا والی امیر قطب الدین ینال بن حسان تھا۔ یہ وہی شخص تھا جو حلبیوں کا پیغام لے کر سلطان کے پاس گیا تھا۔ اور بڑی درشتی سے سلطان سے کلام کی تھی۔ اور اب پچھلی لڑائی میں موصلیوں کی فوج بھی یہی شخص لایا تھا۔ سلطان کے پہنچنے پر اُس نے قلعہ اور تمام سامان۔ سونا۔ چاندی۔ ظروف۔ پارچات۔ غلہ وغیرہ سب سلطان کے حوالہ کر دیا۔ ابن ابی طے بیان کرتا ہے کہ فتح منبج کے بعد ذخائر

قلعہ کو دیکھنے کے واسطے سلطان نے ایک اجلاس کیا تین لاکھ دینار اور بیس لاکھ کی چاندی ۔ اور ظروف زرین اسلحہ وغیرہ نکلے ۔ بہت سے ظروف اور دوسری چیزوں پر یوسف کا نام کندہ تھا ۔ لوگوں نے بیان کیا کہ یوسف اس کے بیٹے کا نام ہے سلطان نے کہا میرے لیئے یہ پیشین گوئی تھی ۔ جو میرے نام پر پوری ہوئی ۔ قطب الدین کو سلطان نے کوئی خدمت سپرد کرنی چاہی ۔ مگر اس نے انکار کیا ۔ اور سیف الدین کے پاس موصل چلا گیا ۔ منبج سے فارغ ہو کر سلطان نے عزاز کا محاصرہ کیا ۔ عزاز (اٹیلیسہ) وہ مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے جس کے واسطے عیسائیوں اور مسلمانوں میں سخت لڑائیاں ہو چکی تھیں ۔ اور آخر کار نور الدین مرحوم نے اس کو عیسائیوں سے فتح کر لیا تھا ۔ اس مشہور تاریخی مقام کے بعض حالات دیباچہ میں بیان ہو چکے ہیں سلطان کو عزاز کے محاصرہ میں یہ خوف تھا کہ حلبی فرنگیوں کو اپنی امداد کے واسطے بلائینگے اور اس کے واسطے اس کو بہت احتیاط کرنی پڑی ۔ آخر اڑتیس یوم کے محاصرہ کے بعد ۱۱ ۔ ذوالحجہ کو سلطان نے قلعہ کو فتح کر لیا حلبیوں سے کھُلے ہاتھوں سلطان کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہو سکتا تھا مگر وہ بزدلانہ حیلے اُس کی جان لینے کے کرتے تھے حشاشین ملاعین کو انہوں نے سلطان کے قتل کرنے پر آمادہ کر ہی رکھا تھا ۔ عزاز کے محاصرہ کے دنوں میں ان درندوں نے پھر سلطان پر حملہ کیا ۔ مناجیق (کلیس جو محاصرہ کے زمانہ میں قلعہ پر پتھر مارنے کے واسطے استعمال کی جاتی تھیں) کے اہتمام کو دیکھنے کے واسطے اور لوگوں کو حملہ کے واسطے اُکسانے اور برانگیختہ کرنے کو سلطان ہر روز جایا کرتا تھا ۔ اور امیر جاولی اسدی کے خیمہ میں جو مناجیق کے قریب تھا ٹھہرا کرتا تھا ۔ حشاشین ملاعین لشکر میں گھُسے ہوئے تھے ۔ ایک روز سلطان لشکر میں کھڑا تھا ۔ کہ ایک حشیشہ نے اس پر دفعتہً حملہ کیا ۔ اور ایک سکین سلطان کے سر پر ماری سر پر جو لوہے کا خود تھا اس نے سر کو تو سکین کی زد سے بچا لیا ۔ مگر رخسارے پر زخم ہو گیا ۔ اور اس سے خون بہنے لگا سلطان نے بڑھ کر اس کا سر پکڑ لیا ۔ اور زور سے کھینچ کر زمین پر دے مارا ۔ اسی حالت میں سیف الدین بازکوج نے پہنچ کر اس کا کام تمام کیا ۔ پھر ایک دوسرا ملعون حملہ کرنے کو بڑھا ۔ امیر داؤد بن منکلان نے اس کو روکا حشیشہ نے اس کی پیشانی پر زخم لگا دیا ۔ جس کے اثر سے وہ تیسرے دن مر گیا ۔ ایک تیسرا حشیشہ بڑھا ۔ مگر امیر علی بن ابی خوارس نے اس کو اپنی بغلوں میں پکڑ لیا اور کشمکش ہونے لگی ۔ امیر نے چلا کر کہا کہ یہ مجھ پر قابو پاتا جاتا ہے اس کو قتل کر ڈالو ۔ خواہ میں بھی قتل ہو جاؤں ناصر الدین بن شیر کوہ نے ایک ہاتھ تلوار کا مارا جس سے وہ موذی واصل جہنم ہوا ۔ ایک اور ملعون نکل کر بھاگا ۔ مگر لوگوں نے اس کو قتل کر ڈالا سلطان سوار ہو کر اپنے خیمے کو آیا ۔ سلطان کا زخم جلد اچھا ہو گیا اور اُس کے بعد وہ خود ہر ایک قسم کی احتیاط کرنے لگا ۔ کہیں تنہا نہیں جاتا تھا ۔ اور مشتبہ آدمی لشکر میں نہیں آنے دیئے جاتے تھے ۔ عزاز کو فتح کر کے سلطان نے تقی الدین عمر کو اس کا متولی قرار دیا ۔ اور خود

حلبیوں کی متواتر تکالیف دہی سے تنگ آکر زیادہ پختہ ارادوں کے ساتھ حلب کو بڑھا۔ اور حلب پہنچ کر اس کا محاصرہ شروع کیا۔ لشکر کو حکم دیا کہ محاصرہ میں کسی قسم کی تعدی اور زیادتی نہ کریں سعد الدین کمشتگین جو امراء حلب کا سرغنہ اور سب برائیوں کی جڑ تھا اس وقت حارم کو گیا ہوا تھا۔ کیونکہ اس کو سلطان کے محاصرہ عزاز کے وقت خوف پیدا ہو گیا تھا۔ کہ کہیں حارم کا محاصرہ نہ کرے سلطان حلب کی طرف نکل آیا۔ اور وہ وہیں حارم میں رہ گیا۔ اب اس کو یہ اندیشہ ہوا کہ حلب کے امراء اس محاصرہ میں جو سلطان نے شروع کیا ہے انجام صلح پر ہوگا حلبی ضرور صلح کی درخواست کرینگے۔ اور سلطان ہرگز انکار نہ کریگا۔ اس کو خوف یہ اس امر کا ہوا کہ میرے بغیر اگر یہ سب کچھ ہو گیا تو ملک صالح میری گرفت سے نکل جاویگا۔ اس نے اپنی معمولی ہوشیاری سے سلطان کو لکھا کہ اگر مجھے حلب جانے کی اجازت دیجائے۔ تو میں آپ کے حسب منشاء صلح کرا دونگا۔ اور ملک صالح کو لکھا کہ میرے لئے صلاح الدین سے حلب آنے کی اجازت لے دو۔ اور میرے آئے بغیر کوئی امر نہ کرو۔ کیونکہ جو کچھ مجھے کرنا ہے وہ نہ تو کوئی اور کرسکتا ہے اور نہ میں بیان ہی کرسکتا ہوں غرض ملک صالح نے سلطان سے کمشتگین کے حلب آنے دینے کی درخواست کی اور سلطان نے مان لیا۔ جانبین سے امین بھیجے گئے سلطان کی طرف سے عماد کاتب اور ایک اور شخص بطور امین گئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم حلب پہنچے تو ہم کو ایک تاریک مکان میں بند کر دیا گیا۔ ہمارے نوکر ہم سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ اور شب کو ہمارے کھانے کی بھی کسی نے خبر نہ لی۔ صبح کے وقت ہم دونو ملک صالح کے دربار میں گئے وہاں ہماری طرف کسی نے التفات ہی نہیں کیا۔ گویا ہم کو کوئی دیکھتا ہی نہیں تھا کمشتگین اسی شب وہاں پہنچ گیا تھا جب عماد اور اس کا ہمراہی سلطان کے پاس واپس آئے۔ اور یہ سب ماجرا بیان کیا تو اس کو معلوم ہوا کہ کمشتگین کو بلانے کے واسطے اس کو دھوکا دیا گیا ہے صرف اس کو بلانا تھا۔ اور کوئی مقصود نہ تھا۔

حلب کا محاصرہ اسی طرح کچھ عرصہ تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ اہل حلب آخرکار تنگ آگئے اور سلطان سے صلح کے خواستگار ہوئے سلطان نے مان لیا۔ صلحنامہ لکھا گیا جس میں سلطان نے حلب اور اس کے اعمال ملک صالح کو بدستور دیئے۔ اور قلعہ عزاز بھی بخش دیا۔ عزاز بخشنے کی نسبت کئی ایک دلچسپ روائتیں بیان کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ صلح ہو جانے کے بعد ملک صالح نے سلطان سے عزاز مانگنا چاہا۔ مگر اس کے امیروں نے اس کو مشورہ دیا۔ کہ خود یہ درخواست نہ کرے بلکہ اپنی چھوٹی بہن سے سلطان کو کہلوائے۔ اس صلاح کے مطابق صالح نے اپنی چھوٹی بہن کو سلطان کے پاس بھیجا۔ نور الدین مرحوم کی یہ لڑکی جب سلطان کے پاس پہنچی تو سلطان اس کو دیکھتے ہی تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا زمین کو بوسہ دیا۔ اور نور الدین مرحوم کو یاد کرکے بہت رویا۔ اس خاتون نے سلطان سے عزاز مانگا سلطان نے بخوشی تمام عزاز کو تمام مال واسباب و اسلحہ و غلہ سمیت اس کو دیدیا۔ اور بہت سے جواہرات اور مختلف قسم کے تحائف اس کی خدمت میں پیش کئے۔ اس واقعہ سے

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صلاح الدین کے دل میں نورالدین مرحوم اور اُن کے خاندان کی عزت اور تعظیم و تکریم میں ایک ذرہ بھر بھی کمی نہیں ہوئی تھی +

اس صلح میں باہم یہ قرار پایا تھا۔ کہ حماہ سے مصر تک صلاح الدین کی مفتوحات اس کے قبضہ میں رہیں ملک صالح والیہ کی اولاد کو چھوڑ دے۔ حلبی موصلی۔ اور دیار بکر والے اس صلح میں شامل کئے گئے۔ اور لکھا گیا کہ اگر معاہدین میں سے کوئی ایک اپنے عہد کو توڑیگا۔ تو باقی معاہدین ملکر اس کو سزا دینگے +

تکمیل صلح کے بعد صلاح الدین نے اسمٰعیلی ملاعین کو سزا دینے اور ان کو نیست و نابود کرنے کا ارادہ کیا سلطان نے اپنے اسی ارادہ کے مطابق ان کا قلع و قمع شروع کیا۔ اور اس سے بہتر کچھ نہ تھا۔ کہ اس ناپاک گروہ سے دنیا کو پاک و صاف کر دیا جاتا۔ مگر اسمٰعیلیوں نے سلطان کے ماموں شہاب الدین محمود بن تکش سے کہکر سفارش کرائی اور سلطان نے اُن کو معاف کر دیا +

اِن مخمصوں سے فارغ ہو کر سلطان نے مصر کا عزم کیا۔ وہاں سے آئے ہوئے اس کو عرصہ گذر گیا تھا اور مصر کے انتظام و انصرام کو خود جا کر دیکھنا چاہتا تھا۔ اور ربیع الاول ۵۷۲ھ ہجری میں اپنے بھائی شمس الدولہ توران شاہ کو جو یمن سے کچھ عرصہ سے سلطان کو ملنے کے واسطے آیا ہوا تھا۔ دمشق میں چھوڑ کر مصر کو روانہ ہوا مصر پہنچ کر کچھ روز قاہرہ میں وہاں کے انتظام میں مصروف رہا۔ پھر سکندریہ کو گیا۔ وہاں جنگی بیڑوں کو قابل مرمت پاکر ان کی درستی کرائی اور جہاد کے واسطے تیار کر کے روانہ کر دیا۔ اور وہاں کی دوسری ضروریات کا بندوبست کر کے قاہرہ کو واپس پہنچا۔ قاہرہ کی فصیلوں اور عمارات اور قلعہ کی تعمیر وغیرہ کا ایک عظیم الشان کام شروع کرایا جس کی کیفیت کسی دوسرے باب میں بیان ہوگی۔ اس باب میں ہم کو صرف سلطان اور خاندان نوریہ کے باہمی تعلقات اور سلوک کے حالات کو بیان کرنا ہے۔ اور جو حالات بیان ہو چکے ہیں۔ ان سے یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ خاندان نوریہ کی ایسی ابتر حالت میں موجودگی عیسائیوں کے برخلاف مسلمانوں کے مشترک مقاصد کے واسطے سخت مضر تھی سلطان کو ان کوششوں کے راستہ میں جو وہ عیسائیوں کو شام اور بیت المقدس سے نکالنے کے واسطے کرنا چاہتا تھا۔ امراء نوریہ سخت مزاحم اور مخل تھے۔ تاہم سلطان کی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے ان مقاصد میں خاندان نوریہ کو موجود اور قائم رکھکر کامیاب ہو۔ اور ہر دفعہ اس نے گرتی ہوئی عمارت کے سنبھالنے کی کوشش کی سلطان کو امراء نوریہ سے اپنی اس عظیم اور بزرگ مہم میں کچھ امداد ملنے کی تو کوئی توقع نہ تھی۔ ان سے وہ اسی امر کو غنیمت سمجھتا تھا۔ کہ اس کے کام میں سدِ راہ نہ ہوں۔ اور اس کی دشمنی اور مخالفت نہ کریں۔ اور اپنی حالت کو اپنی ہی اغراض اور حفاظت کے واسطے سنبھالے رہیں۔ مگر نزاع اور فساد اور تفریق اور دشمنیوں کا مواد ان کے اندر ہر وقت پک رہا تھا۔ اور اس وقت بھی جب سلطان مصر کو

آیا ہوا تھا۔ خود غرض اور نا عاقبت اندیش امراء اپنی اپنی اغراض فاسدہ کے واسطے لڑ جھگڑ رہے تھے +

ماہ جمادی الاول میں سلطان قاہرہ سے جہاد کی غرض سے عسقلان کو گیا۔ اور وہاں رملہ پر اس نے ایک ہی مشہور شکست کھائی۔ اور اپنی شکستہ حالت کو درست کرنے کے لئے پھر مصر کو واپس پہنچا۔ وہاں حلبی امرائے کے باہمی اختلاف کی خبریں سنتا رہتا تھا کہ گمشتگین کی تعدیوں اور طاقت کے بیجا استعمال سے اور حسد کی وجہ سے امراء نے تنگ آکر عدل ابن عجمی کو اپنا پیشوا اور مرجع امور بنا لیا۔ لیکن اسمٰعیلیہ فرقہ کے کسی بدبخت شخص نے اس کو ایک نماز جمعہ کے بعد موقع پاکر قتل کر دیا۔ کمشتگین کے حاسدوں نے ملک صالح کے یہ کان بھرے کہ ابن عجمی کمشتگین کی سازش سے قتل ہوا ہے۔ ملک صالح نے کمشتگین کو پکڑ کر قید کر لیا۔ اور اس کی جاگیر (حارم وغیرہ) ضبط کر لیگئی۔ اور آخر اس کو الٹا لٹکا کر اس کی ناک میں دھواں دیا گیا۔ اور اسی حالت میں وہ مر گیا لیکن یہ واقعات امراء حلب کے فتنہ وفساد کو اور بھڑکاتے تھے۔ اور ایسی حرکات کے واسطے دلیر کرتے تھے۔ کوئی مضبوط ہاتھ ان کو دبائے رکھنے کے واسطے نہ تھا۔ اب شام کی ضروریات اور حالات کی ابتری نے سلطان کو پھر مصر سے شام کو کھینچا۔ اور ۲۴ شوال کو دمشق پہنچ گیا۔ سیف الدین والی موصل فوت ہو چکا تھا۔ اور عزالدین مسعود اس کا جانشین ہوا تھا۔ سلطان متفرق اور مختلف امور کے انتظام قلیج ارسلان کی امداد اور چھوٹی بڑی لڑائیوں اور تسخیر ممالک میں مصروف رہا اور ان سے فراغت پاکر ایک دفعہ پھر مصر کو گیا +

۵۷۷ھ میں مرض قولنج سے ملک صالح کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور عزالدین مسعود صاحب موصل ہی اس کا بھی جانشین ہوا۔ عزالدین کچھ عرصہ تک تو حلب پر قابض رہا مگر اس کو اندیشہ ہو گیا کہ حلب اور موصل دونو پر وہ قبضہ نہیں رکھ سکتا۔ تو اس نے اپنے بھائی عماد الدین سے سنجار لے کر اس کی بجائے حلب اس کے حوالہ کر دیا سلطان نے جب ملک صالح کی وفات کی خبر سنی تو فرنگیوں کی مداخلت اور حملوں کا خوف ہوا۔ اور بعض اور ضروریات بھی پیدا ہو چکی تھیں۔ وہ ایک دفعہ پھر مصر سے شام کو روانہ ہوا۔ اور یہ اس کا آخری سفر تھا جو اس نے ماہ محرم ۵۷۸ھ ہجری میں مصر سے شام کو کیا۔ کیونکہ اس کے بعد اس کو پھر مصر کو جانا نصیب نہیں ہوا +

شام پہنچ کر سلطان بیروت پر عیسائیوں سے لڑا۔ اور وہاں سے فوج کی عمدہ تیاری اور فراہمی اسباب کے واسطے دمشق کو آیا۔ اس کا بھائی شمس الدولہ توران شاہ ۵۷۶ھ ہجری میں فوت ہو چکا تھا۔ اور یمن کے انتظام واہتمام کے واسطے اپنے بھائی سیف الاسلام کو ادھر روانہ کیا۔ بغداد میں خلیفہ مستضی بامر اللہ فوت ہو گیا تھا۔ اور اس کی جگہ خلافت پر ناصر الدین اللہ مقرر ہوا تھا +

دمشق میں سلطان کو معلوم ہوا کہ موصلیوں نے فرنگیوں کے پاس ایلچی بھیج کر اس امر پر برانگیختہ کیا ہے کہ سلطان کے ساتھ لڑیں۔ موصلیوں کی یہ سازش گویا سلطان کے ساتھ صلح کے عہد و پیمان توڑ دینے کا

اعلان تھا۔ اور سلطان اب ایک ہی دفعہ اس امر پر آمادہ ہوگیا۔ کہ عیسائیوں سے ان کے حملوں کی مدافعت یا اور ضروری لڑائیوں کے ساتھ ساتھ ان مسلمان امیروں سے جو نہ تو عیسائیوں کے مقابلہ میں اس کے مدعا کو حاصل ہونے دینگے۔ اور نہ اس کو چین سے بیٹھنے دینگے۔ شام کی سرزمین کو صاف کرے۔ بغداد کو اُس نے ایک مراسلہ میں لکھا۔ کہ میں نے نورالدین مرحوم کی خاطر سے حلب ملک صالح کے قبضہ میں رہنے دیا تھا۔ اب لشکر حلب نے ہماری قلمرو میں دست اندازی اور راوندان پر حملہ کیا ہے اور فرنگیوں کے پاس ایلچی بھیج کر ان سے امداد طلب کی ہے۔ اور ہمارے برخلاف ان کو اشتعال دیا ہے۔ اور حشیشہ کے ساتھ انہوں نے خط وکتابت کی ہے جس کا مطلب ہم سے مخفی نہیں ہے (یعنی میرے مار ڈالنے کے لئے) میں تو روضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ اور والی موصل میرے علاقہ پر حملہ کر رہا ہے۔ پس بہت فرق ہے درمیان اُس شخص کے جو کافروں سے لڑکر اُن کو مارے۔ اور اُس شخص کے جو مومنوں کی مخالفت میں کفار کو اپنی پناہ اور سپر بنائے اور اُن کو مال ودولت دے الخ۔ سلطان نے اپنے اسی ارادہ کی پیروی میں حلب اور موصل اور اُن کے اطراف کی شہروں کو فتح کرنے کی کوشش شروع کردی۔ حلب اور موصل کے فتح کرنے سے اس کا مدعا ان امراء سے ان کا ملک چھین لینے سے نہیں تھا۔ بلکہ یہ مطلب تھا کہ وہ نیچا دیکھیں۔ اور سلطان کے ساتھ صلح اور اس کی اطاعت قبول کرنے کو مجبور ہو جائیں۔ کہ عیسائیوں کے برخلاف اس کی کوششوں میں اس کو امداد دیں۔ چنانچہ وہ ایک موقع پر عیسائیوں کو داروم پر شکست دینے اور حلب کو فتح کرنے کی خبر بغداد کو لکھتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ حلب کا قبضہ محض اس لئے اختیار کیا گیا ہے۔ کہ دین اسلام کی حمایت ہو اور اسلامی لشکر طاقتور اور دشمنوں پر غلبہ پانے کے لئے تیار ہوں۔ لڑائی کے واسطے ان کی طاقتیں مجتمع ہوں۔ اور منتشر اور منقسم نہ ہو جائیں۔ بلکہ اُن کی ایک ہی رائے اور ایک ہی مشترک غرض ہو۔ اب اس نے قلعوں پر قلعے اور شہروں پر شہر فتح کرنے شروع کر دیئے۔ موصل کا محاصرہ کیا۔ اور اُس کے مضافات کو فتح کرنے میں مصروف رہا۔ موصلیوں نے شاہ ارمن سے مدد طلب کی اور موصلی اور حلبی اور ارمنی فوجیں سلطان کے مقابلہ کے واسطے جمع ہوئیں مگر جب سلطان بڑھ کر اُن کے قریب پہنچا۔ تو سب منتشر ہوگئیں۔ سلطان عیسائیوں سے بھی لڑتا رہا۔ اور اپنی فتوحات کو متفرق امراء اور حلبی اور موصلی امیروں کے مقبوضات میں وسیع کرتا رہا۔ تمام چھوٹے بڑے امیروں نے اس کی اطاعت قبول کرلی۔ اور خدمات جنگ کا اقرار کیا۔ رفتہ رفتہ سلطان نے حلب کو جا گھیرا۔ اور تنگ کیا۔ یہانتک کہ عمادالدین حلب کو بعض اور مقامات یعنی سنجار نصیبین۔ خابور۔ رقہ سروج کے بدلہ میں دینے کو راضی ہوگیا۔ ماہ صفر ۵۷۹ھ ہجری میں یہ تبادلہ ہوگیا۔ عمادالدین سے دربار سلطانی میں حاضر رہنے اور ضروریات کے وقت فوج دینے کا اقرار لیا گیا۔ فتح حلب کے بعد بھی سلسلہ فتوحات جاری رہا۔ اور

کرک پر عیسائیوں سے بھی لڑائیاں ہوئیں۔ اور ۵۸۱ھ ہجری میں سلطان نے موصل کا عزم کیا کیونکہ اسلامی امیروں کی ریاستوں میں سے یہی ایک کانٹا باقی رہ گیا تھا۔ موصل کا محاصرہ کر کے پھر وہ میا فارقین کی طرف نکل گیا۔ اور اس کو فتح کر کے تیسری دفعہ پھر موصل کی طرف بڑھا۔ عزالدین مسعود صاحب موصل نے کسی خارجی امداد سے مایوس ہو کر اور سلطان کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر اُس کے پاس ایلچی بھیجا۔ اور ان شرائط پر صلح اور اطاعت کی درخواست کی۔ کہ شہرزور مع نواح کے سلطان کو دیدے اور ولایت قراحلی اور موصل کے تمام ممبروں پر خطبہ اور سکہ سلطان کے نام پر جاری ہو سلطان نے ان شرائط کو منظور کر لیا۔ اور مسلمان امیروں سے جو اس کا مطلب اُن سے اعانت اور امداد حاصل کرنے کی نسبت اطمینان کرنے سے تھا۔ وہ پورا ہو گیا۔ اور دیار اسلامی میں خانہ جنگیوں سے امن ہو گیا۔ اور ۵۸۲ھ ہجری میں سلطان دمشق کو واپس آیا۔ تاکہ عیسائیوں سے مقابلہ کرنے کے واسطے اپنے آپ کو تیار کرے +

مورخ آرچر اس موقع پر لکھتا ہے کہ صلاح الدین اس وقت تمام مسلمان امیروں کا امیر۔ اور شاہوں کا شہنشاہ تھا۔ وہ جنگ کے وقت اس کی پیروی کرنے والوں اور اُس کے زیر حکم لڑنے والوں میں خاندان زنگی کے بہت سے شاہزادوں کو جو سنجار۔ موصل اور ماردین میں حکمران تھے شمار کر سکتا تھا۔ شاید روم کے قلیج ارسلان کو بھی اور یقیناً خاندان ایوبیہ کے اُن امیروں کو جن کو اُس نے وادی اور نیل سے دریائے نیل تک قائم کیا تھا صلاح الدین کی پولیسی کا مقتضا یہ تھا۔ کہ مصر اور شام کے تمام بڑے شہر اُس نے اپنے ہی خاندان کے ہاتھوں دے رکھے تھے مثلاً اس کے عزیز اور رشتہ دار تقی الدین۔ عزالدین اور ناصر الدین اڈیسہ (عزاز) بعلبک اور حمص کے حاکم تھے۔ اس کے بیٹے ظاہر اور افضل حلب اور دمشق کے والی تھے۔ اور اس کا بھائی عادل مصر میں حکمران تھا۔ تمام سرحد پر سلسلہ وار ایک خط میں ایسے مضبوط جنرل یا امیر پڑے ہوئے تھے اور مقرر تھے۔ جو عیسائیوں کی سرزمین میں لڑائی اور حملہ کرنے کے واسطے ایک لحہ میں تیار ہو جاتے تھے۔ تمام مسلمان گویا اپنی حفاظت کی تجاویز گاہ بگاہ کی یورشوں کی بجائے صرف ایک ہی سرگرم جنگ کے منتظر تھے۔ جب کہ شام اور مصر کا سلطان اور روم اور موصل کا سلطان السلاطین ایک غرض مشترک میں شریک ہو کر عیسائی حملہ آوروں کو شام سے نکال دینے کا ان کو حکم دیدے +

باب چہارم

سلطان کا جہاد اور بیت المقدس کی فتح

یہ مان بھی لیا جائے کہ سلطان نے بعض غلط یا صحیح بدگمانیوں اور شکوک کی وجہ سے عیسائیوں کے برخلاف جہاد اور عیسائیوں کو شام کی سرزمین سے نکالنے اور بیت المقدس کو اُن سے واپس لینے کی کوششوں میں نورالدین مرحوم کے ساتھ شریک ہونے میں پس و پیش کی ہو۔ مگر یہ کوئی نہیں کہ سکتا کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی نصرت اور جہاد کی خواہشیں کسی شخص میں سلطان سے زیادہ قوی تھیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض اور لوگوں کی مانند قدرت نے اس کو ایک ایسی ہی غرض کے واسطے پیدا کیا تھا۔ مسلمانوں امیروں کے ہاتھوں سے جو اس کی اس قسم کی کوششوں میں مشکلات پیش آئیں۔ ممکن ہے کہ وہ کسی وقت چند لمحہ کے واسطے بیدل ہو گیا ہو مگر یہ خواہش اس کی طبیعت میں ہر ایک چیز سے زیادہ اور سب پر غالب تھی۔ اور کسی وقت بھی اس کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی۔ نورالدین کے خاندان کے ساتھ وہ ایسا برتاؤ کرنا چاہتا تھا کہ دنیا اس پر حرف کبھی نہ رکھے اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب بھی ہو جائے۔ مگر امراء نوریہ کے حالات نے اس امر کو ناممکن بنا دیا تھا۔ اور جب تک انہوں نے خود ہی اس کا راستہ صاف نہ کر دیا۔ وہ اپنے مدعا کے لئے بہت کم کر سکا ہے۔ تاہم اس کی دوراندیشی تدابیر۔ حکمت عملیوں اور ہمت اور استقلال نے دن بدن اس کے ارادوں کی تائید کی۔ اور یہ سب سے بڑی کامیابی اس کو نصیب ہوئی کہ مسلمان امیروں کے ہاتھوں سے جب کہ وہ اس کے مقابلہ میں عیسائیوں کو مدد دینے یا لینے کو تیار تھے اور لیتے دیتے تھے۔ اس نے کوئی ایسا نقصان نہیں اُٹھایا۔ جو اس کو اپنے ارادوں اور اغراض کے پورا کرنے کے قابل ہی نہ چھوڑتا۔ خدا کی مہربانی سے ایک بڑے لمبے امتحان کے وقت میں وہ ثابت قدمی سے اور حشیشہ ملاعین کے ہاتھوں سے بچ رہا۔

نورالدین مرحوم کی وفات کے بعد جب کہ وہ شام کی نسبت متردد تھا اور شام کو جانے کی تیاریوں میں تھا اسکو

سنہ ۵۶۹ ہجری میں سکندریہ کو عیسائیوں کے ایک بڑے سخت حملہ سے بچانا پڑا۔ یورشلیم کے بادشاہ اموری کے مصر پر دانت لگے ہوئے تھے۔ اور عیسائی مورخ اس کو کوستے ہیں۔ کہ نورالدین کے بعد شام کے ضعف اور امرا کے اختلاف سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اس نے شاہنشاہ قسطنطنیہ سے مدد لے کر مصر پر حملہ کر دیا۔ مگر بقول فرانسیسی مورخ کے دمیاط کا محاصرہ کر کے ناکام واپس آیا۔ مسلمان مورخوں نے اس کی کیفیت تفصیل سے لکھی ہے کہ ۱۱ ذوالحجہ کو عیسائیوں کا جنگی بیڑا پہنچنا شروع ہوا۔ بیڑا اتنا بڑا تھا۔ کہ تمام سمندر عیسائی فوج سے بھر گیا۔ بقول ایک مورخ کے چھ سو جہازوں میں پندرہ سو گھوڑے تیس ہزار پیادہ فوج اور اس کے سوا بے شمار سامان رسد اور لڑائی کا اسباب اور منجنیق وغیرہ تھیں۔ کچھ مزاحمت کے بعد عیسائی فوج رات کو خشکی پر اتر آئی اور صبح انہوں نے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ سلطان نے سکندریہ اور دمیاط دونوں کی محافظت کے واسطے فوج روانہ کی عیسائیوں نے محاصرہ شدت سے شروع کیا۔ اور مسلمان مجبور ہو گئے۔ کہ قلعہ سے باہر نکل پڑیں۔ چنانچہ انہوں نے تمام اطراف سے عیسائیوں پر حملہ کر کے ان کے عظیم دبابوں (پتھر مارنے کی بڑی کلیں) کو جلا دیا۔ اور منجنیق کو توڑ ڈالا۔ اور ایسی لوٹ مار برپا کی کہ فرنگیوں کے خون کے نالے بہ گئے۔ تیسرے دن عیسائیوں نے ہمت ہار دی اور صرف بھاگ نکلنا اپنی سب سے بڑی کامیابی خیال کی۔ مگر خشکی مسلمانوں کا ملک تھا۔ اور سمندر ہمیشہ کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ مسلمانوں کی تلوار سے جو بچ گئے ان کے ساتھ سمندر نے بیوفائی کی۔ اسباب غنیمت مسلمان جمع کر کے لے گئے۔ یورشلیم کے بدقسمت بادشاہ اموری کی زندگی اسی مصر کے خبط میں گذر گئی اس شکست کے بعد اس نے یورپ سے اپیل کی مگر لاحاصل۔ پھر قسطنطنیہ گیا۔ اور رومی شاہنشاہ سے حمایت چاہی مگر ان سب کوششوں سے موت نے اس کو نجات دلائی۔ اور ایک تیرہ ۱۳ برس کی عمر کا مجذوم بیٹا جانشینی کے واسطے چھوڑ گیا۔ ریمنڈ کونٹ آف ٹریپولی (قومس صاحب طرابلس) اس کی خوردسالی میں امور سلطنت کا پیشوا مقرر ہوا۔ جو آٹھ برس مسلمانوں کی قید میں رہ کر آیا تھا +

سلطان کو جب مسلمان امیروں سے فراغت ملتی تھی یا ضرورت اور موقع ہوتا تھا وہ عیسائیوں سے لڑنے کو ہمیشہ تیار اور آمادہ اور لڑتا رہتا تھا۔ اور اس کے سوائے ایک حصہ فوج کو جہاد میں مصروف رکھتا تھا۔ اگر وہ بالکل عیسائیوں کی طرف سے غفلت کرتا تو وہ خود نچلے بیٹھنے والے نہیں تھے۔ اور حملے کرتے تھے اور جب کبھی ان کو موقع مل گیا ہے۔ انہوں نے حدود دمشق تک میں پہنچ کر قتل اور غارت کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ اس واسطے عیسائیوں کو مصروف رکھنے اور مخالف مسلمان امیروں سے مل جانے کا موقع نہ دینے کے لئے سلطان نے خود یا بعض امیروں یا عزیز شاہزادوں کی معرفت ان سے کم بیش لڑائی جاری رکھی سمندر کی طرف سے جہاد کے واسطے جہاز بھیجتا رہتا تھا۔ جو وقتاً فوقتاً کم و بیش کامیابی کی خبریں پہنچاتے رہتے تھے +

عیسائیوں نے صقلیہ کے ایک جنگی بیڑے کی مدد سے مصر پر حملہ کیا۔ تو اس کی مدافعت کرنی پڑی جو بہت
جلد ہو گئی ۵۷۳ھ ہجری مطابق ۱۱۷۷ء میں سلطان مصر ہی سے جہاد کی تیاری کر کے براہ راست غزہ
اور عسقلان کی طرف گیا عسقلان پہنچ کر سلطان کو کوئی فوج مقابلہ کرنے والی نظر نہ آئی اور لشکر شہروں میں
متفرق ہو گیا عیسائیوں نے آخر اپنے کو مقابلہ کے واسطے مضبوط کیا۔ اور لڑائی کے واسطے نکل کھڑے ہوئے
سلطان خود بیان کرتا ہے جب عیسائی لشکر قریب پہنچ چکا۔ تو مسلمانوں کی فوج نے دائیں صف کو بائیں
طرف اور بائیں کو قلب کی طرف اس خیال سے پھیرنا چاہا۔ کہ رملہ کا ٹیلہ ہمارے پس پشت ہو جاوے گا
اس حالت میں عیسائی فوج سخت حملہ کر کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے سلطان خود
مشکل سے جانبر ہوا اس کا اپنا بیان ہے کہ ایک عیسائی سوار ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے میری طرف بڑھا
اور اس کے پیچھے دوسرا اور تیسرا آ رہا تھا۔ اور قریب تھا کہ میرے سینہ میں وہ نیزہ مارے۔ کہ میرے ہمراہیوں
میں سے تین شخص نکلے اور تینوں کو مار ڈالا۔ اور مجھ کو تمام لڑائی میں اپنے درمیان لئے رکھا مسلمانوں
کی فوج آخر پریشان ہو کر بھاگی۔ اور سلطان خود چند آدمیوں کے ساتھ تنہا واپس آتا ہوا ریگستان میں
راستہ بھول گیا۔ اور سامان رسد ختم ہو گیا کئی دن کی پیاس مصیبت جھیلکر بڑی مشکل سے مصر کو واپس
پہنچا۔ مسلمانوں کی فوج کا عظیم نقصان ہوا تقی الدین کا ایک خوبصورت نوجوان بیٹا مارا گیا۔ دوسرا قید ہو گیا
فقیہ عیسےٰ اور اس کا بھائی ظہیر چند ہمراہیوں کے ساتھ راستہ سے بھٹکے ہوئے عیسائیوں کے ہاتھ میں پڑ کر
قید ہو گئے۔ اور عرصہ کے بعد سلطان نے لاکھوں دینار دیکر ان سب کو قید سے چھڑایا۔ مگر مسلمانوں نے بہت
جلد اس شکست کی تلافی کرنی شروع کر دی۔ چند ہی مہینہ کے بعد بالڈون عیسائی بادشاہ کو سخت شکست دی
جس سے وہ مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ اور پھر تیسرے مہینہ میں سلطان خود ان پر حملہ آور ہوا اور ان کی
ایک بڑی جمعیت کو شکست دے کر فورٹ جیکب (قلعہ یعقوب) جو انہوں نے ایک مضبوط نیا قلعہ بنایا
تھا عیسائیوں سے چھین لیا۔ اور عیسائی امیروں کی ایک بڑی جماعت قید کر لی عیسائی بادشاہ کو اب اس
سوائے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ سلطان سے صلح کی درخواست کی جس کو سلطان نے قبول کر لیا۔ اور دو سال کے واسطے
باہمی صلحنامہ ہو گیا اس عرصہ میں سلطان کو اپنی سلطنت کے اندرونی انتظام پر توجہ کرنے کا موقع مل گیا طرابلس
پر حملہ کرنے کے بعد جو صلح کے معاہدہ میں داخل نہ تھا وہ مصر کو چلا گیا۔ اور وہاں کے ضروری کام میں مصروف رہا
اور شام کی ضروریات کے سوائے عیسائیوں کی عہد شکنی نے اس کو تیسری مرتبہ نیل کے کنارے چھوڑنے پر مجبور کیا
رینالڈ دی چیٹیلان اس شقی اور رذیل کا نام ہے جس کے نزدیک عہد و پیمان ایمان اور انسانیت
کچھ چیز نہ تھی مسلمان مؤرخ اس کو پرنس ہی کہتے ہیں۔ فرانس سے وہ لوئیس کی فوج کیساتھ ایشیا میں آیا تھا اور یہیں

صاحب انطاکیہ کی فوج میں نوکر ہو گیا تھا .... ریمنڈ ایک لڑائی میں مارا گیا تو اس کی بیوہ سے چاہا گیا کہ وہ اپنے واسطے ایک خاوند منتخب کرے جو حکومت میں اس کا شریک ہو۔ اکثر شاہزادگان نامور امرا۔ نائیٹ وغیرہ کو جو اس کے شادی کرنے کے امیدوار تھے اس نے ناپسند کیا۔ اور اس مجہول النسب شخص رینالڈ وی چاپٹیلان (ہنفری) کو پسند کیا جس پر تمام عیسائی سخت متعجب ہوئے۔ مگر اس نے اصرار سے اس کے ساتھ شادی کی۔ اس درندہ نے سب سے اول تو اہل انطاکیہ کو ظلم و تعدی سے سخت تنگ کیا۔ اور پھر ادھر ادھر حملے کرنے شروع کئے۔ مگر نورالدین کی فوج نے اس کو ایک موقع پر پکڑ لیا۔ اور کئی سالوں تک نورالدین کی قید میں رہا۔ آخر ایک عرصہ دراز کے بعد ایک شخص نے اس کو قید سے چھڑایا۔ اس وقت ریمنڈ کی بیوہ کانسٹنس جس نے اس کے ساتھ شادی کی تھی۔ مر چکی تھی۔ اب وہ پھر یوروشلیم میں پہنچا۔ اور کچھ روز کے بعد کرک کے عیسائی سردار ہومفری متوفی کی بیوہ کے ساتھ شادی کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پہلی شادی کی مانند اب بجائے انطاکیہ کے وہ کرک کا مالک ہو گیا جو عرب اور فلسطین کی سرحدات پر ایک قلعہ مع کچھ مضافات کے تھا۔ جن میں دو تین قلعہ جات اور تھے۔ اس بیوہ کے پہلے خاوند ہومفری کا تمام مسلمان مورخوں نے اس کو بھی دیدیا۔ اور اس کو اکثر ہنفری ہی لکھا ہے اور بعض نے اس کو برنس بھی لکھ دیا ہے وہاں ایک بڑی تعداد ٹمپلر فرقہ کے سپاہیوں کی لیگیا اور کچھ فوجی جمعیت فراہم کر لی۔ اور پے در پے عرب کی سرحد پر حملے کرنے اور غارتگری اور رہزنی شروع کر دی۔ یوروشلیم کے بادشاہ نے اسی اثنا میں سلطان صلاح الدین کے ساتھ صلح کی تھی اور مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کی طرف سے کچھ عرصہ کے واسطے مطمئن تھے۔ لیکن بقول مجاڈ "کوئی چیز رنیاڈ (ہنفری) کو ہتھیار رکھدینے کی طرف مائل نہیں کرتی تھی۔ ہر روز وہ کرک کے نواح میں تازہ حملے اور غارتیں کرتا تھا۔ اور مسلمان حاجیوں کے کاروان جو مکہ کی طرف جاتے ہوئے اسی راہ سے گذرتے تھے۔ اُن کو لوٹتا تھا۔ اقوام یا انسانیت کے حقوق کی اس کو چنداں پرواہ نہ تھی۔ عورتوں اور بچوں کو قید کرتا تھا۔ اور غیر مسلح آدمیوں کو بیدریغ قتل کر ڈالتا تھا[۱] ۔

صلاح الدین نے (عیسائی بادشاہ) بالڈون کے پاس اس عہدشکنی کی شکایت کی لیکن یوروشلیم کا بادشاہ اس معاملہ میں بے اختیار تھا۔ اور صلاح الدین کو کوئی طمانیت بخش جواب نہیں دے سکتا تھا۔ سلطان نے فرنگیوں کی اس حرکت سے غصہ کھا کر پندرہ سو عیسائی حاجی جو طوفان سے مصر کے ساحل پر جا پڑے تھے پکڑ لئے اور دھمکی دی کہ اگر مسلمان قیدیوں کو نہیں چھوڑا جاویگا۔ تو وہ ان کو بھی چھوڑے گا۔ مگر نہ تو سلطان کی خواہشیں اور نہ بالڈون کی التجائیں اور نہ عیسائی حاجیوں کی قسمت اس اشقی (رنیاڈ اور ٹمپلر سپاہیوں

---

[۱] تاریخ کروسیڈ مجاڈ جلد اوّل صفحہ ۴۰۵ ۔

کوئی اثر پیدا کر سکیں۔ جو ہمیشہ سے مسلمانوں کے ساتھ کیئے ہوئے معاہدوں کو ایک کھیل سمجھا کرتے تھے۔ اس پر صلاح الدین آخر کار مجبور ہو کر جنگ کے واسطے تیار ہوا۔ اور تیسری دفعہ نیل کے کناروں سے فوج لے کر فلسطین میں داخل ہونے کے واسطے نکلا۔ اس خطرہ کے قریب ہونے پر عیسائیوں نے مسلمانوں کے حملہ کے روکنے کیواسطے اپنی کوششوں کو متفق کر لیا۔ شہر میں تمام قسم کے لوگوں کی ایک مجلس منعقد کی گئی۔ بالعموم سب پر ایک ٹیکس اس غرض سے لگایا گیا۔ کہ قلعجات اور شہروں کی قلعبندی وغیرہ کی مرمت کی جاوے۔ اور تمام عیسائی سردار والیانِ ملک اور نائیٹ ہتھیار پہن کر اٹھ کھڑے ہوئے لیکن ابھی وہ وقت نہیں پہنچا تھا کہ صلاح الدین یورو شلیم کی سلطنت کو فتح کرتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنی ہر ایک مہم میں وہ عیسائیوں کی طاقت کو جانچتا اور آزماتا تھا۔ اور جب کوئی سخت مقابلہ پیش آتا تھا۔ تو مفید موقع کے واسطے صبر سے انتظار کرتا تھا۔ گیلی کو اپنے نائبوں کے ذریعہ سے تاخت و تاراج کر کے بیروت کا محاصرہ شروع کیا۔ لیکن دفعتاً اس نے اپنی افواج کو ہٹا لیا۔ اور اتابکوں کے ساتھ جنگ کرنے کو متوجہ ہوا۔ جو موصل اور جزیرہ کے بہت سے شہروں کے مالک تھے۔" (مچاڈ جلد اول صفحہ ۴۰۵)

یہ حالات ہم نے عیسائی فرانسیسی مورخ کے الفاظ میں نقل کیئے ہیں۔ تاکہ یہ امر بخوبی ظاہر ہو جاوے کہ اس تازہ عہد شکنی اور آئندہ تمام مہیب خونریزی کا باعث عیسائی تھے۔ اور سلطان نے مجبوراً دفع ضرر کے واسطے ہتھیار اٹھائے تھے۔ اس مردود رنیاڈ (ہنفری) نے علاوہ اس کے بیشمار بے گناہ اور بے ضرر حاجیوں اور تاجروں اور ان کی عورتوں اور معصوم بچوں کو قید کر لیا تھا۔ اور ہزار ہا کو ان میں سے قتل کر ڈالا تھا حجاج کا راستہ ہی روک دیا تھا۔ اور اس پر بھی اکتفا نہ کر کے اس ملعون نے حجاز پر چڑھائی کرنے اور حرمین شریفین کو فتح کرنے اور کعبہ اور مزارِ منورہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لوٹنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور تری اور خشکی دونو طرف سے فوجیں روانہ کیں۔ سلطان نے اس وحشتناک خبر کو سنکر سمندری فوج کے پیچھے مصر سے جہاز روانہ کیئے اور خشکی پر شام سے لشکر بھیجا۔ عیسائی مقام رابغ تک پہنچ گئے تھے۔ جب اسلامی فوج نے ان کو جا لیا۔ اور چن چن کر ایک ایک کو قتل کر ڈالا۔ سلطان اپنے ایک خط میں بغداد کو لکھتا ہے کہ فرنگی ایک امر مکروہ کے مرتکب ہوئے تھے انہوں نے جنگی جہاز تیار کر کے ان کو جری سپاہیوں اور آلات حرب اور سامان رسد سے پر کیا۔ اور سواحل یمن حجاز پر چڑھائی کر دی۔ اور اس نواح میں دور تک پہنچ گئے۔ اس علاقہ کے باشندے سخت خائف ہوئے بلکہ اہل قبلہ کو بھی عواقب امور کی خرابی کے خیال سے سخت اندیشہ ہوا۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ قیامت آ گئی ہے۔ اور اللہ کا غضب اپنے بیت الحرام اور حبیب معظم کے مقام اور میراث انبیاء قدیم اور اپنے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت مبارک کا نگہبان تھا۔ اور انہوں نے اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔ فرنگیوں کے دو مطلب تھے ایک تو وہ قلعہ ایلہ کو جو حجاز کے دہانہ پر ہے لینا چاہتے تھے۔ دوسرا اس سمندر میں جو ان کے ملک سے ملا ہوا ہے خلل دینا

چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک فریق نے قلعہ ایلہ کا قصد کیا کہ اہل قلعہ کو پانی سے محروم کر دیں اور دوسرا فریق سواحل یمن و حجاز کو نکلا۔ تاکہ حاجیوں کو راستہ ہی میں حج سے روکیں۔ اور یمن کے تاجروں اور اہل عدن کو پکڑ لیں اور خونریزی کر کے عرب میں مفسدے بپا کریں اس کے بعد مصر سے جہاز روانہ کئے جانے اور عیسائیوں کا قلع و قمع کر دینے کا ذکر ہے۔ رنیاڈ (ہنفری) ملعون کے بچ جانے کو عیسائی مورخ بھی معجزہ خیال کرتے ہیں ؛

اس زمانہ میں سلطان ابھی صرف عیسائیوں سے جہاد کرنے کے واسطے فارغ نہیں تھا حلب اور موصل سے ابھی اس کو فراغت نہیں ہوئی تھی۔ بایں ہمہ اس نے عیسائیوں کے بھی حواس درست نہیں ہونے دیئے۔ اور اسی عرصہ میں آمد حلب اور حارم کو فتح کر کے مطمئن ہو گیا۔ اور جہاد کے واسطے وہ جس وقت منتظر تھا وہ وقت آگیا۔ اس کا ایک سوانح نویس کہتا ہے کہ سلطان کی ہمت کو دیکھنا چاہئے۔ کہ اس کو حلب کی فتح نے جہاد سے نہ روکا بلکہ سلطان کی غرض ہی یہ تھی۔ کہ اسلامی شہروں کی طاقت کو مجتمع کر کے کفار سے جہاد کرنے پر آمادہ ہو ؛ رنیالڈ یا ریجنیاڈ (ہنفری) کے اُن ناپاک اعمال سے کہ اُس نے مسلمان حاجیوں پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ اور بے گناہ مسلمانوں اور عورتوں اور بچوں پر تعدیاں کیں۔ اور اپنی شقاوت سے حرمین شریفین کا قصد کرنے میں بھی تامل نہ کیا۔ سلطان نے غضبناک ہو کر یہ قسم کھالی تھی کہ اس شقی کو اپنے ہاتھ سے قتل کریگا اور جب تک اس کو سلطان امراء حلب وغیرہ نے روکے رکھا اس غم اور غصہ کو وہ دل ہی دل میں کھایا کیا اس کی بےچین طبیعت نے نہیں مانا۔ کہ ایک دن بھی حلب میں آرام کرے اور مسلسل لڑائیوں اور سفروں کی تکالیف اور تکان کو رفع کرے۔ ۲۲۔ ربیع الآخر کو سنیچر کا ایک دن وہاں ٹھیرا۔ اور دوسرے ہی روز نکل کھڑا ہوا اور متواتر کوچ کرتا ہوا۔ ۳ جمادی الاول کو دمشق میں جا پہنچا۔ اور ۲۷ جمادی الاول تک جہاد کے واسطے لشکروں کو آراستہ اور ساز و سامان کو درست کر کے دمشق سے روانہ ہو گیا۔ جالوت پر پہنچکر اُس نے عیسائی لشکر کی خبریں دریافت کیں۔ عزالدین جردیک کا اس تفحص کی حالت میں کرک اور شوبک کے حامی عیسائی لشکر سے مقابلہ ہو گیا جن کو شکست دے کر وہ سو فرنگی قید کر لایا۔ اور خبر لایا کہ عیسائیوں کی ایک بہت بڑی فوج ہے۔ جو بہت کم اس سرزمین میں جمع ہوئی ہے۔ انگریزی مورخ آرچر لکھتا ہے کہ جب اٹلی کے سوداگروں نے (مسلمانوں کے) اس حملہ کا حال سُنا تو اُنھوں نے اپنے سفر کو ترک کر دیا۔ اور بادشاہ کی فوج میں جا شریک ہوئے بوڑھے آدمیوں نے بیان کیا کہ فلسطین کی سرزمین نے کروسیڈروں کی اتنی بڑی فوج کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ایک ہزار تین سو نائیٹ (سوار) اور پندرہ ہزار سے زیادہ بخوبی مسلح پیادہ فوج تھی ان کے درمیان یورپ کے بڑے بڑے امرا تھے۔ ہنری ڈیوک آف لورین۔ الف ڈی میلین جس کے ساتھ اکوئیٹن کے لارڈ بھی تھے۔ گوئی ڈی لوزگنن ریجینالڈ۔ بالڈون۔ بالیئن۔ ریجینالڈ آف سیڈان والٹر آف قیصاریہ

جوسلن ڈی کورٹنی وغیرہ شامل تھے بمقام جالوت پر مسلمانوں اور اس عیسائی لشکر کا مقابلہ ہؤا۔ سلطان کی ہیبت نے فرنگیوں کے دلوں کو بٹھا دیا۔ اور میدان میں نکل کر لڑنے کی بجائے انہوں نے اپنے گرد ایک خندق کھود کر اس کی پناہ میں صرف اپنی حفاظت کی کوشش کرنے لگے۔ مسلمانوں نے حملے کر کرکے انکو بہت اکسایا کہ لڑائی کے واسطے اٹھیں مگر وہ کسی طرح جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوئے جب مسلمان فوج انکو طرح دینے کیواسطے ذرا ہٹ گئی تو اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اسباب غنیمت مسلمانوں کے واسطے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سلطان نے کرک کے قلعوں نابلس اور سبطیہ پر حملہ کر کے ان کو توڑ ڈالا۔ اور بعض مقامات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ رجینالڈ ہنفری کو قلعہ کرک نے پناہ دی ہوئی تھی۔ اور سلطان ایک ہی سمت میں اپنے وقت کو مصروف نہیں رکھ سکتا تھا سلطان کا بھائی ملک عادل اس وقت تک مصر میں نائب السلطان تھا۔ فتح حلب کے بعد اس نے حلب کی حکومت طلب کی۔ اس درخواست کو منظور کر کے عادل کو شام میں بلا لیا۔ اور تقی الدین کو اس کی جگہ مصر میں بھیجا۔ عادل کو ساتھ لے کر سلطان نے ایک دفعہ کرک پر چڑھائی کی۔ اور اس تمام علاقہ کو جس میں عیسائی مسلمان حاجیوں کو لوٹتے اور ان کے راستہ بند کرتے تھے۔ ویران اور تباہ کر دیا۔ اسی اثنا میں عیسائی افواج کی مقام والہ پر جمع ہونے کی خبر آئی تو سلطان ان کے مقابلہ کے واسطے فوج روانہ کرنے کی غرض سے دمشق کو لوٹا +

دمشق میں پہنچ کر کچھ تو وہ ملک کے نظم ونسق۔ صوبہ داران وحکام کے تغیر وتبدل اور سفارتوں سے ملاقات کرنے اور بعض اور ضروری انتظامات میں مصروف رہا۔ اور کچھ بیماری کی وجہ سے اس کو چند روز دمشق ہی میں ٹھیرے رہنا پڑا۔ ۵۸۰ ہجری کے آغاز میں وہ پھر کرک پر حملہ کرنے کو تیار ہؤا تقی الدین کو مصر سے اور عادل کو حلب سے بلایا۔ اور بعض اور مقامات سے بھی فوجیں طلب کیں۔ اور ۱۴ جمادی الاول کو کرک کا محاصرہ شروع کر دیا مناجیق نصب کر دیں مصری۔ شامی اور جزری فوجیں اکٹھی ہو کر محاصرہ پر جم گئیں۔ فرنگیوں کو خبر پہنچی تو وہ اپنے سواروں اور پیادوں کی ایک جرار فوج کے ساتھ کرک کی مدد کے واسطے آئے۔ مسلمانوں کو ایک تازہ مشکل پیش آ گئی۔ کہ مصر کا راستہ بند ہو گیا۔ اور ایک بڑی فوج کی حمایت کے بغیر قافلے اس راستہ سے گذر ہی نہیں سکتے تھے۔ مگر سلطان نے بڑی کوشش سے راستہ فرنگیوں سے صاف کر دیا۔ باہر سے آنے والی عیسائی فوج کے مقابلہ کے واسطے اس محاصرہ کو چھوڑ دینا پڑا۔ اور کرک کی نسبت اس دفعہ بھی کامیابی نہ ہوئی اور دمشق کو لوٹ گیا +

۵۸۱ ہجری میں سلطان کو سب سے بڑا کام موصل کا پیش آیا رہا حلب کے بعد موصل ابتک مطیع نہ ہؤا تھا ماہ رمضان کو گذار کر وہ حلب کو گیا۔ اور وہاں لشکر کی ترتیب کر کے موصل کے محاصرہ کے واسطے بڑھا۔ اسی اثنا میں شاہ ارمن والی خلاط کے فوت ہو جانے کے سبب سے اس کو خلاط کے مطیع کرنے اور میافارقین کو فتح کرنیکا

موقع ملا۔ اور اب تیسری دفعہ جب موصل کا محاصرہ شروع کیا تو اہل موصل بھی ہر ایک بیرونی امداد سے مایوس ہو کر اطاعت قبول کرنے کو راضی ہو گئے۔ اس زمانہ میں ایک بڑی مصیبت یہ آئی کہ سلطان بیمار ہو گیا۔ اور ایسا سخت بیمار ہو گیا کہ طبیبوں نے اس کے جانبر ہونے سے مایوسی ظاہر کر دی۔ ملک میں اس کی وفات بھی مشہور ہو گئی اور اس نے وصیتیں بھی کر چھوڑیں۔ مگر خداوند کریم نے رحم کیا۔ اور جان بچ گئی۔ اور سلطان کچھ ضروری آرام کرنے اور امور کے انتظام کی غرض سے دمشق چلا گیا ✦

اس مقام پر ہر ایک عیسائی مورخ نے عیسائیوں کی جماعت اور سلطنت کی اکثر خرابیوں کو بیان کیا ہے۔ جو بہت جلد ان کی طاقت کو صلاح الدین کے ہاتھوں سے مغلوب کر دینے والی تھیں۔ ان امور کو اگر اس غرض سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ سلطان کی بزرگی میں وہ کچھ کمی پیدا کریں۔ تو یہ ایک غلط کوشش اپنے دل کو تسلی دینے کے واسطے کی گئی ہے۔ یہ ایسے حالات نہیں ہیں جو اسی وقت عیسائیوں میں پائے گئے۔ بلکہ مفصل لکھنے والوں کی تاریخ کا ایک صفحہ بھی ان سے خالی نہیں ہے۔ سلطنت میں عیسائی امراء کی بے اتفاقی کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر یہ بے اتفاقی اُسی روز سے اُن میں موجود تھی جس روز سے اُنہوں نے مشرق کی زمین میں قدم رکھا تھا۔ اور مسلمانوں کے تفرقہ اور کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر ایک حصہ زمین پر قبضہ کر لیا تھا۔ عیسائی امراء ہمیشہ اپنے اپنے مقبوضات اور طاقت کو بڑھانے کے واسطے جھگڑتے رہتے تھے۔ اور مشرق میں آنے کی ان کی غرض ہوس ملک گیری کے سوائے کچھ اور بہت کم تھی۔ مذہب کا جادو ضرور اس وقت کام میں لایا جاتا تھا اور وہ اثر بھی کرتا تھا جب مسلمانوں سے مقابلہ ہونے کو ہوتا تھا۔ اس وقت سب عیسائی امراء متفق اور جمع ہو جاتے تھے۔ اور یہ ایک ایسا امر تھا جو ان کے ہمعصر مسلمان امراء میں نہیں پایا جاتا تھا۔ جماعت کے متعلق ان کی بدکرداری کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ٹائر کا مقدس آرچ بشپ تحریر کرتا ہے کہ "تمام شہر یوروشلیم میں مشکل سے ایک بھی باعصمت عورت پائی جاتی تھی" میچاڈ لکھتا ہے کہ "عیسائی نوآبادیوں کے سرگروہ اور نیز گرجا کے سردار اور عہدہ دار بدکرداری اور شہوت رانی کی مثالیں قائم کرتے تھے۔ عیسائیوں نے ایک یوروشلیم کی ملکہ بالڈون ثالث کی بیوہ کو دیکھا کہ انڈرونی کس کے ساتھ اسکے ناجائز تعلقات تھے۔ اور اپنی عیاشیوں کی ہم صحبت کے ساتھ مسلمانوں میں پناہ لینے کے واسطے گئی۔ بوہمنڈ پرنس شاہ انطاکیہ نے اپنی بیگم ارینیا کو اس غرض سے چھوڑ دیا کہ اس کے ایک مصاحب کے ساتھ شادی کرے۔ ہرکلی اس بطریق (یوروشلیم) نے اپنا یہ مقدس اور بزرگ رتبہ ان ناپاک اور جنسی اوصاف سے حاصل کیا۔ کہ یوروشلیم کا خزانہ جو حاجیوں اور غریبوں کا حق تھا بدکار زنا کار عورتوں کو بخشتا تھا" الخ۔ لیکن یہ حالات میچاڈ کی تاریخ کے ہر صفحہ پر ملتے ہیں۔ اس مقام پر ان کی خصوصیت کیا ہے۔ میچاڈ زمین اور آسمان کی علامتوں اور تغیرات اور غیر معمولی نشانات کو بھی

عیسائیوں کی آیندہ خرابی کی شہادتوں میں شامل کرتا ہے ٭

یوروشلیم کا نوجوان اور مجذوم عیسائی بادشاہ فی الواقع کام کاج کے لائق نہ رہا تھا اور اس نے خود ہی یوروشلیم کو اپنے واسطے رکھ کر باقی مملکت پر اپنے بہنوئی گوئی ڈی لوزگنن کو نائب السلطنت مقرر کیا لیکن سب لوگ گوئی سے خوش نہ تھے۔ اور خصوصاً ریمنڈ صاحب طرابلس جو اس عہدہ اور امتیاز کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ خود بالڈون بھی گوئی سے ناراض ہو گیا۔ اور عیسائی امراء کی ایک کونسل میں یہ فیصلہ ہوا۔ کہ بالڈون اپنے کمسن بھانجے کو اپنا جانشین مقرر کرے اور اپنے ہاتھ سے تاج پہنا دے۔ چنانچہ اس نے اپنی بہن سبائی بلا کے خوردسال لڑکے کو جو اس کے پہلے خاوند مانٹفرٹ سے تھا تاج پہنا دیا۔ اور اس کی کمسنی میں ریمنڈ صاحب طرابلس دس برس کے واسطے نائب الریاست مقرر ہوا۔ شاہ بالڈون نے اپنی اسی ناراضی میں جو اس کو گوئی سے تھی۔ اپنی بہن کا نکاح گوئی سے فسخ کر دینا چاہا۔ اور گوئی کو طلب کیا۔ مگر وہ اپنی بیگم کو لے کر عسقلان کو چلا گیا۔ اور جب بادشاہ وہاں پہنچا۔ تو اس پر قلعہ کے دروازے بند کر دئے۔ بالڈون اور بھی غضب آلود ہو کر یافہ کو چلا گیا۔ اور عکا میں ایک بڑی کونسل منعقد کی۔ گوئی کے دوستوں نے اس کی عفو تقصیر کی درخواست کی جس کو بالڈون نے نامنظور کیا۔ گوئی نے عربوں کی ایک جماعت کو لوٹ کر جو شاہی حفاظت اور پناہ میں تھے۔ بادشاہ کو اور بھی ناراض کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اور ریمنڈ صاحب طرابلس ایک طرف ہو گئے اور گوئی اور ریجینالڈ ہمفری (دوسری طرف مسلمان مورخ اس موقع کے متعلق واقعات میں بیان کرتے ہیں کہ تومس عیسائی بادشاہ سے ناراض ہو کر سلطان سے خط و کتابت کی تھی اور امداد کے طالب ہوئے تھے لیکن مسلمان مورخ اس سے پہلے ریمنڈ صاحب طرابلس کو تومس صاحب طرابلس لکھتے آئے ہیں۔ اور گورنمنٹ صاحب طرابلس بھی کچھ عرصہ بعد یوروشلیم کی عیسائی جماعت سے ناراض ہو گیا تھا لیکن عیسائی مورخ صرف گوئی ڈی لوزگنن اور ریجینالڈ ہمفری) کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ سلطان سے خط و کتابت کر رہے تھے (تاریخ آرچر صفحہ ۲۶۸) اور اپنے مفاد اور سلامتی کے واسطے اس سے صلح کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن اس شور و شغب کے باوجود عکا کی اسی کونسل میں تمام عیسائیوں نے بالاتفاق یہ تجویز کی کہ شاہان یورپ کے پاس امداد کے واسطے اپیل اور درخواست کی جاوے۔ چنانچہ بطریق ہرکلیس اور دو گرینڈ ماسٹروں کی نسبت تجویز کیا گیا۔ کہ ان کو اس غرض کے واسطے یورپ روانہ کیا جاوے کہ پوپ لوسی اس ثالث کی سفارش اور تائید سے یورپ سے امداد کی درخواست کریں۔ یہ بطریق ابھی یورپ میں کروسیڈ کا وعظ کرتا۔ اور امداد مانگتا پھر رہا تھا کہ بالڈون چہارم شاہ یوروشلیم فوت ہو گیا۔ ریمنڈ صاحب طرابلس نے جو نائب السلطنت تھا۔ سلطان سے چار سال کے واسطے صلح کر لینے سے عیسائیوں میں بہت کچھ شہرت حاصل کر لی لیکن گوئی کے علاوہ ریمنڈ کا ایک اور مخالف

کھڑا ہو گیا تھا۔ یہ شخص جیرارڈ ڈی رائڈ فورٹ جو ایک فرانسیسی نائیٹ تھا۔ رفتہ رفتہ نائیٹوں فرقہ ٹمپلر کا گرینڈ ماسٹر ہو گیا تھا۔ کوئی اس کی امداد سے ریمنڈ کے مقابلہ میں گوئے سبقت حاصل کرنے کی کوششوں میں ویسا ہی مصروف تھا۔ اور آخر کار بالڈون سوفی کی بہن اپنی منکوحہ سائی بلا کو راضی کر لینے میں کامیاب ہو گیا اور یوروشلیم میں ریمنڈ کی غیر حاضری میں تخت پر بٹھا دیا گیا۔ اس موقع پر بیان کیا جاتا ہے کہ ریمنڈ (قومس) صاحب طرابلس بھی سلطان سے خفیہ طور پر خط و کتابت کر رہا تھا لیکن اس واقع کی صحت یا غلطی کی تحقیق کرنے کی کوشش کرنا بیفائدہ ہے۔ کیونکہ اس سے عیسائیوں کو کچھ نقصان یا مسلمانوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا ہے عیسائیوں کی مصیبت اور خرابی کا وقت قریب تھا۔ اور اس کو وہی شخص ریجینالڈ ڈی چٹیلین جس کو مسلمان مورخ پہلے ہنفری لکھتے تھے اور اب برنس ارناط لکھنے لگے ہیں لایا۔ اس نے سلطان سے صلح کی درخواست کی تھی اور جہاں سلطان نے اور عیسائیوں کے ساتھ صلح کی تھی اس کیساتھ بھی کر لی تھی اور اسکو عیسائیوں کی ضمانت پر گویا امان دیدی تھی۔ لیکن یہ بدکردار شخص اپنی حرکات سے باز نہیں آنیوالا تھا۔ بقول عیسائی مورخ آرچر کے اس نے ایک قافلہ پر جس کا راستہ کرک کے علاقہ کے سے تھا حملہ کیا اور کاروان کو لوٹ لیا۔ آرچر لکھتا ہے کہ "اس کاروان پر حملہ کرنا یوروشلیم کی تباہی کا باعث تھا صلاح الدین نے جہاد کی قرنا پھونکدی یا نقارہ بجا دیا"۔

عیسائی مورخوں کے بیان کے مطابق ایک بڑی شکست عیسائیوں نے سلطانی فوج سے کھائی۔ جو ملک افضل کے ماتحت اس علاقہ کی تسخیر کر رہی تھی۔ ریجینالڈ ڈی چٹیلین (ہنفری یا برنس ارناط) کو فرانسیسی مورخ رنیاڈ کا نام دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ "رنیاڈ نے مسلمانوں پر اپنی تاخت و تاراج جاری رکھی اور صلاح الدین کی شکایات کا جواب اس نے نئے عہدوں کے توڑنے سے دیا"۔ اس کے بعد وہ جنگ کی کیفیت بیان کرتا ہے جو عیسائیوں نے سلطانی فوج سے کیا۔ یکم مئی ۱۱۸۷ء کو یہ لڑائی ہوئی اور تمام عیسائی فوج میں سے صرف تین شخص زندہ بچ کر واپس گئے۔ غرض یہ عیسائیوں ہی کی بدعہدی تھی جس نے سلطان کو پھر ہتھیار اُٹھانے پر مجبور کیا اور ۵۸۳ ھ ہجری کے محرم کی پہلی تاریخ کو سبت کے دن دمشق سے ایک بڑا لشکر لے کر نکلا سلطان کا ہمشیرہ زادہ حسام الدین محمد بن عمر اور سلطان کی ہمشیرہ حاجیوں کی جماعت کیساتھ آنے والے تھے۔ اور اس شریر ہنفری یا برنس ارناط والی کرک سے جو حجاج کے قافلے لوٹتا تھا خوف تھا کہ انکو تکلیف نہ پہنچے۔ اس واسطے سلطان بصرہ پر جا ٹھیرا۔ اور جب حجاج بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ تو ان سے ملاقات کر کے اور فارغ ہو کر کرک پر جا اُترا۔ اور پھر شوبک کو نکل گیا۔ اور اس نواح میں عیسائی طاقتوں کو کمزور کرتا ہوا ۱۷۔ ربیع الاول کو مقام عشترا پر جا پہنچا۔ یہاں ملک افضل اور مظفر الدین مع تمام عساکر کے اس کے ساتھ شامل ہوئے اور دوسرے علاقجات سے

جو فوجیں آئی تھیں وہ بھی اسی جگہ پہنچ گئیں۔ وسط ربیع الآخر میں افواج کو ترتیب دیکر اور ان پر عہدہ دار مقرر کر کے ایک جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں۔ جیسا کہ ہمیشہ اس کا دستور تھا اور فوج کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور دشمن سے نبرد آزمائی کے واسطے نکلا۔

عیسائیوں نے اس شکست سے جو انہوں نے سلطانی فوج سے کھائی تھی۔ ایک مفید سبق حاصل کر لیا تھا۔ بقول مجاہد کے اس فاش شکست نے عیسائیوں کی باہمی بے اتفاقی کو رفع کر دیا۔ بادشاہ اور ریمنڈ صاحب طرابلس باہم راضی ہو گئے۔ اور ریمنڈ کے یروشلیم آنے پر بادشاہ گوئی اس کو نہایت خلوص اور محبت سے ملا۔ اور مجمع عام میں دونو شاہزادے ایک دوسرے کے بغلگیر ہوئے۔ ضرورت اور خطرہ کے وقت عیسائی ہمیشہ متفق ہو جایا کرتے تھے۔ سلطان کی فوج کشی کی خبریں وہ سن چکے تھے۔ یروشلیم میں ایک عام جلسہ میں سب باتفاق شریک ہوئے صلیب کی لکڑی جو عیسائیوں کے درمیان جوش پیدا کرنے کا ایک یقینی ذریعہ تھی باہر نکال کر دکھائی گئی اور پھر اس کو صفوریہ کے میدان میں جہاں عیسائی فوجیں اکٹھی ہو رہی تھیں لے گئے۔ مجاہد کے بیان سے مطابق پچاس ہزار عیسائی فوج میدان صفوریہ میں خیمہ زن تھی۔ اور بعض اور روایات میں ترسیٹھ ہزار تک بیان کی گئی ہے۔

سلطان نے عیسائیوں کے اس اجتماع کی خبر سنکر اُدھر ہی کا رُخ کیا۔ اور بحیرہ طبریہ کے غربی پہاڑ پر ان کے قریب جا اُترا۔ سلطان منتظر تھا کہ عیسائی فوجیں اس کی آمد کی خبر پا کر جنگ کے واسطے نکلینگی مگر انہوں نے اپنے مقام سے حرکت نہ کی۔ اس پر سلطان نے اپنی فوج کے بڑے حصہ کو وہیں مقیم رہنے دیا۔ اور خود ایک حصہ فوج کے ساتھ طبریہ کی طرف چلا گیا۔ اور بڑی عجلت سے طبریہ کے قلعہ کو توڑ کر فتح کر لیا۔ طبریہ کی فتح کا حال جب عیسائیوں نے سنا۔ تو اُن میں تاب ضبط نہ رہی۔ اور طبریہ کو چھڑانے کے واسطے انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت کی۔ سلطان اسی انتظار میں تھا۔ عیسائی فوج کی حرکت کی خبر پا کر طبریہ سے ہٹ آیا اور دشمن کے مقابلہ پر آ کھڑا ہوا۔ سلطان نے اپنی فوج کو بولی (جبل طبریہ) کی بلندی پر اس طرح سے آراستہ کیا تھا کہ عیسائی فوج تینوں طرف سے گھر گئی۔ اور انہوں نے بالاتفاق یہ ارادہ کیا کہ مسلمانوں کی فوج کی صفوں کو چیر کر دریا کے کناروں تک اپنا راستہ کھول لیں۔ اس ارادہ سے عیسائی فوج نے بڑھنا شروع کیا اور مسلمانوں نے اطراف کی بلندی پر سے تیر برسانے شروع کئے۔ اور جب عیسائی فوج کچھ دور تک جا چکی تو سلطان بذات خود ایک حصہ فوج کو لے کر بلندی پر سے نیچے اُتر آیا۔ اور عیسائی فوج کا راستہ روک کر اس کے مقابلہ میں جم گیا۔ اور سواروں کی فوج کے ساتھ عیسائیوں پر پے در پے حملے کرنے شروع کئے ہر ایک حملہ میں عیسائی فوج کے پاؤں اکھڑ جاتے تھے۔ مگر صلیب کی لکڑی جو فوج کے آگے تھی ان کے جوشوں کو تازہ

کر کے پھر ہلا لیتی تھی۔ اور وہیں کٹ کر گر جاتے تھے۔ مسلمان سواروں کے حملوں کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ دشمن کی صفیں چیر پھاڑ کر نکل جاتے تھے۔ اور دور تک عیسائیوں کو موت کے پیغام پہنچا آتے تھے۔ بقول مجاہد کے فتح مسلمانوں کی طرف مائل ہو چکی۔ لیکن رات نے دونوں فوجوں کو اپنے تاریک پردوں کے نیچے چھپا لیا۔ اور فوجیں اسی طرح ہتھیار پہنے ہوئے جہاں تھیں صبح کے انتظار میں پڑ رہیں۔ ایسی قیامت کی رات میں آرام کس کو نصیب ہو سکتا تھا۔ سلطان تمام رات فوجوں کو جنگ کے واسطے برانگیختہ کرتا رہا۔ نہایت پُر جوش الفاظ میں ان کی ہمت اور حوصلوں کو بڑھانے کی کوشش کی تیر اندازوں میں چار چار سو تیر تقسیم کر کے ان کو ایسے مقامات پر متعین کیا کہ عیسائی فوج انکے احاطہ سے نہ نکل سکے عیسائیوں کی کیفیت کی نسبت مجاہد لکھتا ہے کہ "عیسائیوں نے تاریکی سے یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنی صفوں کو قریب قریب یکجا کر لیا۔ لیکن ان کی طاقت صرف ہو چکی تھی بعض وقت وہ ایک دوسرے کو موت کی پروانہ کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ اور بعض وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر خدا سے اپنی سلامتی کی دعائیں مانگتے تھے۔ کسی وقت وہ اُن مسلمانوں کو جو ان کے نزدیک تھے دھمکیاں دیتے تھے۔ اور اپنے خوف کو چھپانے کے واسطے تمام رات فوج میں ڈھول اور ترہیں بجاتے رہے۔ آخر کار صبح کی روشنی نمودار ہو گئی جو تمام عیسائی فوج کی بربادی کا ایک نشان تھی عیسائیوں نے جب صلاح الدین کی تمام فوج کو دیکھا۔ اور اپنے آپکو سب طرف سے گھرا ہوا پایا۔ تو خوف زدہ اور متعجب ہو گئے۔ دونوں فوجیں کچھ دیر تک ایک دوسرے کے سامنے اپنی اپنی صفوں میں آراستہ کھڑی رہیں صلاح الدین حملہ کا حکم دینے کے واسطے اُفق پر روشنی کے اچھی طرح نمودار ہو جانے کا انتظار کر رہا تھا جب صلاح الدین نے وہ مہلک لفظ پکار دیا۔ تو مسلمان سب طرف سے یکبارگی حملہ کر کے خوفناک آوازیں بلند کرتے ہوئے (جس سے اُس کی مراد نعرۂ اللہ اکبر سے ہے) ٹوٹ پڑے عیسائی فوج کچھ دیر تک توجان توڑ کر لڑی۔ مگر ان کی قسمتیں ان کے دنوں کو ختم کر چکی تھیں ان کی بائیں جانب کوہ حطین واقع تھا تلواروں اور نیزوں کے سایہ میں پناہ نہ دیکھ کر وہ حطین کی طرف بڑھے۔ کہ اسی کو اپنا پناہ گاہ بنالیں لیکن تعاقب کرنے والے مسلمان وہاں ان سے پہلے پہنچنے والے تھے اور یہی مقام اس عظیم اور مہیب خونریزی کی یادگار ہونے والا تھا صلیب کی لکڑی جو عکا کے پادری کے ہاتھ میں تھی پادری کے کٹ کر گر جانے پر لڑکے پادری نے سنبھالی۔ مگر وہ مع صلیب کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو گیا صلیب کو چھڑانے کی کوشش کرنا بقیہ عیسائی فوج کی موت کا باعث ہو گیا حطین کی زمین کُشتوں کے پُشتوں سے بھر گئی۔ خون کا دریا بہ نکلا۔ ایک روایت کے مطابق تیس ہزار عیسائی فوج کے خون سے زمین رنگی گئی۔ اور تیس ہزار ہی مسلمانوں کی قید میں آ گئے۔ مسلمانوں کی فوج کے نقصان کا کوئی صحیح اندازہ بیان

نہیں کیا گیا۔ مگر ایسی فتح آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی عیسائی نائٹ اور سوار سر سے پاؤں تک لوہے کی زرہوں وغیرہ میں ایسے ڈھپے ہوئے ہوتے تھے۔ کہ سوائے آنکھ کے ان کے جسم کا کوئی مقام ننگا نہیں ہوتا تھا۔ اور کوئی ہتھیار آسانی سے ان پر کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک مسلمان مورخ اس امر کو بطور ایک عجیب واقع کے بیان کرتا ہے۔ کہ عیسائی سوار سرتاپا لوہے سے ڈھپے ہوئے تھے۔ اور ان کے جسم پر نیزہ اور تلوار سے کوئی زخم کرنا مشکل ہوتا تھا۔ اس واسطے پہلے گھوڑے کو قتل کر کے سوار کو زمین پر گرانا پڑتا تھا اور پھر اس کو مارا جاتا تھا۔ اسی سبب سے تمام بیشمار مال غنیمت میں کوئی گھوڑا مسلمانوں کے ہاتھ نہ آیا عیسائی مقتولوں کے سخت ہیبتناک نظارے مورخوں نے بیان کئے ہیں۔ ان کی صفوں کی صفیں کٹی پڑی تھیں اور جدھر نظر جاتی تھی سوائے کٹے ہوئے سروں اور الگ کئے ہوئے اعضاء اور بے سر تنوں کے ڈھیروں اور پشتوں کے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اسی طرح عیسائی قیدیوں کی تعداد بھی عظیم تھی۔ ایک ایک رسی میں تیس تیس۔ چالیس چالیس عیسائی باندھ دیئے گئے۔ اور سو سو اور دو دو سو قیدیوں کو ایک ایک جگہ بند کیا گیا۔ جن پر ایک ہی مسلمان محافظ تھا۔ ایک شخص اپنا چشمدید واقع بیان کرتا ہے۔ کہ ایک مسلمان سپاہی اکیلا چالیس عیسائی قیدیوں کو خیمہ کی رسی سے باندھ کر ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا۔ دمشق میں تین دینار کو ایک ایک عیسائی قیدی فروخت ہوا۔ اور ایک سپاہی نے جس کے پاس جوتا نہ تھا اپنے حصہ کے ایک عیسائی قیدی کو ایک کفش دوز کے ہاتھ ایک جوتے کے بدلے فروخت کیا۔ مال غنیمت کی تقسیم سے ہر ایک غریب سپاہی بھی مالدار ہو گیا۔ غرض اس قسم کے حالات ہیں جو بیان کئے گئے ہیں جس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ حطین کی شکست نے عیسائیوں کی طاقت کو جڑ سے اکھیڑ دیا تھا۔ اور اس سے زیادہ ابتری اور تباہی کیا ہو سکتی ہے کہ عیسائیوں کی صلیب۔ عیسائیوں کا بادشاہ۔ ہر ایک عیسائی امیر اور نامور شخص مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو گیا تھا۔ امراء اور نامور والیان ملک عیسائیوں میں سے صرف ایک شخص ریمنڈ صاحب طرابلس جو فوج کے پچھلے حصہ کا متعین تھا میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگ سکا۔ مگر موت نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور طرابلس میں پہنچ کر دل شکنی سے یا ذات الجنب کی مرض سے مر گیا ۔

فتح کے بعد سلطان نے ایک دربار منعقد کیا۔ اور اس میں تمام شاہی قیدی اس کے سامنے پیش کئے گئے گوئی بادشاہ یوروشلیم اس کا بھائی جعفری۔ ریناللڈ یا ریجینالڈ ہمفری یا برنس ارناط صاحب کرک اور تمام نامور عیسائی قیدی حاضر کئے گئے سلطان نے بادشاہ کو اپنے پاس جگہ دی۔ اور باقی امراء کو بھی بٹھایا۔ اور بادشاہ گوئی سے جو ہیبت سلطانی سے کانپ رہا تھا۔ نرمی اور ملاطفت سے باتیں کیں۔ اور شربت پانی پینے کو منگوا کر دیا اس نے وہ پانی برنس ارناط والی کرک کو دینا چاہا۔ جس پر سلطان نے اس کو ٹوک دیا۔ کہ یہ پانی تم دیتے ہو

میں نہیں دیتا ہوں جس سے اس امر کی مراد یہ تھی۔ کہ سلطان سے وہ کوئی رعایت حاصل نہیں کر سکیگا۔ اسی ہنفری یا برنس ارناط نے بارہا سلطان سے عہدوں کو توڑا تھا عاجز اور بے پناہ حاجیوں و تجاروں کو لوٹا اور بیرحمی سے عورتوں اور بچوں کو قتل کیا تھا۔ حرمین شریفین پر حملہ کرنے کو گیا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت گستاخانہ اور ناشائستہ کلمات کہے تھے۔ جن کو سنکر سلطان نے قسم کھائی تھی کہ اس کو پکڑے گا تو اپنے ہاتھ سے قتل کریگا سلطان نے اس کو اس کی بدعہدیوں اور غداریوں کے واسطے ملامت کی اور اسی روز یا دوسرے روز شہر میں داخل ہونے کے بعد اپنے ہاتھ سے یا اپنے حکم سے قتل کروایا۔ اور بادشاہ گوئی اور امراء قیدیوں کو زیر حفاظت دمشق میں بھیجدیا ۔

یکشنبہ کی صبح کو سلطان طبریہ میں داخل ہوا۔ اور ریمنڈ صاحب طرابلس کی بیگم کو جو طبریہ میں تھی۔ امان دے کر اس کے خاوند کے پاس طرابلس کو بھیجدیا۔ اور اگلے روز قیدیوں میں جو قیدی طبقہ ٹمپلرس (دادیہ) اور ہاسپٹلرس (استباریہ) کے تھے اور جن کے شر و فساد و مسلمانوں کی سرزمین میں ہر وقت اور ہر زمانہ میں حملے کرنے سے سلطان ناراض تھا قتل کرنے کا حکم دیدیا اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کو بھی دمشق بھیجدیا۔ اور لکھ دیا تھا۔ کہ ان ہر دو فرقوں یا طبقوں کا جو نائٹ اسلام لے آوے اس کو چھوڑ دیا جاوے اور باقیوں کو قتل کر دیا جاوے ۔

آخر ربیع الآخر ۵۸۳ھ ہجری کے چارشنبہ کے روز سلطان نے عکا کی طرف کوچ کیا یہ مشہور بندرگاہ جو تاجروں اور سوداگروں سے بھرا ہوا تھا۔ اور جس نے بقول مورخ مجاوڈ کے پچھلے زمانہ میں مغرب کی نہایت طاقتور فوجوں کے حملوں کا تین برس تک مقابلہ کیا تھا۔ دو روز بھی سلطان کے مقابلہ میں نہ ٹھیر سکا۔ سلطان نے اہل شہر کو امان اور آزادی دی کہ اپنے سب قیمتی اسباب جو لیجا سکیں لے کر وہاں سے چلے جائیں جمعہ کے روز سلطان شہر میں داخل ہوا۔ اور قاضی فاضل بھی اس موقع پر مصر سے آگئے تھے اور سب سے پہلے نماز جمعہ ساحل کے علاقہ میں عکا میں پڑھی گئی۔ اس کے بعد نابلس۔ جیفا۔ قیصاریہ۔ صفوریہ۔ ناصرہ یکے بعد دیگرے بہت جلد بغیر کسی مزاحمت کے فتح کر لئے گئے اور اسی سلسلہ فتوحات میں تمام ساحل کو چند ہی ماہ میں سلطانی افواج نے مسخر کر لیا۔ ایک مورخ نے ان میں سے بعض مشہور مقامات کے نام بترتیب ذیل یکجا لکھدئے ہیں۔ طبریہ۔ عکا زیب۔ معلیا۔ اسکندرونہ۔ تبنین۔ ہونین۔ ناصرہ۔ عور۔ صفوریہ۔ فولہ۔ جنین۔ ارعین۔ دبوریہ۔ عفربلا۔ بیان۔ مبسطیہ۔ نابلس۔ لجون۔ اریحا۔ سنجل۔ بیرہ۔ یافا۔ ارسوف۔ قیصاریہ۔ حیفا۔ صرفند۔ صیدا۔ بیروت۔ قلعہ ابی الحسن۔ جبیل۔ بجدل یابا۔ جبل الجلیل۔ مجدل حباب۔ داردم۔ غزہ۔ عسقلان۔ تل صافیہ۔ تل احمر۔ اطرون۔ بیت جبریل۔ جبل الخلیل۔ بیت اللحم۔ لاب۔ رملہ۔ قریتیا۔ القدس۔ صوبا۔

ہرمز۔ سلع۔ عضرا۔ شقیف ؛

ان مقامات میں سے اکثر تو سلطان نے امن اور مصالحت کے ساتھ لے لیئے۔ ان کے باشندوں کو اپنا مال و اسباب لے کر امن سے چلے جانے کی اجازت دی۔ مصالح ملکی کے لحاظ سے سلطان اپنی نرمی اور ملاطفت کے سلوک میں غلطی کر رہا تھا۔ کہ وہ ان متفرق باشندوں اور ان کی پریشان طاقتوں کو یکجا جمع ہو جانے اور اس جمعیت سے ایک مضبوط طاقت پیدا کر لینے کا موقع دے رہا تھا اور اس خطرناک غلطی کا اس کو آخر خمیازہ اٹھانا پڑا۔ مگر کوئی اس قسم کا خیال اس کو اس وقت احسان اور مروت کرنے سے باز نہ رکھ سکا وہ تمام عیسائیوں کو امن و امان دینے اور صلح کے ساتھ اطاعت قبول کرانے کے واسطے تیار رہا بعض مقامات کے لوگ اس سے مقابلہ کرنے پر تیار ہوئے۔ مگر ان کو بھی امان دینے کے واسطے جب وہ امان مانگیں وہ ہر وقت آمادہ و تیار تھا مثلاً عسقلان کے لوگوں نے جو ایک نہایت مضبوط اور ساتھ ہی نہایت مفید مقام تھا۔ کیونکہ مصر کے ساتھ براہ راست آمد و رفت کے تعلقات قائم کرنے کا ایک محفوظ اور کار آمد ذریعہ تھا۔ مقابلہ کیا۔ اور جب سلطانی فوج نے قلعہ کو توڑ کر شگاف کر ڈالا۔ اور سلطان نے باشندوں کو اس وقت بھی امن قبول کرنے کے واسطے کہا۔ تو انہوں نے انکار کیا۔ اور مقابلہ کے ارادہ کو نہ چھوڑا لیکن گوئی بادشاہ یوروشلیم نے جو سلطان کی قید میں سلطان کے ہمراہ تھا۔ اہل عسقلان کو سمجھایا۔ کہ تم اپنے بچاؤ کی بیفائدہ کوشش میں اپنے اہل و عیال کی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو۔ اس پر انہوں نے سلطان کے پاس آکر صلح اور امن کی درخواست کی اور سلطان نے بقول مچاڈ کے ان کی شجاعت کی داد دینے میں جو شرائط انہوں نے پیش کیں منظور کر لیں اور اپنے بادشاہ کی نسبت ان کی محبت کے خیالات سے متاثر ہو کر بادشاہ کو ایک سال کے اختتام پر آزاد کر دینے کے لئے رضامند ہو گیا ؛

سلطان کو ان تمام مفتوحہ مقامات سے کثیر التعداد مسلمان قیدیوں کے آزاد کرنے کا موقع ملا۔ ایک شہر کی فتح کرنے کے بعد جو کام سب سے پہلے سلطان کرتا تھا۔ وہ قیدیوں کی زنجیریں توڑنا اور ان کو آزاد کرنا۔ اور کچھ مال و متاع دے کر رخصت کر دینا ہوتا تھا۔ اس سال میں سلطان نے دس ہزار سے زیادہ مسلمان قیدی آزاد کئے۔ جو مختلف مقامات میں عیسائیوں کی قید میں تھے ؛

فتح بیت المقدس

ساحل کے تمام ملک کے فتح ہو جانے پر صرف صور اور بیت المقدس عیسائیوں کے ہاتھ میں اور قابل فتح رہ گئے

تھے۔ اور یہ سب کچھ بیت المقدس کے واسطے تھا۔ جو کیا گیا تھا۔ یہ وہ نورالدین مرحوم کی عمر بھر کی آرزو تھی جسکے پورا نہ ہونے پر سلطان نے اس کو اپنی زندگی کا مقصد اور تمنا قرار دیا تھا۔ اور اسی ایک بڑے مدعا کو پیش نظر رکھکر اپنے تمام کاموں کی علت ٹھیرایا تھا۔ اسی غرض سے اُس نے اسلامی حکومتوں کی منتشر طاقتوں اور پریشان اجزاء کو جمع کر کے ایک متحد طاقت بنانے کے واسطے ایک عرصہ دراز تک لگاتار اور سر توڑ کوششیں کی تھیں۔ اور یہی دن تھے جن کا انتظار اُس نے ایسے صبر اور تحمل کے ساتھ کیا تھا اور جن کے وہ اب اس قدر قریب پہنچ گیا تھا +

فتح عسقلان کے بعد سُلطان نے تمام اسلامی لشکروں کو جو اطراف و جوانب میں منتشر ہوئے ہوئے تھے۔ بیت المقدس کی طرف کوچ کرنے کے واسطے جمع کیا۔ اور علماء اور فضلاء اور ہر فن اور علم کے اہل کمال کو جو اس عرصہ میں سلطان کی کامیابی کی خبریں سُن کر مختلف ممالک و دیار سے اس کے پاس جمع ہوگئے تھے ساتھ لیا اور خداوند پاک سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے ہوئے اس مقدس گھر کی طرف راہی ہوئے۔ بیت المقدس کے قریب پہنچنے پر جب عیسائیوں کی فوج کے ایک دستہ سے اسلامی لشکر کی ایک آگے بڑھی ہوئی جماعت سے مٹ بھیڑ ہوگئی۔ تو سلطان نے تمام ارکانِ دولت اور بہادرانِ اہل شجاعت اور شاہزادگانِ والاتبت اور برادرانِ عالی ہمت اور تمام امراء اور مصاحبین اور اہل لشکر سے ایک دربار مرتب کیا۔ اور ان سب سے صلاح و مشورہ لیا۔ اور خاتمہ پر ان سب کو خطاب کر کے ایک پُر اثر تقریر کی اور کہا کہ :۔

"اگر خداوند تعالیٰ کی مدد سے ہم نے دشمنوں کو بیت المقدس سے نکال دیا۔ تو ہم کیسے سعادتمند ہونگے۔ اور جب وہ ہمیں توفیق بخشیگا۔ تو ہم کتنی بڑی بھاری نعمت کے مالک ہو جائینگے بیت المقدس اکیانوے برس سے کفار کے قبضہ میں ہے اور اس تمام عرصہ میں اس مقدس مقام پر کفر اور شرک ہوتا رہا ہے۔ اور ایک دن بلکہ ایک لمحہ بھی خدائے واحد کی عبادت نہیں ہوئی۔ اتنی مدت تک مسلمان بادشاہوں کی ہمتیں اس کی فتح سے قاصر رہی ہیں۔ اور اتنا زمانہ اس پر فرنگیوں کے قبضہ کا گذر گیا ہے بس خداوند تعالیٰ نے اس فتح کی فضیلت آل ایوب کے واسطے رکھی ہوئی تھی۔ کہ مسلمانوں کو انکے ساتھ جمع کرے۔ اور اِن کے دلوں کو ہماری فتح سے رضامند کرے۔ بیت المقدس کی فتح کے واسطے ہم کو دل اور جان سے کوشش کرنی چاہیئے۔ اور بے حد سعی اور سرگرمی دکھانی چاہیئے بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ جس کی بنا تقوے پر ہے جو انبیاء اور اولیاء کا مقام اور پرہیزگاروں اور نکوکاروں کا معبد اور زمین کے ابدال اور آسمان کے فرشتوں کا زیارت گاہ ہے۔ غضب کی بات ہے کہ وہاں کفار کا قبضہ ہے۔ کافروں نے اس کو اپنا تیرتھ بنا رکھا ہے۔ افسوس۔ اسی مقام سے مخلوق کی حشر و نشر

ہو گی۔ خدا کے پیارے بندے جوق در جوق اس کی زیارت کو آتے ہیں۔ اس میں وہ بزرگ پتھر ہے
جس پر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج پر جانے کا نہاج بطور یادگار رہا ہوا ہے جس پر ایک
بلند قبہ تاج کی مانند تیار کیا ہوا ہے۔ جہاں سے بجلی کی تیزی کے ساتھ براق برق رفتار پر حضرت
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر آسمان پر تشریف لیگئے۔ اور اس رات نے سراج الاولیاء سے وہ
روشنی حاصل کی جس سے تمام جہان منور ہو گیا۔ اس کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام
باب الرحمۃ ہے جس میں داخل ہونے والا داخل بہشت ہو گا۔ اس میں حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام کا
تخت اور حضرت داؤد علیہ السلام کا محراب ہے۔ اس میں چشمہ سلوان ہے جس کے دیکھنے والے کو حوض کوثر یاد
آجاتا ہے یہ بیت المقدس مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے۔ اور دو مبارک گھروں سے دوسرا اور دو حرمین شریفین سے
تیسرا ہے۔ وہ ان تین مسجدوں میں سے ایک مسجد ہے۔ جن کے بارہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ ان کی طرف سفر کیا جاوے۔ اور لوگ ارادتمندی سے وہاں جائیں۔ کچھ عجیب نہیں کہ خداوند تعالیٰ وہ پاک
مقام مسلمانوں کے ہاتھ میں دیدے کہ اس کا ذکر اس نے کلام پاک میں حضرت اشرف الانبیاء کے ساتھ
مفصل بیان فرمایا ہے۔ سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد
الاقصیٰ۔ اس کے فضائل اور مناقب بیشمار ہیں۔ اسی سے رسول خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا
معراج ہوا۔ اس کی زمین پاک اور مقدس کہلائی۔ کس قدر پیغمبروں نے یہاں عمریں گذاریں اولیاء اور شہداء
اور علماء اور فضلاء اور صلحاء کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ یہ برکتوں کا سرچشمہ اور خوشیوں کا پرورش گاہ ہے یہ
مبارک صخرہ شریفہ اور قدیم قبلہ ہے جس میں خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ تشریف لائے۔ اور آسمانی برکتوں کا
نزول متواتر اس مقام پر ہوا۔ اس کے پاس رسول مقبول صلے اللہ وسلم نے تمام پیغمبروں کی امامت کی حضرت
روح الامین ہمراہ تھے۔ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں سے علی اعلیین کو صعود فرمایا اسی میں حضرت
مریم علیہ السلام کا وہ محراب ہے جس کے حق میں پروردگار عالمین فرماتا ہے کلما دخل علیہا
ذکریا المحراب وجد عندھا رزقا۔ خدا کے نیک بندے اس میں تمام دن عبادت کرتے اور
راتوں بیدار رہتے ہیں۔ یہ وہی مسجد ہے جسکی بناء حضرت داؤد علیہ السلام نے ڈالی اور حضرت سلیمان علیہ السلام
اس کی حفاظت کی وصیت کر گئے۔ اس سے بڑھ کر اس کی بزرگی کی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ پروردگار نے
اس کی تعریف کو سبحان الذی سے شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال سعی سے اس کو
فتح کیا تھا۔ کیونکہ اس کی تعریف میں خدا تبارک و تعالیٰ نے ایک بزرگ سورہ کو شروع کیا اور قرآن کا نصف
بھی وہیں سے شروع ہوتا ہے۔ پس یہ مقام کیا ہی بزرگ اور عالیشان ہے اور یہ مسجد کیسی عالی قدر اور اکرم ہے

جس کا وصف بیان نہیں ہو سکتا۔ باری تعالےٰ اس کے علوشان کو اس طرح بیان فرماتا ہے الذی بارکنا حولہ یعنی یہ وہ مقام ہے جس کے ارد گرد کو ہم نے برکت بخشی۔ اور اپنی کمال قدرت کے آیات اپنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر دکھائے۔ اسی مقام کے فضائل ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم سے سُنے ہیں۔ جو بذریعہ روایت ہم تک پہنچے ہیں۔ غرض سلطان نے ایک ایسی موثر اور دلکش تقریر کی کہ سامعین بیقرار ہو کر رونے لگ گئے۔ اور خاتمہ تقریر پر سلطان نے خداوند تعالیٰ کی قسم کھائی کہ جبتک بیت المقدس پر اسلام کے جھنڈے نصب نہ کروں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی پیروی نہ کروں اور صخرہ مبارک پر قابض نہ ہو جاؤں۔ اپنی کوشش کے پاؤں کو نہ ہٹاؤں گا۔ اور اس قسم کے پورا کرنے تک لڑونگا ع

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن در آید

۱۵۔ رجب ۵۸۳ھ ہجری کو سلطان بیت المقدس کے مغرب کی طرف جا اُترا اور محصور عیسائیوں کو کہا کہ بغیر خونریزی اور کشت و خون کے جس کو وہ ایک ایسے مقدس مقام میں پسند نہیں کرتا تھا۔ اطاعت قبول کرلیں۔ لیکن جب اُنہوں نے اس کے جواب میں متمردانہ انکار پیش کیا۔ تو سلطان حملہ کر کے اور نقب لگا کر اس کو فتح کرنے کی تدابیر کرنے لگا ؎

مسلمان اور عیسائی مورخ اس امر میں متفق ہیں کہ یوروشلیم میں اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ متنفس موجود تھے جن میں بقول ایک مسلمان مورخ کے ساٹھ ہزار عیسائی جنگ کرنے کے لائق تھے شکست حطین کے بعد کوئی عیسائی امیر یا سردار سوائے بطریق یوروشلیم کے وہاں نہ رہا تھا۔ بالیان ایک عیسائی سردار بھی حطین کی شکست سے بھاگ کر صور میں جا کر پناہ گزین ہوا تھا وہاں سے (بقول مورخ آرچر) اس نے سلطان سے اجازت مانگی کہ اُس کو اپنی بیوی اور بچے یوروشلیم میں پہنچا دینے کے لئے وہاں ایک دن کے لئے جانے دیا جائے اور پختہ اقرار کیا کہ اگر اجازت دیدی گئی تو ایک شب سے زیادہ وہاں نہ ٹھیرے گا سلطان نے ازراہ اخلاق و مروت اس کو اجازت مطلوبہ دیدی لیکن جب یوروشلیم میں پہنچ گیا۔ تو لوگوں نے اسے وہیں رہجانے کی ترغیب دی۔ اور بطریق ہرِیکلی اس نے بھی فتوے دیدیا۔ کہ اس اقرار کا پورا کرنا بمقابلہ اس کو توڑنے کے بڑا گناہ ہوگا۔ چنانچہ وہ بدعہدی کر کے وہاں رہنے کو رضامند ہو گیا اور اس طرح ایک عیسائی سردار یوروشلیم میں موجود ہو گیا۔ بطریق اور دوسرے سرگرم عیسائیوں نے موجودہ عیسائیوں کے درمیان جوش اور سرگرمی پیدا کرنے کی ہر ایک تدبیر کی۔ ان کے درمیان نہایت پُرجوش تقریریں کیں۔ ان کی ہمت اور دلیری کو بڑھایا اور شہر کی حفاظت کرنے پر آمادہ کیا ؎

سلطان پانچ روز تک شہر کی جانب غرب ٹھیرا رہا۔ اور افواج کی تقسیم و تعین کرتا رہا۔ جمعہ کے دن

۲۰۔ رجب کو خود شمالی جانب ٹھیرا۔ اور اس جانب سے فصیل کو نقب لگانی شروع کی منا جیق نصب کر دیئے اور لڑائی شروع ہوگئی۔ ایک روز مسلمانوں نے سخت حملہ کیا اور امیر عزالدین عیلے جیسے بہادر کی قیمتی جان نکر اپنی جانوں پر کھیل گئے۔ اور عیسائی فوج کو سخت حملہ سے چیرتے پھاڑتے اور پریشان کرکے فصیل تک پہنچ گئے خندق کو پُر کر دیا۔ اور فصیل کو نقب لگا کر گرا دیا عیسائی فوج میں مسلمانوں کی اس بے دھڑک دلیری اور حیرتناک کامیابی سے ابتری اور بیدلی پھیل گئی۔ اور سوائے امان طلب کرنیکے کوئی چارہ نہ دیکھا معززین عیسائی جمع ہو کر سلطان کے پاس امان طلب کرنے کی غرض سے آئے۔ اور آخرکار سلطان نے اس شرط پر امان دیدی کہ عیسائی باشندوں میں سے تمام مرد فی کس دس دینار اور عورتیں فی کس پانچ دینار اور بچے فی کس دو دینار جزیہ دیکیں اپنا ضروری اسباب اور جانیں لے کر شہر سے چلے جائیں۔ اور جو اس فدیہ یعنی زر معافی کو ادا نہ کرسکیں بطور غلاموں کے مسلمانوں کے قبضہ میں رہینگے۔ عیسائی اس شرط پر رضامند ہو گئے۔ اور بالیان بن بارزان اور بطریق اعظم اور داویہ ٹمپلرس اور استبیاریہ اسپٹلرس کے رئیس اس رقم کے ادا کرنے کے ضامن ہوئے۔ بالیان نے تیس ہزار دینار مفلس لوگوں کے واسطے ادا کئے۔ اور اس جزیہ کے ادا کرنے والے تمام لوگ امن کے ساتھ شہر سے نکل گئے۔ ایک بہت بڑی تعداد لوگوں کی بغیر جزیہ ادا کرنے کے ہر ایک ممکن ذریعہ سے یعنی دیواروں سے لٹک کر اور طریقوں سے نکل گئی اور باقیوں کی نسبت بھی جو جزیہ ادا نہیں کر سکتے تھے سلطان نے ایسی فیاضی روا رکھی جس کی نظیر دنیا میں بہت کم ملیگی۔ ملک عادل کی درخواست پر اور اپنے بیٹوں اور عزیزوں کی درخواستوں پر بیشمار لوگ جو جزیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ آزاد کر دیئے۔ پھر بالیان اور بطریق کی درخواست پر بھی ایک بڑی جماعت کو آزادی دی۔ اور سب کے بعد ایک بڑی جماعت اپنے نام پر چھوڑ دی۔ عیسائی ملکہ کو مع اپنی تمام دولت اور بیشمار مال و اسباب اور زر و جواہر کے اپنے ملازموں اور متعلقین سمیت اپنے خاوند کے پاس جانے کی اجازت دی۔ اور کسی شخص سے خواہ وہ کتنی ہی دولت اور مال لے کر نکلا۔ سوائے اس جزیہ کی معین رقم کے کچھ زیادہ طلب یا وصول کرنے کی کسی ایک مسلمان نے پرواہ نہیں کی سلطان کا یہ سلوک جو اس نے عیسائیوں کے ساتھ کیا اسلامی فیاضی اور رحم اور احسان اور سلوک کی ایک ایسی مثال ہے۔ جس پر خونخوار اور درندہ خصلت عیسائی دنیا کو اسلام اور مسلمانوں پر خونریزی کے الزام لگانے اور اسلام کو خونریزی کا مترادف قرار دینے کے بجائے اس کے روبرو شرمندہ ہونا چاہیئے۔ یہی شام کی سرزمین اور وہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ کے واقعات جو دونوں قوموں سے دنیا نے دیکھے اس امر کا فیصلہ کرنے کے واسطے کافی ہیں عیسائیوں نے فتح بیت المقدس کے وقت جس خونریزی کو روا رکھا۔ اور جو ظلم اور ستم بے گناہ مسلمانوں پر کیا۔ اور جو بے انتہا اور بے حساب خون

مرد عورتوں اور بچوں کا گرایا۔ وہ تاریخ کے صفحوں سے پونچھ نہیں ڈالا گیا۔ گاڈفری اور ریمنڈ وغیرہ فاتحین بیت المقدس نے جو خط اس وقت پوپ کو فتح بیت المقدس کی نسبت لکھا تھا۔ اس میں فتح کی خبر لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ "اگر تم معلوم کرنا چاہتے ہو کہ ہم نے اُن دشمنوں کے ساتھ جن کو ہم نے شہر میں پایا کیا کیا۔ تو تم کو بتایا جاتا ہے کہ رواق سلیمان اور گرجا میں ہمارے گھوڑے گھٹنوں تک مسلمانوں کے ناپاک خون میں چلتے رہے"۔ (مچاڈ جلد سوم ضمیمہ صفحہ ۳۶۲) اسی خونریزی کو کسی قدر زیادہ تفصیل سے بیان کرنے کے واسطے فرانسیسی مورخ کے الفاظ جو ہم نے دیباچہ میں نقل کئے ہیں۔ دوہرائے جا سکتے ہیں کہ "اس امر کی اُمید کی جا سکتی تھی کہ یہ یادگار واقع (فتح بیت المقدس) ان (عیسائیوں) کے دلوں میں رحم کے خیالات پیدا کر دیتا لیکن مسلمانوں کی دھمکیوں اور عرصہ دراز کی دلازاریوں سے جوش کھا کر اور ان مصائب سے جو انہوں نے شہر کا محاصرہ کرنے کے زمانہ میں اُٹھائی تھیں اور اس مقابلہ سے جو مسلمانوں نے شہر میں بھی کیا تھا غضبناک ہو کر اُنہوں نے یوروشلیم کے اس شہر کو جس کو وہ آزاد کرنے کے لئے آئے تھے۔ جس کو وہ اپنا آیندہ ملک خیال کرتے تھے۔ خون اور ماتم سے بھر دیا۔ خونریزی بہت جلد عام ہو گئی۔ کیونکہ وہ تمام لوگ جو گاڈفری اور ٹینکرڈ کی تلواروں سے بچے پادریوں کے ہاتھ میں پڑ گئے۔ جو ویسے ہی خون کے پیاسے تھے مسلمانوں کا بازاروں اور گھروں میں قتل عام کیا گیا۔ یوروشلیم میں مفتوحین کے واسطے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ بعضوں نے اپنے آپ کو فصیلوں پر سے گرا کر موت سے بچنے کی کوشش کی اور دوسرے محلوں میں برجوں میں اور خاص کر مسجدوں میں گروہ در گروہ جمع ہو گئے لیکن کہیں بھی وہ عیسائیوں کے تعاقب سے نہ بچے۔ جب عیسائیوں نے مسجد عمرؓ پر قبضہ کر لیا جس میں مسلمانوں نے تھوڑی دیر کے واسطے اپنے آپ کو بچایا تھا۔ تو خونریزی کے نظاروں کا ایک ہیبتناک تکرار شروع ہوا۔ جو ٹیٹس کی فتح بیت المقدس کے وقت عمل میں آئے تھے۔ (اس واقع کی طرف دیباچہ میں اشارہ کیا جا چکا ہے) سوار اور پیادے مفتوحین کے ساتھ کھچا کھچ مسجد میں گھس کر بے تحاشہ گئے اس ہیبتناک شور و غل کے درمیان آہوں چیخوں اور موت کی فریادوں کے سوائے کچھ سُنائی نہیں پڑتا تھا۔ فاتحین بھاگنے کی کوشش کرنے والوں کے تعاقب میں لاشوں کے ڈھیروں کو گھوڑوں کے سموں سے لتاڑ رہے تھے ریمنڈ ڈی ایگائیلس اپنی چشم دید کیفیت بیان کرتا ہے کہ گنبد کے نیچے اور مسجد کے صحن میں گھوڑوں کے گھٹنوں اور لگاموں تک خون بھر کر اُٹھ آیا تھا۔ اس ہولناک واقع کو جو ایک ہی مقام میں دو دفعہ ہوا۔ اچھی طرح بیان کرنے کے واسطے مورخ جوسفس کے الفاظ لکھنے کافی ہونگے کہ مقتولین کی تعداد ان سپاہیوں سے بہت ہی زیادہ تھی جنہوں نے انکو اپنے بدلہ کا شکار بنایا تھا۔ اور یردن کے قریب کے پہاڑ اُن چیخوں سے جو گرجا سے نکل رہی تھیں گونج رہے تھے"۔

(مچاڈ جلد اوّل صفحہ ۲۲۰)

فرانسیسی مورخ کا عیسائیوں کی خونریزی کے واسطے یہ ضعیف عذر پیش کرنا کہ مسلمانوں نے انکو دھمکیاں دی تھیں ایک ایسا بودا اور بدصورت عذر ہے کہ ایک لمحہ سے زیادہ سامنے نہیں ٹھیر سکتا وہ بھول گیا ہے کہ یہی دھمکیاں بیت المقدس کے عیسائیوں نے صلاح الدین کو دی تھیں۔ اور اس کے بیت المقدس داخل ہونے سے ایک ہی روز پہلے کہا تھا کہ ہم پانچ ہزار مسلمان قیدیوں کو جو ہمارے پاس ہیں مار ڈالینگے۔ گھروں کو آگ لگا دینگے۔ قلعوں کو ویران کر دینگے صخرہ شریفہ کو اکھیڑ کر لے جائینگے صخرہ کا قبہ گرا دینگے۔ چشمہ سلوان کو نیست و نابود کر دینگے سب عمارات اور خوبصورت مکانات گرا کر خاک میں ملا دینگے۔ اپنے مال و مویشی سب ہلاک کر دینگے۔ اور تمہارے لئے کچھ نہ چھوڑینگے وغیرہ۔ اب ہی یہ بات کہ عیسائیوں کو محاصرہ میں تکلیفیں اٹھانا پڑی تھیں صلاح الدین سے بہت کم۔ جس نے پہلے ہی روز سے عیسائیوں سے جہاد اور مسلمانوں سے لڑائی اور جنگ صرف فتح بیت المقدس کے واسطے شروع کیا تھا۔ اور دس پندرہ برس کی مسلسل مصیبتوں اور متواتر قربانیوں کے بعد اپنے اس مدعا کا کامیاب ہوا تھا +

مسلمانوں نے فتح بیت المقدس میں اور ہر ایک شہر میں جو انہوں نے یکے بعد دیگرے عیسائیوں سے فتح کیا اور جن کی تعداد سینکڑوں سے کم نہ تھی۔ جن شرائط پر عیسائیوں کو امان دی ان سے ایک لمحہ کے واسطے انحراف نہیں کیا۔ اور کسی ایک عیسائی سے بھی اس کے مال و دولت کو لے جانے اور تمامتر آزادی سے ان شرائط امن سے فائدہ اُٹھانے دینے پر اعتراض نہیں کیا۔ حالانکہ عیسائیوں نے چند مواقع پر مسلمانوں کے شہر و نکو امان سے فتح کیا ہے تو ایک دفعہ بھی شرائط امن کو پورا نہیں کیا۔ جب مسلمان شہروں سے اپنا مال و اسباب لیکر نکلے ہیں تو عیسائیوں نے ان پر حملہ کر دیا ہے اور اسی فرانسیسی مورخ کو اپنے صفحوں میں ان تاریخی واقعات کو لکھنا پڑا ہے اور کتنی دفعہ یہ الفاظ لکھنے پڑے ہیں کہ عیسائی مال و دولت کو دیکھ کر رہ نہ سکے۔ اور بادشاہ ان کو ایسی حرکت سے روکنے اور سزا دینے پر قادر نہ تھا۔ اس قسم کی وعدہ خلافیوں اور غداریوں سے جو عیسائی بادشاہ سے لیکر ہر ایک عام عیسائی تک نے بیسیوں دفعہ اور ہر دفعہ کیں۔ عیسائی مورخوں کی تاریخوں کے صفحے پُر ہیں۔ اور کروسیڈ کی تاریخوں سے اس قسم کے بیشمار واقعات جمع کئے جا سکتے ہیں۔ ہم نے بعض واقعات کا ان مواقع پر بیان کیا ہے اور اس سے زیادہ بیان کرنے کی کوشش کرنا اس وقت بیفائدہ ہے۔ فتح بیت المقدس اور سلطان کے عیسائیوں کے ساتھ سلوک کی نسبت ایک مختصر کیفیت فرانسیسی مورخ اور ایک انگریزی مورخ کی۔ تاریخوں سے انہیں کے الفاظ میں نقل کر دینا اس جگہ بیجا نہ ہوگا +

فرانسیسی مورخ صلاح الدین کے یورشلیم پہنچنے اور اسی جگہ خیمہ لگانے کا جہاں گاڈفری ٹینکرڈ اور رہود رابرٹس (ابتدائی عیسائی فاتحین) نے خیمے لگائے تھے۔ ذکر کر کے اور بعد ازاں عیسائیوں کے مسلمانوں سے

مقابلے کرنے اور ان پر حملہ کرنے اور لڑائیاں لڑنے۔ مگر آخر کار ناکامیاب ہونے اور دوسرے حالات محاصرہ و جنگ بیان کرنے کے بعد۔ اس مقام پر پہنچ کر جہاں عیسائیوں نے سلطان سے امان طلب کی اور بعض شرائط پر شہر اس کے سپرد کر دینا چاہا۔ لکھتا ہے کہ " ایک دن جب کہ عیسائیوں کے نائب اس (سلطان) سے امان دینے کی شرائط قبول کر لینے کے واسطے بہت سخت منت و سماجت کر رہے تھے۔ اس (سلطان) نے شہر کی طرف رخ کیا۔ اور اپنے جھنڈوں کی طرف جو شہر پناہ پر اڑ رہے تھے اشارہ کر کے کہا کہ تم اس شہر کی نسبت جس کو ہم فتح کر چکے ہیں منظوری کے واسطے کیونکر یہ شرائط پیش کر سکتے ہو۔ مگر مسلمان ہٹا دیئے گئے تھے اور بلیٹو نام شخص اپنے عیسائیوں کی اس کامیابی سے برانگیختہ ہو کر سلطان کو کہا۔ کہ تم دیکھتے ہو۔ کہ یوروشلیم اپنے محافظوں کے بغیر نہیں ہے۔ اگر ہم تم سے کوئی رحم حاصل نہ کر سکینگے۔ تو ہم ایک خطرناک ارادہ کر لینگے اور ہماری مایوسی کے نتائج تم کو خوف زدہ کر دینگے۔ یہ معابد اور محلات جن کے فتح کرنیکے تم خواہشمند ہو۔ بالکل برباد کر دیئے جائینگے تمام مال دولت جو مسلمانوں کے ہوس حرص کو مشتعل کرتی ہے۔ آگ کا شکار ہو جائیگی ہم عمر رض کی مسجد کو ویران کر دینگے اور یعقوب کا مخفی حکمتوں والا پتھر جس کی تم پرستش کرتے ہو توڑ ڈالا جاویگا اور پیس کر سرمہ کر دیا جاویگا۔ یوروشلیم میں پانچ ہزار مسلمان قیدی ہیں وہ سب تلوار سے ذبح کر دیئے جائینگے ہم اپنے ہاتھوں سے اپنی عورتوں اور بچوں کو مار ڈالینگے۔ اور اس طرح انکو تمہارا غلام بننے کی شرم سے بچا لینگے۔ جب بیت المقدس کو ہم بربادی کا ایک ڈھیر اور ایک بڑی قبر بنا دینگے تو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی ناراض روحوں کو ساتھ لے کر اور تلوار اور آگ سے مسلح ہو کر باہر نکلینگے۔ اور ہم میں سے کوئی بہشت میں نہ جائیگا۔ جب تک دس مسلمانوں کو دوزخ میں نہ بھیجدیگا۔ اس طرح ہم ایک عالیشان موت مرینگے۔ اور یوروشلیم کے خدا کی لعنتیں تمہارے سر پر چھوڑ کر مرینگے۔ (عیسائیوں کی یہ بڑی نرم دھمکی تھی جو فرانسیسی مورخ کو یاد ہی نہیں رہی۔ مولف) اس پر جوش تقریر نے سلطان کو خائف کر دیا۔ اور اس نے عیسائی نائبوں کو پھر اگلے روز آنے کے واسطے کہا۔ اس نے اپنے علما سے مشورہ کیا۔ جنہوں نے یہ رائے دی کہ وہ بغیر اپنی قسم کو توڑنے کے محصورین کو ان کی تجویز کی ہوئی امان دیسکتا ہے اگلے روز سلطان کے خیمہ میں شرائط نامہ پر دستخط ہو گئے۔ اور اس طرح یوروشلیم اٹھاسی برس عیسائیوں کے زیر تحت رہکر پھر مسلمانوں (جن کو وہ کافر کہتا ہے) کے قبضہ میں آ گیا۔ لاطینی مورخوں نے بیان کیا ہے کہ کروسیڈ جمعہ کے دن شہر میں داخل ہوئے اور اسی گھنٹہ میں جس میں مسیح نے نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ ہونیکے واسطے موت برداشت کی تھی مسلمانوں نے شہر کو پھر جمعہ کے دن ہی لیا۔ اور وہ سالانہ جمعہ جس میں انکے مذہب کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم یوروشلیم سے آسمان کی طرف روانہ ہوئے (اس سے مراد معراج کا دن ہے)

اس واقعہ نے جس سے ممکن ہے کہ صلاح الدین کو امان بخشنے کے اقرار نامہ پر دستخط کرنے کی ترغیب ہی ہو مسلمانوں کے درمیان اس کی اس نئی فتح کو بہت عظیم اور عالیشان بنا دیا اور اسپر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات کا باعث خیال کیا گیا"۔

"امان نامہ پر دستخط ہو جانے کے بعد تمام جنگ کرنیوالے لوگوں کو جو یوروشلیم میں تھے صور یا طرابلس کو چلے جانے کی اجازت مل گئی فاتح نے باشندوں کو اُن کی جانیں بخشیں اور اُن کو اپنی آزادی خریدنیکی اجازت دیدی۔ تمام عیسائیوں کو باستثنائے یونانیوں اور شامی عیسائیوں کے چار دن تک یوروشلیم سے چلے جانیکا حکم دیا گیا (شامی اور یونانی عیسائیوں کے ساتھ قطعاً رعایت کیگئی۔ اور انکو ہر ایک آزادی دی گئی۔ یہ سلطان کا ایک اور احسان تھا مولف) زر مخلصی رقم یہ کی شرح دس دینار ہر ایک مرد کے واسطے پانچ عورت اور دو دینار بچے کے واسطے مقرر کئے گئے اور جو اپنی آزادی خرید نہ سکے غلام رہنے کو تھے۔ ان شرائط پر عیسائیوں نے پہلے بہت خوشی منائی۔ لیکن جب وہ دن قریب پہنچا۔ جس پر انہوں نے یوروشلیم سے رخصت ہونا تھا بیت المقدس کو چھوڑنے کے سخت رنج اور غم کے سوائے انکو کچھ نہیں سوجھتا تھا۔ اُنہوں نے مسیح کی قبر کو اپنے آنسوؤں سے تر کردیا۔ اور متاسف تھے کہ وہ کیوں اس کی حفاظت کرنے میں نہ مر گئے۔ انہوں نے کالوری اور گرجاؤں کو جن کو وہ پھر نہیں دیکھنے والے تھے۔ روتے اور چلاتے ہوئے جا کر دیکھا۔ بازوؤں میں ایک دوسرے کو گلے لگایا۔ اور اپنے مہلک اختلافات پر آنسو بہائے اور غم کیا۔۔۔۔۔

آخر کار وہ مہلک دن آگیا جب کہ عیسائیوں کو یوروشلیم چھوڑنا تھا۔ ڈیوڈ کے دروازے کے سوائے جس میں سے لوگوں کو باہر گذرنا تھا۔ اور سب دروازے بند کردیئے گئے۔ صلاح الدین ایک تخت پر بیٹھا ہوا عیسائیوں کو باہر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ سب سے پہلے بطریق بہ معیت پادریاں آیا جنہوں نے مقدس ظروف (یا تصویریں وغیرہ) مسیح کی مقدس قبر کے گرجا کے زیورات یا اسباب زیبائش اور وہ خزانے اُٹھائے ہوئے تھے جن کی نسبت ایک عرب مورخ لکھتا ہے کہ خدا ہی ان کی قیمت کو جانتا تھا۔ ان کے بعد یوروشلیم کی ملکہ نوابوں (بیرنس) اور سواروں (نائیٹس) کے ہمراہ آئی۔ ملکہ کے ہمراہ ایک بہت بڑی تعداد عورتوں کی تھی۔ جنہوں نے گودوں میں اپنے بچے اُٹھائے ہوئے تھے اور بہت دردناک چیخیں مار رہی تھیں۔ ان میں سے بہت سی صلاح الدین کے تخت کے قریب گئیں۔ اور اس کو کہا کہ تم اپنے پاؤں میں ان جنگ آوروں کی عورتیں لڑکیاں اور بچے دیکھتے ہو جن کو تم نے قید میں روک لیا ہے ہم ہمیشہ کے لئے اپنے ملک کو جس کو انہوں نے بہادری سے بچایا ہے چھوڑتی ہیں وہ ہماری زندگیوں کا سہارا تھے۔ ان کو کھو دینے میں ہم اپنی آخری امیدیں کھو چکی ہیں۔ اگر تم انکو ہمیں دیدو تو ہماری جلاوطنی کی مصیبتیں کم ہو جاوینگی۔ اور ہم زمین پر بے یار و مددگار نہ ہونگی"۔

"سلطان ان کی درخواست سے متاثر ہوا۔ اور اس قدر دل شکستہ خاندانوں کی مصیبتوں کو دور کر دینے کا وعدہ کیا۔ اُس نے بچے اُن کی ماؤں کے پاس پہنچا دیئے۔ اور خاوند اُن کی جوروؤں کے پاس بھیجدیئے۔ جو کہ ان قیدیوں میں گرفتار تھے۔ جن کی زرِ مخلصی (فدیہ یا جزیہ) ادا نہیں کی گئی تھی۔ بہت سے عیسائیوں نے اپنے نہایت قیمتی مال و اسباب چھوڑ دیئے تھے۔ اور بعضوں نے اپنے کندھوں پر اپنے ضعیف العمر والدین اٹھائے ہوئے تھے۔ اور دوسروں نے کمزور یا بیمار دوستوں کو اُٹھایا ہوا تھا۔ اس نظارہ کو دیکھ کر صلاح الدین کا دل بھر آیا۔ اور اپنے دشمنوں کے اوصاف اور نیکی کی تعریف کر کے ان کو قیمتی تحائف اور انعامات دیئے۔ اس نے تمام مصیبت زدوں پر رحم کیا۔ اور ہاسپیٹلرس (فرقہ استباریہ کے لوگوں) کو اجازت دی کہ شہر میں رہکر عیسائی حاجیوں کی خبرگیری اور خدمت کریں۔ اور ایسے لوگوں کی مدد کریں جو سخت بیماری کے باعث یوروشلیم سے جا نہیں سکتے ہیں +

"جب مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ شروع کیا۔ اُس وقت بیت المقدس میں ایک لاکھ سے زیادہ عیسائی تھے ان کے بہت بڑے حصے میں خود ہی اپنی آزادی خریدنے کی قابلیت موجود تھی۔ اور ہیلیوڈی ابلین جس کے پاس شہر کی حفاظت کے واسطے خزانہ موجود تھا۔ وہ اس نے باشندوں کے ایک حصہ کی آزادی حاصل کرنے میں صرف کیا۔ ملک عادل سلطان کے بھائی نے دو ہزار قیدیوں کا فدیہ (زرِ مخلصی یا جزیہ) ادا کیا۔ صلاح الدین نے اس کی مثال کی پیروی کی۔ اور غریبوں اور یتیموں کی ایک بہت بڑی تعداد کو زنجیروں سے آزاد کر دیا۔ وہاں قید میں صرف چودہ ہزار کے قریب عیسائی رہ گئے۔ جس میں چار یا پانچ ہزار کم سن بچے تھے جو اپنی مصائب سے بے خبر تھے۔ لیکن جن کی قسمت پر عیسائی اس امر کے یقین سے اور بھی زیادہ نالاں تھے کہ یہ جنگ کے بیگناہ مظلوم محمد کی بت پرستی میں پرورش پائینگے"۔ (جو یقیناً عیسٰے کی بت پرستی سے کروڑہا درجہ بہتر تھی۔ مولف) +

ان حالات کے قلمبند کرنے کے بعد فرانسیسی مورخ لکھتا ہے کہ "بہت سے جدید مورخوں یا مصنفوں نے صلاح الدین کے اس فیاضانہ سلوک کو اُن نصرت انگیز واقعات کے ساتھ جو پہلے کروسیڈروں سے یوروشلیم میں داخل ہونے کے وقت پیدا کئے گئے تھے مقابلہ کیا ہے لیکن ہم کو نہیں بھولنا چاہیئے۔ کہ عیسائیوں نے شہر کو حوالہ کر دینے کی درخواست کی تھی اور مسلمان مجنونانہ ہٹ کے ساتھ عرصہ دراز تک محصور رہے تھے اور گاڈفری کے ہمراہیوں نے جو ایک نامعلوم سرزمین میں معاند قوموں کے درمیان میں تھے بیشمار خطرات برداشت کر کے اور تمام قسم کی مصیبتیں اُٹھا کر شہر کو تلوار سے فتح کیا تھا۔ لیکن ہماری التماس یہ ہے کہ اس بات کے کہنے سے ہم عیسائیوں کو حق بجانب نہیں بیان کرنا چاہتے اور نہ ان تعریفوں کو ضعیف کرنا چاہتے ہیں جو

صلاح الدین کی تاریخ کے ذمہ ہیں۔ اور جو اس نے ان لوگوں سے بھی حاصل کی ہیں جن کو اس نے فتح کیا تھا"۔ مجاڈ جلد۔ صفحہ ۳۳۴ - ۳۱۴ - ۳۳۲ ۲ ؀

باوجود اس تنگدلی کے جو فرانسیسی مورخ سلطان کی بیجا تعریف میں مضائقہ کرنے سے ظاہر کرتا ہے۔ آخر کار وہ ان کے تسلیم کرنے میں مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک جدید زمانہ کا انگریزی مورخ اپنی مختصر تاریخ میں اس سے زیادہ انصاف سے سلطان کے ان احسانات کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔

"غریب عیسائیوں کی آزادی خریدنے کی ہر ایک کوشش کرنے اور ہر ایک بازار میں ٹیکس لگانے اور بادشاہ انگلستان کا خزانہ جو ہسپتال میں اسی مشترک فنڈ میں داخل کر دینے کے بعد بھی ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی رہ گئی جن کا کوئی فدیہ (جزیہ) نہیں ادا کر سکتا تھا جن کی قسمت میں اس صورت میں دائمی غلامی یا موت تھی۔ ان کی دردناک حالت پر رحم کر کے صلاح الدین کا بہادر اور فیاض دل بھائی عادل سلطان کے پاس گیا۔ اور شہر کے فتح کرنے میں اپنی خدمات یاد دلا کر عرض کی کہ اس کے حصہ غنیمت کا ایک ہزار غلام اس کو دیا جائے صلاح الدین نے دریافت کیا کہ وہ کس غرض کے لئے انہیں طلب کرتا ہے عادل نے جواب دیا کہ جو سلوک وہ چاہے گا ان کے ساتھ کریگا۔ اس پر وہ لوگ اس کے سپرد کر دیئے گئے۔ اور اس نے فوراً انکو آزاد کر دیا اس کے بعد بطریق نے جا کر ایسی ہی درخواست کی اور سات سو آدمی پائے۔ اور اس کے بعد بالیان کو پانچسو ملے۔ تب صلاح الدین نے کہا کہ میرے بھائی نے اپنی خیرات کی ہے۔ بطریق اور بالیان نے اپنی اپنی کی ہے۔ اب میں اپنی بھی کرونگا۔ اور اس پر حکم دیا کہ تمام معمر آدمی جو شہر میں تھے آزاد کر دیئے جائیں۔ یہ وہ خیرات تھی۔ جو صلاح الدین نے بے تعداد غریب آدمیوں کو چھوڑ دینے سے کی"۔ (آرچر صفحہ ۲۸۰) ؀

غرض صلاح الدین کی اس فیاضی اور رحم اور احسان کی نظیر تاریخ کے صفحوں میں مشکل سے مل سکتی ہے اور تنگدل اور بے رحم اور خود غرض عیسائی دنیا تو ان تہذیب اور شائستگی کے دعاوی کے باوجود جن میں اکثر اور عموماً خود غرضی کا ہاتھ پوشیدہ ہوتا ہے۔ اُنیس سو برس میں بھی اس کی مثال نہیں پیدا کر سکیگی اور صلاح الدین کی اس عدیم النظیر مثال کی موجودگی میں بھی وہ اسلام پر ہر ایک قسم کے حملے کرتے ہیں بلکہ اس وقت ان کی نظر دو ہزار برس کے عیسائیوں کے افعال پر نہیں ہوتی۔ بلکہ اقوال و الفاظ پر ہوتی ہے۔ جو حضرت مسیح نے انجیل میں بیان فرمائے ہیں مگر خدا نے کسی عیسائی کو ان پر عمل کرنے کی توفیق نہیں دی ؀

بیت المقدس پر سلطانی قبضہ جمعہ کے دن عین نماز جمعہ کے وقت ہؤا۔ اور اتفاق حسنہ سے اس دن کی رات لیلۃ المعراج تھی۔ اور کچھ شک نہیں کہ سلطان کے دل پر شہر کو امان دینے اور ان کی شرائط منظور کرنے میں ان دو نو مبارک اتفاقات نے بہت کچھ اثر کیا ہوگا قلعوں اور بلندیوں پر سلطانی جھنڈے

گاڑ دیئے گئے۔ اسلامی عظمت اور شوکت کے نشان بلند ہوئے۔ اور سلطان اپنے خیمہ میں بیت المقدس کے میدان میں مبارکبادیں حاصل کرنے کے واسطے بیٹھا۔ امراء اور علماء اور فضلاء اور صوفی لوگ سلطان کی ملاقات اور مبارکباد دینے کو آتے تھے۔ اور سلطان کے گرد بیٹھتے جاتے تھے۔ تمام ارکان دولت حاضر ہو گئے۔ سلطان کا چہرہ خوشی اور انبساط سے چمک رہا تھا۔ محتاجوں اور اہل لشکر کو انعام واکرام مل رہے تھے۔ سب طرف سے مبارک باد کی صدائیں آ رہی تھیں۔ قاری لوگ اس کے گرد بیٹھے ہوئے نہایت خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔ شعراء مبارک باد کے قصائد سُنا رہے تھے۔ مسجد اقصےٰ کی آزادی پر مکہ مکرمہ مبارکبادیں منا رہا تھا۔ اور اہل اسلام کو مژدہ سُنا رہا تھا۔ حجر اسود نے صخرہ شریفہ کو مبارکبادیں کہیں۔ منزل وحی نے محل الاسرا کو خوش خبری بھیجی۔ جناب سید المرسلینؐ کے مقام نے مقام مرسلین کو مژدہ سُنایا۔ مقام ابراہیم نے مقام قدم مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارکبادیں کہیں۔ یکشنبہ کے روز عماد کاتب سلطان جو بیماری کے سبب دمشق میں ٹھیرا ہوا تھا۔ اس مبارک کامیابی کی خبر سُننے سے (جیسا کہ وہ خود بیان کرتا ہے) اس کی بیماری جاتی رہی حاضر ہو گیا۔ سلطان کو اس کے آ جانے سے بہت خوشی ہوئی۔ اور اسی روز اس سے ستر خطوط اس مبارک خبر کے متعلق لکھوائے۔ اور ہر طرف روانہ کئے۔ دربار بغداد کو ایک طویل مراسلہ لکھا گیا۔ جس میں اس کامیابی کی خبر کو رنگین عبارت اور دلچسپ مضمون میں بیان کیا گیا۔ اور تفصیل واقعات قلمبند کی گئی۔ اسی طرح اور بہت سے خطوط لکھے گئے۔ قاضی فاضل بھی بیماری کے سبب سے دمشق میں ٹھیرا ہوا تھا۔ اس کو سلطان نے خط میں لکھا کہ "آپ کی دعا اور ہمت بزرگانہ کی برکات سے اس فتح کی مشکلات جو اہل عالم کی نظر میں مشکل آ رہی تھیں خداوند تعالےٰ نے آسان کر دیں۔ اور نسیم نصرت چل نکلی۔ ہم اور بیت المقدس آپکے قدوم کے مشتاق اور دیدار کے خواہاں ہیں۔ تشریف لایئے۔ اور اس خانہ خدا کی زیارت سے جو بیت الحرام کا بھائی ہے مشرف ہو جیئے" +

سیف الاسلام کو جو یمن میں خط لکھا اُس میں لکھا کہ "بیت المقدس فتح ہوا۔ جو اکیانوے سال تک کفار کے قبضہ میں رہکر حق مرتہن کی طرح اس پر کفر کا قبضہ مستقل ہو چکا تھا۔ مدت دراز تک ان کی قید میں رہ کر کفر کے پنجہ میں پھنس ہی چکا تھا۔ اس کے ارکان ضعیف ہو چکے تھے۔ غم بڑھ گیا تھا۔ اور اس کا حسن زائل ہو گیا تھا۔ اس کی زمین خشک اور شادابی معدوم ہو چکی تھی۔ خوف غالب اور امید گم ہو گئی تھی۔ اسلام کو اس کا غم لگا ہوا تھا۔ کیونکہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی بجائے وہاں عیسےٰ کو ابن اللہ کہکر پکارا جاتا تھا۔ وہاں تثلیث قائم اور صلیب حاکم تھی۔ توحید کا وہاں نام و نشان نہ رہا تھا۔ شاہان ماضیہ کے دلوں میں اس کے چھڑانے کی آرزو تھی۔ مگر شیطان کفر کے غلبہ ہی سے رضامند رہا۔ لیکن مشیت ایزدی میں

شیطان کا دفع کرتا تھا۔ پس اب اس کے گھروں میں قرآن شریف کی تلاوت اور حدیث کی روایت اور علوم دینی کی تعلیم جاری ہے۔ صخرہ مقدسہ عروس نو کی طرح چمک رہا ہے۔" ایک اور خط میں لکھا کہ "بیت المقدس کو پاک کرنے سے اسلام کو تسلی ہوئی ضلالت کی جگہ ہدایت آگئی۔ مسافر اسلام اپنے گھر میں آ کر آباد ہوا۔ کافر وہاں سے غمگین اور متاسف ہو کر نکل گئے۔ دولت عباسیہ کی عظمت کے جھنڈے لہراتے ہیں اور ہدایت نے اپنے مطلع سے طلوع کیا ہے۔ اور ضلالت کی تاریکی جا رہی ہے۔ جو خدا سے دور تھے۔ وہ مسجد اقصیٰ سے دور کئے گئے" الخ ؛

محمد بن قادسی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اور بعض اور مورخوں نے بھی خیال کیا ہے۔ کہ سلطان نے بیت المقدس میں خود بنفسہٖ منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا۔ اور سیاہ لباس پہن کر نماز جمعہ پڑھی۔ اس سے ان کی مراد اسی پہلے جمعہ سے ہے۔ جو بیت المقدس کی فتح کا دن تھا۔ لیکن یہ غلطی ہے۔ کیونکہ فتح کا دن اگرچہ جمعہ کا دن تھا۔ مگر نماز کا وقت تنگ ہو گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ مسجد اقصیٰ کی حالت عیسائیوں نے ایسی بگاڑ دی تھی کہ بہت کچھ تبدیلی اور درستی کے بغیر اس میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی تھی۔ سب سے پہلے سلطان نے اس کی درستی کا حکم دیا۔ فرقہ داویہ (ٹمپلرس) کے عیسائیوں نے مسجد کے قدیم محراب کو بالکل چھپا دیا تھا۔ اس کے مغرب کی طرف ایک جدید عمارت گرجا بنا کر محراب کو اس کے اندر داخل کر دیا تھا۔ اور محراب دیواروں میں غائب ہو گیا تھا۔ محراب کے نصف حصہ پر دیوار تھا کران بدبختوں نے بیت الخلا بنایا ہوا تھا۔ اور نصف کو علیحدہ کر کے وہاں غلہ بھرنے کی جگہ بنائی ہوئی تھی۔ سلطان کے حکم سے یہ جدید دیواریں اور مغربی طرف کا گرجا وغیرہ گرا دیئے گئے۔ اور محراب کی اصلی صورت نکال کر جہاں اس کی مرمت اور درستی کی ضرورت تھی کر دی گئی۔ غرض مسجد کو اس کی اصلی حالت میں لا کر اس کو عرق گلاب سے جو دمشق سے لایا گیا تھا۔ دھویا گیا۔ اور صاف کر کے نماز پڑھنے کے واسطے صاف اور آراستہ کی گئی۔ منبر رکھا گیا۔ اور محراب کے اوپر قندیلیں لٹکائی گئیں۔ اور قرآن شریف کی تلاوت شروع کی گئی۔ اور وہیں نمازیں پڑھی جانے لگیں اور ناقوس کی صدا کے بجائے خدائے واحد کی اذانیں کہی جانے لگیں ۴ شعبان کو دوسرے جمعہ کا دن جو نماز جمعہ ادا کرنے کے واسطے پہلا جمعہ تھا ایک عجیب و غریب شان و شوکت کا دن تھا۔ خطیبوں نے خطبے تیار کئے تھے اور ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ اس کو خطبہ پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ بے شمار لوگ ہر ایک درجہ اور رتبہ کے اور ہر ایک دیار و ملک کے علماء و فضلا جو سلطان کے ساتھ رہتے تھے۔ اور ہر ایک علم و ہنر کے نامور آدمی بیت المقدس میں پہلی نماز جمعہ ادا کرنے کے واسطے جمع ہوئے۔ ایک غیر معمولی جوش سب کے چہروں سے عیاں تھا

اور دلوں پر رقت طاری تھی۔ اذان کہے جانے کے بعد سلطان نے قاضی محی الدین ابی المعالی محمد بن ذکی الدین قریشی کی طرف منبر پر چڑھنے کے لئے اشارہ کیا خطیب نے منبر پر چڑھ کر اس فصاحت اور بلاغت سے خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ کہ لوگ نقش دیوار کی طرح ساکت اور خاموش ہو گئے سامعین کے دل ہل گئے۔ اور اُن کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ بیت المقدس کی تقدیس اور مسجد اقصیٰ کی بناء سے شروع کر کے اس کے فتح کے حالات تک واقعات کو کمال خوبصورتی اور اختصار کے ساتھ بیان کیا۔ اور خداوند کریم کی منت اور احسان بیان کر کے خلیفہ اور سلطان کے لئے دُعا کی اور ان اللہ یامر کم بالعدل والاحسان پر ختم کیا خطبہ ختم کرنے کے بعد منبر سے اُتر کر امامت کرائی۔ اور ادائے نماز کے بعد سلطان کے ایما سے زین العابدین ابوالحسن علی بن نجا وعظ کرنے کے واسطے کھڑا ہوا۔ اور نہایت معجز بیانی اور خوش الحانی اور طلاقت لسانی سے خوف اور رجا۔ سعادت وشقاوت۔ ہلاکت ونجات کے مضامین پر ایسا عمدہ اور مؤثر وعظ کہا کہ سامعین ڈاڑھیں مار مار کر روئے اور سب پر وجد کی سی حالت طاری ہو گئی۔ اور بعد ازاں سب نے سلطان کی دوام نصرت کے واسطے دُعائیں مانگیں ؂

اس روز جس منبر پر خطبہ پڑھا گیا تھا بیان کیا جاتا ہے وہ ایک معمولی منبر تھا سلطان نورالدین کا منبر اس کے بعد وہاں لا کر رکھا گیا سلطان نورالدین محمود بن زنگی نے اس واقع سے تیئیس[۲۳] برس پیشتر بیت المقدس کی اس بزرگ مسجد میں رکھنے اور بعد فتح اس پر خطبہ پڑھے جانے کے واسطے ایک عالیشان منبر جس کو نہایت صنعت اور کاریگری سے بڑے بڑے صناعوں کی عرصہ دراز کی محنت اور صرف زر کثیر کے بعد بنوایا تھا۔ اور اُس کو اپنے خزانہ میں محفوظ رکھا تھا۔ مگر سلطان مرحوم کی یہ آرزو فتح بیت المقدس کی پوری نہ ہوئی۔ اور منبر اس طرح پڑا رہ گیا۔ سلطان نے اس کو منگوا بھیجا۔ اور مسجد اقصیٰ کے محراب میں رکھ کر بزرگ نورالدین کی اس تمنا کو پورا کیا۔ جو وہ حسرت کی طرح اپنے دل میں لے کر دنیائے فانی سے چل بسا تھا بیت المقدس کی عمارات اور امکنہ متبرکہ اور دوسرے کوائف میں جو تبدیلیاں اور درستیاں کی گئیں۔ عماد لکھتا ہے کہ صخرہ مقدسہ پر فرنگیوں نے ایک گرجا تعمیر کر لیا تھا جو شکل وصورت اس کی مسلمانوں کے وقت میں تھی اس کو بدل ڈالا تھا۔ اور نئی عمارتوں میں اس کو بالکل چھپا دیا تھا۔ اس کے اوپر بڑی بڑی تصویریں لٹکا دی تھیں۔ اور صخرہ کو کھود کر اس میں بھی خنازیر وغیرہ کی تصویریں بنائی تھیں۔ قربان گاہ کو بالکل برباد کر ڈالا تھا۔ اس میں غلیظ اشیاء بھر دی تھیں۔ ہاں بھی تصویریں لگائی ہوئی تھیں

اور پادریوں کے رہنے کے مکان اور انجیلوں کا کتب خانہ بنایا ہوا تھا۔ ان سب کو سلطان نے ان کی اصلی شکل میں تبدیل کر دیا۔ ایک موقع پر جس کو مقام قدم مسیح کہتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا قبہ تعمیر کر کے اس پر سونا چڑھایا تھا۔ اور اس کے گرد ستون کھڑے کر کے ان پر ایک بلند گرجا تعمیر کیا تھا جس کے اندر وہ قبہ چھپ گیا تھا۔ اور کوئی اس کی زیارت نہیں کر سکتا تھا۔ سلطان نے اس حجاب کو اٹھوا کر اس پر ایک لوہے کی تاروں کا پنجرہ بنوا دیا۔ اس کے ارد گرد قندیلیں لگائیں جن سے وہ مقام رات کو روشنی سے جگمگا جاتا تھا۔ وہاں حفاظت کے واسطے پہرہ مقرر تھا۔ اور سنگ مرمر کے کثیر التعداد بُت جو اس کے اندر سے نکلے تھے توڑوا کر پھینک دیئے مسلمانوں کو اس امر کے دیکھنے سے بہت رنج ہوا کہ عیسائی صخرہ شریف سے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر قسطنطنیہ کو لے گئے تھے۔ جن کو وہاں سونے کے برابر فروخت کرتے تھے۔ اور اس کے بُت بنواتے تھے۔ سلطان نے صخرہ کی حفاظت کا انتظام کر کے اس پر امام مقرر کر دیا۔ اور بہت سی اراضی اور باغات اور مکانات بطور وقف کے اس کے واسطے جاگیر مقرر کر دیئے۔ اور قلمی قرآن شریف موٹے حروف میں لکھے ہوئے لوگوں کے پڑھنے کے واسطے وہاں رکھوا دیئے۔ محراب داؤد علیہ السلام مسجد اقصےٰ سے باہر ایک قلعہ میں شہر کے دروازہ کے پاس ایک نہایت رفیع الشان عمارت تھی اور اس قلعہ میں والی بیت المقدس رہا کرتا تھا۔ سلطان نے اس کی بھی مرمت کرائی۔ دیواریں صاف اور سفید کرائیں۔ اور پھاٹک اور دروازوں سے درست کروا دیا۔ اور امام اور موذن وہاں رہنے کو مقرر کیئے۔ اور مساجد کی تعمیر کرائی اور جو جو ضروریات لوگوں کی تھیں۔ ان کا تہیہ کر دیا۔ اس قلعہ میں جو حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھر تھے اور زیارت گاہ تھے درست کر دیئے گئے۔ فقہائے شافعیہ کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اور صلحائے صوفیہ کے واسطے ایک مہمان خانہ بنایا۔ دوسرے علوم کی تعلیم و تدریس کے واسطے بہت سے اور مدارس مقرر کیئے۔ اور صوفیہ کرام اور معلموں اور طالب علموں کے واسطے ان کی تمام ضروریات کا انتظام کر دیا۔ غرض بیت المقدس کی بزرگی ایک فیاض اور عالی ہمت مسلمان بادشاہ سے جس اہتمام کی خواہش کر سکتی تھی۔ اس سے زیادہ اہتمام سلطان نے کیا۔ اور بیت المقدس کے ساتھ سلطان کی یہ فیاضانہ اور اسلامی دلچسپی صرف اُس کی ذات تک مخصوص و محدود نہیں رہی اس کے بعد اس کے بھائی عادل اور اس کے بیٹوں اور جانشینوں نے بیت المقدس کی عظمت و بزرگی اور شان و شوکت کے بڑھانے کے واسطے اس سے بھی بڑے بڑے کام کیئے اور اپنے اس نامورانہ تعلق کو اس مقدس مقام کے ساتھ آخر تک نباہ دیا۔

اس مبارک فتح کے واسطے سلطان کے پاس تمام اسلامی فرمانرواؤں کے پاس سے اور ہر طرف سے قاصد مبارکبادی کے خطوط لائے۔ دربار بغداد سے ایک غلط فہمی کے باعث کچھ کشیدگی سی پیدا ہوگئی۔ جو بہت جلد رفع ہوگئی شعراء نے اس کی تعریف میں بشمار قصائد لکھے جو بجائے خود ایک دفتر عظیم ہیں۔ عماد کے قصیدے کے چند اشعار تمثیلاً یہ ہیں :-

نزعت لباس الکفر عن قدس ارضھا — بیت المقدس سے تو نے کفر کا لباس اتار توڑ ڈالا

والبستھا الدین الذی کشف اللبسا — اور اس کو دین کا لباس پہنایا جس نے تمام دنیوں کی پردہ دری کی۔

وعادت ببیت اللہ احکام دینہ — اللہ کے گھر میں احکام دین واپس آ گئے۔

فلا بطرکا ابقیت فیھا ولا قسا — نہ وہاں کوئی پادری رہا نہ قسیس۔

وقد شاع فی الآفاق عنک بشارۃ — تمام جہان میں یہ خوش خبری تیری مشتہر ہوگئی۔

بان اذان القدس قد بطل النقسا — بیت المقدس کی اذان سے ناقوس باطل ہوگئے

جری بالذی تھوی القضاء وطاھرت — تقدیر نے جو چاہا تھا وہ ہوگیا۔

ملائکۃ الرحمان اخیادک الحمسا — کہ تیری بہادر فوجیں جو خدا کے فرشتے ہیں کفار پر غالب ہوئیں

سلطان ایک عرصہ تک بیت المقدس میں مقیم رہ کر معاملات ملکی کی تدابیر میں مصروف رہا۔ اور اپنی محنت کے اس مبارک اور میٹھے پھل کو کھاتا اور حظوظ و لذات روحانی حاصل کرتا رہا۔ مشہور اور مضبوط مقامات سے صور کا قلعہ عیسائیوں کے قبضہ میں رہ گیا تھا۔ اور سلطان کو اس کے فتح کرنے کا فکر تھا سیف الدین علی بن احمد مشطوب نے جو صور کے قریب صیدا اور بیروت میں سلطان کا نائب تھا سلطان کو خود تاکید کر محاصرہ صور کی ترغیب دلائی۔ اور سلطان ۲۵۔ شعبان کو جمعہ کے دن بیت المقدس سے صور کے عزم سے روانہ ہوا۔ اور ۹۔ رمضان کو جمعہ کے روز وہاں پہنچ گیا۔ اور صور کا محاصرہ شروع کر دیا۔ قلعہ صور کو پانی نے محاصرین کے حملہ سے بہت کچھ بچایا ہوا تھا۔ تاہم سلطان تیرہ روز تک محاصرہ پر پڑا رہا سمندر میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے جہازوں میں مقابلہ ہوتا رہتا تھا۔ اور ایک دوسرے کی ہار جیت ہوتی رہتی تھی محاصرہ نے طول کھینچا۔ تو لوگ سامان رسد کی کمی اور شدت سرما سے تنگ آ گئے۔ اور سلطان سے محاصرہ اٹھانے کے واسطے عرض کرنے لگے سلطان کی اور بعض امراء مثلاً فقیہہ عیسیٰ اور حسام الدین و عزالدین جردیک کی یہ رائے تھی۔ کہ جب قلعہ کی فصیل ٹوٹ چکی ہے اور بہت محنت اور زر صرف

ہوچکی ہے بغیر فتح قلعہ کو نہ چھوڑنا چاہیئے۔ مگر اکثر لوگ بددل ہوئے ہوئے تھے۔ اور سلطان نے آخرکار محاصرہ اٹھالینا مناسب سمجھا۔ اور آخرکار شوال میں شدید سردی کی حالت میں وہاں سے کوچ کیا۔ محاصرہ صور کے زمانہ میں ہونین فتح ہوچکا تھا۔ سلطان نے بدرالدین بلارم کو وہاں حاکم کرکے بھیج دیا۔ اور خود عکا میں انتظام اور رفاہ عام کے کاموں میں چند مدت تک مصروف رہا ؛

۵۸۴ھ کے آغاز یعنی وسط ماہ محرم میں سلطان عکا سے حصن کوکب کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ شروع کیا۔ مگر اس مدعا کی دشواری نے بالفعل اس سے اس کو ملتوی کرادیا۔ وہیں بعض والیان ملک کے سفیروں نے اس سے ملاقات کی۔ اور اس کے بعد وہ دمشق کو چلدیا۔ اور ۶۔ ربیع الاول کو وہاں پہنچا۔ سلطان چودہ ماہ کے بعد دمشق کو واپس آیا تھا اور چند روز وہاں قیام کرنا چاہتا تھا۔ لیکن پانچویں ہی دن دفعتاً اس کو خبر پہنچی کہ فرنگیوں نے جبیل پر چڑھائی کی ہے۔ اور اس کا محاصرہ کرلیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی اس نے لشکروں کو طلب کیا۔ اور خود سیدھا جبیل کو نکلا۔ لیکن ابھی وہ راستہ ہی میں تھا۔ کہ فرنگی اس کی آمد کی خبر سنکر وہاں سے ہٹ کر چلے گئے۔ سلطان کو عماد الدین اور لشکر موصل اور مظفر الدین کے حلب کو آپ کی خدمت میں جہاد کے واسطے آنے کی خبر ملی۔ پس وہ ملک بالائی ساحل کے ارادہ سے حصن الاکراد کی طرف چلا۔ اور اس کے مقابل میں ایک بلند ٹیلے پر جا اُترا۔ اور شاہزادہ ملک ظاہر اور ملک مظفر کو کہلا بھیجا کہ دونو جمع ہوکر تیزین پر انطاکیہ کے مقابل جا اُتریں۔ اور اس طرف سے دشمن کے حملہ کا خیال رکھیں۔ سلطان حصن الاکراد کے فتح کرنے کی تجاویز سوچتا رہا۔ مگر کوئی تدبیر کارگر معلوم نہ ہوئی۔ دو دفعہ اس نے طرابلس کو تاخت و تاراج کیا۔ اور پھر اہل لشکر کی رخصت کے ختم ہونے اور ان کے پھر جمع ہونیکے وقت کا انتظار کرنے کے واسطے دمشق کو چلا آیا۔ اور چند روز تک وہاں رہکر عدل گستری اور انتظام ملک اور اہتمام جہاد میں مصروف رہا۔ جب فوجوں کے جمع ہونے کا وقت ہوگیا۔ تو وہ بلاد بالائی ساحل کے فتح کرنے کے عزم سے اس طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اس کو خبر ملی۔ کہ عماد الدین صاحب سنجار اپنے تمام لشکروں کو ہمراہ لے کر علاقہ حمص میں نہر عاصی پر اُترا ہوا ہے۔ سلطان نے ان کے پہنچنے کا انتظار کیا۔ اور عماد الدین سے بڑے تپاک سے ملاقات کرکے اس کے لشکروں کو اپنے لشکر میں شریک کرکے حصن الاکراد کے قریب جا اترا۔ قبائل عرب بھی پہنچ گئے۔ اور حصن الاکراد کے گرد کے قلعے فتح کرتا رہا۔ ۶۔ جمادی الاول کو اس نے انطرطوس کو جا گھیرا۔ اور اس کو فتح کرکے

جبلہ کی طرف بڑھا۔ وہاں پہنچتے ہی شہر پر قبضہ ہو گیا۔ مگر اہل قلعہ مقابلہ پر آمادہ رہے۔ ۱۹۔ تاریخ کو جب اہل قلعہ عاجز آ گئے۔ تو انہوں نے امان چاہی جو سلطان نے دیدی۔ اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ ۲۳۔ جمادی الاول تک وہاں ٹھیر کر سلطان نے لاذقیہ کو کوچ کیا۔ اور شب تک اس کے قریب پہنچ گیا۔ فرنگی صبح کو خبر پا کر قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ یہ تین قلعے ایک بلندی پر تھے۔ اسلامی لشکر نے نقب لگانی شروع کر دی۔ اور قلعہ کی جڑوں کو اکھاڑ ڈالا تیسرے ہی دن اہل قلعہ نے امان چاہی اور شہر چھوڑ جانے یا جزیہ ادا کرنے کی شرط پر امان دیگئی۔ لاذقیہ ایک نہایت فراخ اور آباد اور خوبصورت شہر تھا۔ عمارتیں پختہ اور رفیع الشان تھیں۔ نواح میں باغات نہایت دلفریب اور سرسبز شاداب تھے۔ چاروں طرف نہریں جاری تھیں۔ بڑے بڑے عالیشان گرجے جن کی دیواروں میں سنگ مرمر لگا ہوا تھا۔ اور ان پر تصویریں منقوش تھیں مسلمانوں نے ان تصویروں کو مٹا دیا اور بعض مکانات کو بھی گرا دیا جس کا بعد ازاں انکو بہت افسوس ہوا۔ لاذقیہ کے عیسائیوں نے وطن کی الفت کے سبب سے اس کو ترک کرنا گوارا نہ کیا۔ اور جزیہ دینا قبول کر کے وہیں رہنا اختیار کیا۔ سلطان جب شہر میں داخل ہوا۔ تو ان سے الفت اور دلدہی کی باتیں کیں اور ان کی تسکین اور تشفی کی۔ شہر اور بازاروں کی سیر کر کے لاذقیہ کے بندر کو دیکھنے کے واسطے گیا۔ اور ایسے خوبصورت شہر کے فتح ہونے پر خداوند کریم کا شکر کیا۔ سیف الاسلام کو ایک خط میں لکھتا ہے کہ لاذقیہ نہایت فراخ اور دلکشا شہر ہے۔ اس کی منازل خوبصورت اور عمارات دلکش ہیں اور گرد و نواح میں باغات اور نہریں ہیں۔ یہ شہر ساحل کے تمام شہروں میں خوبصورت اور پختہ ہے اور سمندر کے اس ساحل کے بندرگاہوں میں ایسا خوبصورت بندر کسی کا نہیں ہے۔ جہازوں کے ٹھیرنے کا مقام نہایت مناسب اور موزوں ہے۔ یہ شہر بہشت تھا جس میں جہنمی رہتے تھے۔ مگر کفر کی بجائے اسلام کے آجانے سے پھر بہشت ہو گیا ہے"۔

۲۷۔ جمادی الاول کو سلطان نے لاذقیہ سے صیہون کی طرف کوچ کیا۔ اور ۲۹۔ کو وہاں پہنچ کر محاصرہ شروع کر دیا۔ صیہون کا قلعہ نہایت پختہ اور بلند تھا۔ گویا آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے گرد نہایت عمیق اور ہیبتناک خندق تھی۔ جس کا عرض ایک سو ۱۲ گز تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ قلعہ مشکل سے فتح ہو گا۔ تین فصیلوں نے شہر کو پناہ دی ہوئی تھی۔ مگر جب منجنیق نے کام شروع کیا۔ تو فصیل کا ایک بڑا قطعہ گر پڑا۔ اور اندر جانے کا راستہ ہو گیا۔ سلطان نے خود پیش قدمی کی اور لشکر نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کر کے فصیل پر چڑھنا اور جنگ شروع کر دیا۔ اور ایسے جان توڑ کر لڑے۔ کہ عیسائیوں

کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور امان مانگنے کی طرف متوجہ ہوئے سلطان نے انہیں شرائط پر جو اہل یروشلیم سے مقرر ہوئیں تھیں۔ ان کو امان دیدی۔ اور قلعہ پر قبضہ کر کے وہاں کا انتظام اور تقرر حکام کر دیا۔ وہاں سے سلطان بکاس کی طرف روانہ ہؤا۔ اور بکاس اور شغر اور سرمانیہ کو اسی طرح فتح کر لیا۔ ایک مورخ کہتا ہے کہ سلطان کی فتوحات جبلہ سے لیکر سرمانیہ تک تمام حسن اتفاق سے جمعہ کے دن ہوئیں اور یہ علامت خطیبوں کی دعاؤں کی قبولیت کی تھی۔ جو وہ منبروں پر سلطان کے واسطے مانگا کرتے تھے۔ ان مفتوحہ مقامات سے ہر ایک جگہ ایک تعداد مسلمان قیدیوں کی ملتی تھی جو سب سے پہلے آزاد کر دیئے جاتے تھے ؀

سلطان وہاں سے فارغ ہو کر حصن برزیہ کی طرف چلا۔ جو ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ایک نہایت پختہ اور مضبوط قلعہ تھا۔ اس کے دشوار گذار راہوں اور پختگی کے سبب یہ امر مشہور عوام تھا کہ اس قلعہ کو کوئی فتح نہیں کر سکتا۔ سلطان کو ان مشکلات نے اس کے فتح کرنے پر اور بھی زیادہ حریص کیا۔ اور ۲۵ جمادی الآخر کو وہاں پہنچکر مناجیق سے کام لینا شروع کر دیا۔ دو روز تک کوئی مفید نتیجہ نہ پیدا ہؤا تو لشکر کے تین حصے کر کے ہر ایک کو باری باری سے حملہ کرنے کا کام سپرد کر دیا۔ پہلے روز عماد الدین والی سنجار کی باری تھی۔ بہت شجاعت سے اس نے حملہ اور لڑائی کی مگر کچھ پیش رفت نہ گئی دوسرے روز سلطان کی اپنی نوبت تھی سلطان نے لشکر کے درمیان کھڑے ہو کر نعرہ اللہ اکبر بلند کیا اور لشکر نے متفق ہو کر یکبارگی حملہ کیا۔ اور فصیل تک پہنچکر اسی طرح بڑھی ہوئے جوشوں سے کسی خطرہ کی پروانہ کر کے فصیل پر چڑھ گئے۔ اور فرنگیوں سے سخت لڑائی لڑے۔ آخر کار عیسائی شکست کھا گئے اور امان مانگنے کو مجبور ہوئے۔ اس قلعہ میں اس کی پختگی کے باعث اور مقامات کے مفرورین بھی جمع ہو گئے تھے۔ اور بہت مخلوقات اس میں سے جزیہ دیکر نکلی۔ والی قلعہ ایک جلیل القدر عیسائی والی انطاکیہ کا رشتہ دار تھا سلطان نے اس سے نرمی اور ملاطفت سے سلوک کیا۔ اور اس کی خواہش کے مطابق اس کو تمام قرابتیوں سمیت انطاکیہ کو عزت کے ساتھ روانہ کیا۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ قلعہ کی والیہ برنس صاحب انطاکیہ کی زوجہ تھی۔ اور قیدیوں میں وہ اور اس کی بیٹی بھی گرفتار ہوئی تھی۔ سلطان کو جب یہ حال معلوم ہؤا۔ تو ان کو مع ان کے خدام کے آزاد کر دیا۔ اور تحفے اور انعام دے کر انطاکیہ کو روانہ کر دیا۔ اور اس کے بعد سلطان نے اسی طرح حصن دربساک اور بغراس کو فتح کیا۔ اور یہ آخری دو قلعے تھے جو انطاکیہ کے نواح میں اور اس کے منہ پر واقع تھے۔ ان کے فتح ہو جانے سے انطاکیہ اکیلا اپنے آپ کو سنبھالنے کے واسطے رہ گیا۔

گویا کہ انطاکیہ کے اعضاء کٹ گئے۔ اور کمزور وضعیف رہ گیا۔ سلطان اب انطاکیہ کی فصیلوں کے نیچے پہنچ گیا تھا۔ اور ایک تھوڑی سی کوشش سے انطاکیہ فتح ہو جاتا۔ لیکن اسلامی فوجیں ایک عرصہ سخت اور کٹھن کام اور مسلسل لڑائیوں سے درماندہ ہو گئیں تھیں۔ وطن کی محبتیں ان کو کشش کر رہی تھیں۔ صرف غرباکی ہمتیں ہی ضعیف نہیں ہوئی تھیں۔ بلکہ عماد الدین صاحب سنجار بھی بہت بیقراری سے رخصت طلب کرتا تھا۔ انطاکیہ کے والی کے سفیر سلطان کے پاس صلح کی درخواست کرنے کے واسطے آچکے ہوئے تھے۔ سلطان کو اسلامی لشکر کے آرام کی ضرورت نے درخواست صلح منظور کر لینے کی تحریک کی۔ اور موسم سرما کے آٹھ ماہ کے واسطے اس نے والی انطاکیہ سے صلح کر لی۔ اور ایک شرط یہ ٹھیرائی کہ تمام مسلمان قیدی جو انطاکیہ میں ہیں۔ رہا کر دیئے جائیں۔ اس سے فارغ ہو کر سلطان نے حلب اور حماہ کے راستہ سے دمشق کو کوچ کیا۔ اس کے دمشق پہنچنے پر ماہ رمضان آگیا۔ یہ ایک قدرتی تحریک آرام کرنے کی تھی۔ مگر سلطان کی کمال ہمت اور شوق جہاد نے اس کو آرام کرنے کی طرف مائل نہ ہونے دیا۔ اور قریب کے قلعوں میں سے حوران کے علاقہ میں صفد اور کوکب دو قلعے غیر مفتوحہ باقی تھے۔ ان ایام میں ان کو فتح کرنے کا عزم کر لیا۔

جس زمانہ میں سلطان بلاد انطاکیہ میں عیسائیوں کے شہروں کو فتح کر رہا تھا۔ ملک عادل نواح کرک میں عیسائیوں سے جنگ کر رہا تھا۔ خاص کرک پر بھی اس نے اپنے خسر سعد الدین کمشبہ کے ماتحت فوج بھیجی ہوئی تھی۔ جس نے آخر کار عیسائیوں کو عرصہ تک محصور رکھ کر تنگ کر دیا۔ اور وہ امداد اور سامان رسد کے پہنچنے سے مایوس ہو کر نہایت عاجزی سے ملک عادل سے امان طلب کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ملک عادل نے امان دیدی اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ کرک کی فتح ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی عماد نے ایک خط میں لکھا کہ "کرک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا یہ وہ قلعہ ہے جس کے والی نے حجاز (مکہ اور مدینہ) پر حملہ کرنے اور اس کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ خدا نے اُس کو ذلیل کیا۔ اور ہمارے پھندے میں ایسا پھنسا۔ کہ مشکل سے جانبر ہوا۔ اور مخلصی کو غنیمت سمجھا (والی کرک جنگ حطین میں قید ہو گیا تھا۔ اور بعد فتح کرک سلطان نے اس کو چھوڑ دیا تھا) ہم نے اس کو سال کے ابتدا میں موت کا مزہ چکھا دیا تھا۔ اب ہم اس کے قلعہ کے مالک ہو گئے ہیں جس کی نسبت وہ اسی سال میں بڑے دعوے کرتا تھا۔ کفر عاجز ہو کر اسلام کے پاؤں پر گرا۔ اور اس قلعہ کے فتح ہونے سے اسلام کا بول بالا ہو گیا"۔

فتح کرک کے بعد صفد اور کوکب دو قلعے مضبوط باقی رہ گئے تھے۔ سلطان نے ماہ رمضان میں آرام

کرنے کے بجائے ان کی فتح کے واسطے جہاد کرنا پسند کیا۔ اور شروع رمضان میں دمشق سے صفد کو روانہ ہؤا۔ قلعہ بلند تھا عمیق خندقوں سے گھرا ہؤا تھا۔ اور شدت بارش و باران سے محاصرہ میں کافی ترقی بھی نہیں ہوسکتی تھی خیموں کے اردگرد سب طرف پانی بھرا ہؤا تھا کیچڑ میں چلنا پھرنا بھی دشوار تھا۔ مگر سلطان تھا کہ اس جہاد میں اسی سرگرمی اور شوق سے مصروف تھا۔ اس تکلیف کو وہ راحت اور اس مصیبت کو وہ عشرت سمجھتا تھا۔ کوئی مشکل اس کو اپنے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ اور کوئی وقت اسے تھکا نہیں سکتی تھی۔ دن بھر فوج کے ساتھ حملے کرنے میں شریک رہتا تھا۔ اور رات بھر منجنیقوں کے نصب کرنے کے کام کو اپنی ہر وقت کھلی رہنے والی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ صفد کی امداد کے واسطے عیسائیوں نے صور سے بھی کچھ فوج بھیجی تھی۔ جو گھاٹیوں میں چھپی ہوئی تھی۔ ایک مسلمان امیر شکار کھیلنے کو گیا۔ تو اس کا سُراغ لے آیا۔ اور اسلامی فوج کے سپاہیوں نے ان جنگل باش عیسائیوں ہی کا شکار کر ڈالا۔ اور ایک بھی ان میں سے بھاگ کر کہیں نہ جا سکا۔ لیکن سلطان نے ان کے ساتھ لاطفت کا برتاؤ کیا۔ اور چھوڑ دیا۔ قلعہ صفد فتح ہو گیا۔ اور سُلطان قلعہ کوکب کی طرف متوجہ ہؤا۔ یہ قلعہ بلندی میں سچ مچ کوکب ہی تھا جس کو عربی مؤرخ عنقا کا آشیانہ یا چاند کی منزل سے تشبیہ دیتا ہے۔ مگر سُلطان کی ہمت سے باوجود بارش و باران کی مصیبت اور اسی قسم کی تکالیف کے فتح ہو گیا۔

فتح کوکب نے اسلامی فتوحات کے تمام سلسلے کو ملا دیا۔ چنانچہ عماد بغداد کے خط میں سُلطان کی طرف سے لکھتا ہے۔ کہ "اب ہمارے لئے تمام مملکت قدس (بیت المقدس) کی حد میں اطراف مصر عریش سے لے کر ممالک حجاز تک اور کرک سے شوبک تک راستہ کھل گیا۔ جس میں بلاد ساحلیہ اعمال بیروت تک شامل ہیں۔ اس مملکت میں اب صور کے سوائے کوئی جگہ غیر مفتوح نہیں رہی۔ اور اقلیم انطاکیہ کے تمام قلعے جن پر فرنگیوں اور ارمنیوں کا قبضہ تھا سب فتح ہو گئے ہیں بلکہ سرحد کے قلعے جبلہ اور لاذقیہ بھی بلاد لادن تک ہمارے قبضہ میں آ گئے ہیں۔ اب صرف انطاکیہ مع چند چھوٹے چھوٹے قلعوں کے باقی ہے۔ کوئی علاقہ نہیں رہا جس کے مضافات نہ فتح کر لئے گئے ہوں۔ صرف طرابلس ایک ایسا علاقہ ہے جس کے مضافات میں سے صرف جبیل فتح ہوا ہے اب کچھ عرصہ کے بعد اس کو فتح کیا جاویگا۔ اور اس کو عذاب الٰہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ میرا ارادہ اس پر حملہ کرنے کا پختہ ہو چکا ہے۔ اور اس کی حدود میں بیت المقدس کی جانب جبیل سے عسقلان تک فوجیں اور سامان جنگ اور کثیر التعداد آلات و اسلحہ جمع کر دیئے گئے ہیں۔ میرا بیٹا

افضل اس ولایت کی حفاظت اور نگہداشت پر متعین ہے۔ اور میرا چھوٹا بیٹا عثمان مصر اور اس کے نواح میں انتظام پر مقرر ہے۔ ان فتوحات سے فارغ ہو کر سلطان ملک عادل کو ہمراہ لئے ہوئے بیت المقدس کو روانہ ہؤا۔ اور عید الضحیٰ تک وہیں انتظام و اہتمام میں مصروف رہا۔ اس کے بعد عسقلان کو گیا۔ اور اور رملہ کے انتظام اور بندوبست اور رعایا کے حالات کے تفحص اور ضروری احکام کے اجراء میں مصروف رہا۔ ملک عادل کو شاہزادہ عزیز عثمان کے ساتھ مصر روانہ کر دیا۔ اور خود عکا کے علاقہ کی طرف گیا۔ لشکروں کا جائزہ لیا۔ نئی فوجیں بھرتی کیں اور لشکروں کو سرحدوں کی حفاظت کے واسطے مقرر کر کے روانہ کیا۔ عکا کی حفاظت اور استحکام کے واسطے مجوزہ عمارات کی ترقی کو جو بہاؤالدین قراقوش کے زیر اہتمام بن رہی تھیں۔ دیکھتا رہا۔ اور خود دمشق کو روانہ ہؤا۔ حکام کی تبدیلیوں اور تقرریوں کی بابت احکام جاری کرنے اور ہر ایک قسم کی انتظامی ضروریات پر متوجہ ہؤا وسط ماہ صفر ۸۵ھ ہجری میں دربار بغداد کا سفیر سلطان کے پاس آیا۔ اور اس کی واپسی پر سلطان نے اپنا سفیر اس کے ہمراہ بھیجا۔ اور عجیب و غریب تحائف اور قیمتی اور نادر اشیاء مع عیسائی قیدیوں اور غنیمت کے بیش قیمت اسباب اور عیسائی بادشاہ کے تاج اور لباس اور صلیب اعظم کے جو صخرہ مقدسہ پر نصب کی ہوئی تھی خلیفہ کی خدمت میں بیت المقدس کی عظیم کامیابی کے نشان کے طور پر روانہ کر دیئے ⁂

آغاز ربیع الاول ۸۵ھ ہجری تک سلطان دمشق میں رہا۔ ۳۔ ربیع الاول کو پھر جہاد کے عزم سے نکل کھڑا ہوا شقیف ارنون کا جو بانیاس کے قریب ایک مضبوط قلعہ تھا۔ جا کر محاصرہ کیا۔ والی شقیف کی حکمت عملیوں نے کچھ عرصہ تک سلطان کو وہاں روکے رکھا۔ اور اس عرصہ میں سلطان نے اپنے وعدہ کے موافق عیسائی بادشاہ گوئی کو جو جنگ حطین کے وقت سے اس کی قید میں تھا اس شرط پر اور انجیل پر قسمیہ عہد لے کر آزاد کر دیا۔ کہ وہ سلطان کے خلاف تلوار نہیں اٹھائیگا اور کبھی اس کے مقابلہ میں جنگ نہیں کریگا سلطان نے سینکڑوں دفعہ کے تجربہ اور ہر ایک عیسائی کی بدعہدی کو ہزاروں دفعہ دیکھنے کے بعد ایک عیسائی کے عہد اور قسم پر خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو اعتبار کر لینے کی خطرناک غلطی کی۔ اس کے تکلیف دہ نتائج کسی اور بہتر طریقہ میں بیان نہیں کئے جا سکتے۔ جو ہمارے ایک آئندہ باب سے معلوم ہونگے ⁂

باب پنجم

عیسائی دنیا کی جدوجہد

سُلطان کی عظمت کا اعلان

مسلمانوں کی فتح بیت المقدس کی خبر یورپ میں بقول عیسائی مورخ کے اکتوبر ۱۱۸۷ء کے اختتام پر پُہنچی۔ اور اس زمانہ میں اس امر کا اندازہ کرنا بھی محال ہے کہ مغربی دنیا کو اس خبر سے کیسا کچھ صدمہ پُہنچا۔ عیسائی دنیا کی آنکھوں میں دُنیا تاریک ہوگئی۔ پوپ اربن ثالث کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اسی خبر کو سُنکر فرط غم اور اندوہ سے دل شکستہ ہو کر مر گیا[۱]۔ بقول فرانسیسی مورخ کے عیسائیوں نے اپنے ممالک کی تمام مصیبتیں یوروشلیم پر رونے کے واسطے فراموش کر دیں اور تمام پرائیویٹ کنبوں کے واسطے یہ غم سب غموں سے بڑھ گیا۔ پادری شہر بہ شہر ایسی تصویریں لئے پھرتے تھے جن میں حضرت مسیحؑ کی قبر کو گھوڑوں کے سُم روندرہے تھے۔ اور محمدؐ نے مسیح کو زمین پر گرا دیا تھا[۲]۔ یوروشلیم کے بادشاہ اور عیسائی نائٹوں کے مقید ہونے اور خداوند کی کواری عورتوں کی قسمت بچّوں کی مصیبتوں پر نوحے اور دردناک گیت پڑھے اور گائے جاتے تھے[۲]۔ اس کے علاوہ عجیب لغو اور

---

[۱] عیسائی مورخ آرچر کی رائے میں پوپ اربن اس خبر کے پُہنچنے سے ہفتہ عشرہ پہلے مرا ہے۔ اور اس واسطے وہ اسکی موت کو اس خبر سے منسوب نہیں کرتا۔ مگر ایک ایسی خبر کا جلدی سفر کرکے ایک ہفتہ پہلے پُہنچ جانا بھی ناممکن نہیں ہے ؎

[۲] حالانکہ یہ تمام باتیں غلط اور مصنوعی تھیں۔ سلطان نے عیسائی بادشاہ کو قید سے بہت جلد رہا کر دیا تھا۔ اور عیسائی لوگوں کے ساتھ جو رحم اور عفو کا سلوک سلطان نے کیا تھا اس کا دنیا کی تاریخ میں نہیں تو عیسائیوں کی تاریخ میں تو کہیں نشان بھی نہیں ہے۔ مگر عیسائیوں کا یہ جنون سلطان کے افعال کے واسطے کوئی موازنہ قائم کرنے والا نہیں ہے (مؤلف) ؎

لایعنی قصے اور افسانے۔ معجزات اور اظہار عجائبات کے مشہو کئے گئے مثلاً یہ کہ رگوڑ بیان کرتا ہے کہ جس روز صلاح الدین بیت المقدس میں داخل ہوا گیٹون کے عیسائی فقیروں نے چاند کو آسمان سے زمین پر اترتے اور پھر آسمان پر چڑھتے دیکھا۔ بہت سے گرجاؤں میں صلیبوں اور عیسائی ولیوں کی تصویروں سے عیسائی دینداروں کے سامنے خون کے آنسو نکلے۔ مچاڈ صفحہ ۴۳۵ ؛

عیسائی دنیا میں دفعتاً تبدیلی ہوگئی۔ مسیح کی قبر کے واسطے روتے ہوئے وہ انجیل کے احکام پر عمل کرنے لگے۔ اور بہتر ہو گئے۔ عیاشی شہروں سے خارج ہو گئی۔ تکالیف بھول گئیں اور خیرات افراط سے دیجاتی تھی۔ عیسائی راکھ پر سوتے تھے۔ اور اون کا کپڑا پہنتے تھے۔ اور مختلف قسم کی تکالیف اپنے واسطے خود ہی اختیار کرتے تھے ؛

ولیم آرچ بشپ آف ٹائر مشرق سے یورپ کو آیا کہ شاہان یورپ سے عیسائیوں کے واسطے امداد طلب کرے۔ فرانس اور انگلستان اس وقت باہم جنگ کر رہے تھے۔ ولیم نے ایک بڑی مجلس میں صلاح الدین کی فتح بیت المقدس کا حال بیان کیا جس سے سامعین پھوٹ پھوٹ کر رو دئے اور پھر اس نے ایک ایسی مؤثر اور پرجوش تقریر کی کہ عیسائیوں میں پھر وہی جنون اور جوش پیدا ہو گیا۔ ولیم نے مذہب کے نام سے جو ملامتیں عیسائی بادشاہوں اور سرداروں کو کیں ان کا بھی نہایت اثر ہوا اور ہنری دوم بادشاہ انگلستان اور فلپ آگسٹس بادشاہ فرانس جو اس وقت تک ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے گلے مل کر رو دئے۔ اور سب سے پہلے صلیب حاصل کی۔ رچرڈ ڈیوک آف گوائین (جو ہنری بادشاہ کا بیٹا تھا) فلپ کونٹ فلینڈرس ہیف کونٹ آف برگنڈی۔ ہنری کونٹ شمپین تھیباٹ کونٹ آف بلائیس۔ رٹرو کونٹ آف پرچی اور کثیر التعداد سرداروں اور نائیٹوں اور فرانس اور انگلستان کے اکثر بشپوں نے ارض مقدس کو چھڑانے کی قسم کھائی اور تیاریاں ہونے لگیں (مچاڈ صفحہ ۴۳۸) ؛

اس مقدس مہم کے واسطے روپیہ کی ضرورت تھی اور اس کا انصرام کرنے کے واسطے بادشاہوں اور سرداروں اور بشپوں (پادریوں) کی ایک مجلس منعقد ہوئی۔ اور اس مجلس نے یہ فیصلہ کیا کہ جو لوگ صلیب نہ لیں یعنی بذات خود شریک جنگ نہ ہوں وہ اپنی آمدنیوں اور ہر ایک قسم کی جائداد کا ایک دسواں حصہ خرچ کے واسطے دیں صلاح الدین کے ہتھیاروں کا جو خوف اور ہیبت تمام عیسائی دنیا پر چھا گئی تھی۔ وہ اس شکل میں ظاہر ہوئی کہ اس خراج یا محصول کا نام سلاڈین ٹینتھ Saladi tinth یعنی عشر صلاح الدین رکھا گیا۔ یہ ٹیکس جس کو بعض

انگریزی مورخوں نے بجائے عشر صلاح الدین کہنے کے صرف صلاح الدین ٹیکس کہا ہے۔ انگلستان اور فرانس میں وصول کیا گیا۔ اور اس عشر کے دینے سے انکار کرنے والے کے واسطے مذہب اور برادری سے اخراج کا حکم تھا یعنی صلاح الدین کے نام کا خراج جو شخص ادا نہیں کرتا تھا وہ عیسائی نہیں رہتا تھا۔ پادریوں نے پہلے کچھ چون وچرا کی۔ اور اپنے مالوں سے مسیح کے نام کو زیادہ عزیز سمجھنے کی طرف میلان نہ ظاہر کیا۔ اور کہا کہ ان کی مقدس دعائیں ہر ایک ضرورت کے پورا کرنے اور ہر ایک مدد کے واسطے کافی ہیں۔ مگر وہ بھی آخر کار مجبور ہو گئے۔ جو اقرار ایک فاتح کے فتحمند ہتھیاروں اور ڈرانے والے نام کا پورپ نے صلاح الدین کے واسطے کیا ہے۔ وہ کسی فاتح کو دنیا میں اور کہیں نہیں نصیب ہوا ہو گا۔ اور عشر صلاح الدین اور ٹیکس صلاح الدین اس کی ایک دائمی یادگار تاریخ کے صفحوں پر رہنے والی ہے۔ مورخ گبن کہتا ہے کہ "سب سے زیادہ شریف یادگار Noble monuments ایک فاتح کی ناموری کی اور اس خوف وہیبت کی جو اس نے پیدا کیا عشر صلاح الدین Saladin Tenth ہے۔ رابسن مترجم میچاڈ کہتا ہے کہ "یہ ایک نہایت عجیب وغریب واقع ہے اور صرف صلاح الدین کی ناموری ہی کا ہمارے پاس اعلان نہیں کرتا ہے۔ جو ایک دور ودراز ملک میں بادشاہ تھا۔ بلکہ ویسے ہی اس خوف اور دہشت کا اظہار ہوتا ہے۔ جو یورپ کو اس کے نام سے تھی۔ باوجود ایک بڑی تشبیہ کے ہم نے اپنے انکم ٹیکس کا نام بونا پارٹ ٹیکس نہیں رکھا تھا جیسا کہ ہم نے کیا ہوتا" جو شاہی فرامین عشر صلاح الدین کی نسبت لکھ کر مشتہر کئے گئے تھے۔ اس کی نقل میچاڈ کی کتاب کے ضمیمہ میں مرقوم ہے اور صلاح الدین کی عظمت اور ناموری کے اقرار کی اصلی شہادت ہے۔

اسی اثنا میں فرانس اور انگلستان میں پھر جھگڑا اور جنگ ہو گیا۔ اور عشر صلاح الدین کا ایک حصہ اس میں صرف ہو گیا۔ اسی تنازعہ میں ہنری شاہ انگلستان اور اس کے بیٹے ضدی چرڈ کے درمیان سخت بگاڑ ہو گیا۔ مگر آخر کار کچھ مصالحت ہو گئی۔ ہنری اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد رچرڈ کو بد دعائیں دیتا ہوا۔ اس دنیا سے گذر گیا۔ اور رچرڈ انگلستان کا بادشاہ ہوا۔ انگلستان کے تخت پر بیٹھ کر اس نے اپنے بیت المقدس کے چھڑانے کے وعدے کو پھر یاد کیا۔ اور سرگرمی سے تیاری میں مصروف ہوا۔ انگریزی قوم کی اس تیاری کے ایک معنی بے پناہ یہودیوں پر ظلم کرنا تھا۔ پہلے کروسیڈوں میں بھی روپیہ کی ضرورت اسی بدنصیب قوم کا خون بہا کر پوری کی گئی تھی۔ کیونکہ روپیہ کے ذخائر ہمیشہ ان کے قبضے میں خیال کئے جاتے تھے۔ اس دفعہ بھی لنڈن اور یارک وغیرہ شہروں میں انہیں کی ایک بہت بڑی تعداد کا قتل عام کیا گیا (میچاڈ صفحہ ۱۴۲)۔ لیکن اس لوٹ سے اور عشر صلاح الدین سے

جو نہایت جبر اور تشدد سے وصول کیا جاتا تھا۔ انگلستان کے بادشاہ کی ضرورت اور خواہش پوری نہ ہوئی رچرڈ نے جاگیرات خاصہ بیچ دیں۔ اور سلطنت کے تمام بڑے عہدوں کو فروخت کر دیا۔ اور کہتا تھا کہ شہر لنڈن بھی بیچنے کو تیار ہوں۔ اگر کوئی اس کا خریدار پیدا ہو سکے۔ اس کے بعد وہ نارمنڈی میں گیا۔ اور اس دولتمند صوبہ کی جاگیرات سے بہت سا روپیہ جمع کیا۔ (مچاڈ صفحہ ۲۴۴) ؛

انگلستان اور فرانس دونو جب اس سفر کی تیاریاں کر چکے۔ تو دونو بادشاہوں نے ایک ملاقات کی اور سمندر کے راستے سفر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور فوج وغیرہ کے اچھے چلن کے واسطے کچھ قواعد مقرر کئے۔ خاص جرائم کے واسطے خاص سزائیں تجویز کیں۔ اور چونکہ پہلے کروسیڈ وں میں عورتوں کی شمولیت سے خرابیاں پیدا ہوئی تھیں۔ اس دفعہ عورتوں کا ساتھ لے جانا ممنوع قرار دیا گیا۔ اور جوا کھیلنے کی مختلف کھیلیں بند کر دی گئیں۔ فرانس کے بادشاہ اور اکثر والیان ریاست اور سرداران کا اپنے ملکوں کو واپس آنے کا ارادہ یا یقین نہیں تھا۔ انہوں نے اپنے پیچھے انتظام ملک کے واسطے وصیتیں کر دیں۔ اور رچرڈ اور فلپ دونو سمندر کے راستے سے مختلف مقامات سے روانہ ہو گئے۔ جو جھگڑے اور تنازعات ان دونو بادشاہوں میں یا جو اور واقعات ان پر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے مقام پر پہنچنے سے پہلے گذرے ہیں وہ ہمارے مضمون کی وسعت سے خارج ہیں ؛

ولیم آف ٹائر یعنی اس کروسیڈ کا واعظ فرانس سے جرمنی کو گیا تھا۔ کہ فریڈرک باربروشا شہنشاہ جرمنی کو اس جنگ میں شریک ہونے اور صلیب لینے کی ترغیب دی۔ فریڈرک اگرچہ ایک سن رسیدہ بادشاہ تھا لیکن اپنی شجاعت کے سبب بڑا نامور اور چالیس لڑائیوں میں داد مردانگی دے چکا تھا دنیوی شان و شوکت میں وہ بڑا مشہور تھا۔ اور اب اس کو اپنے مذہبی پر جوش ہمعصروں میں ناموری حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ اور اس جنگ کے واسطے جانے کو تیار ہو گیا۔ اور اقرار کر لیا۔ ایک مجلس میں جرمنی کے امراء اور والیان ممالک اور مذہبی عہدہ دار جمع ہوئے۔ اور ولیم کے ہاتھ سے کروسیڈ کا نشان حاصل کیا۔ بادشاہ کے بعد اس کے بیٹے ڈیوک آف سوابیا۔ لیوپولڈ ڈیوک آف آسٹریا۔ برتھولڈ ڈیوک آف مریویا۔ ہرمن مارکوئیس ڈیوک آف بیڈن۔ کونٹ آف نسو۔ اور اور بہت سے سرداروں اور پادریوں نے صلیبیں لیں اور مسیح کی قبر کو چھڑانے کے واسطے قسمیں کھائیں تمام گرجاؤں میں جنگ کا وعظ کیا گیا۔ اور معجزات کا زور و شور سے بیان کیا گیا ہے۔ اور جو لوگ جنگ میں جانے کو تیار ہوئے۔ اُن کی بھیڑ اور مجمع اس قدر عظیم تھا کہ ان کے جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے واسطے

تدابیریں کرنی پڑیں۔ یہی فریڈرک دوسرے کروسیڈ میں اپنے چچا کانرڈ کے ساتھ گیا تھا۔ اور آدمیوں کے ہجوم کی کثرت سے جو مصیبتیں اس پر نازل ہوئی تھیں۔ اُن سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس واسطے اس نے حکم دیا کہ صرف وہ لوگ جا سکینگے۔ جو تین مارک (سکہ) چاندی کے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ اور تمام آوارہ گردوں اور مہم جو لوگوں کو خارج کر دیا +

فریڈرک نے اپنی روانگی سے پیشتر شاہنشاہ قسطنطنیہ اور سلطان قونیہ کے پاس سفیر بھیجے اور ان کے ملک سے بآزادی گذرنے کی درخواست کی اور بعد ازاں خود سلطان صلاح الدین کے پاس سفارت بھیجی۔ اور لکھا کہ یروشلیم اور دوسرے عیسائی شہر جو عیسائیوں کے قبضہ میں تھے۔ ان کو واپس دیدے ورنہ اسکے ساتھ جنگ کریگا۔ شاہنشاہ فریڈرک کا یہ نامہ اور سلطان صلاح الدین کا جواب بیزنی اس مشہور پیرس اور جیافری ڈی دنسوف تین قدیم مورخین کروسیڈ کی تاریخوں میں محفوظ ہیں۔ فریڈرک کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ صلاح الدین نے اس سے پہلے کبھی کوئی خط فریڈرک کو لکھا تھا چنانچہ فریڈرک اپنے خط کے آغاز میں لکھتا ہے۔ کہ آپ کے نامہ کے جواب میں ہم خط لکھنے والے تھے۔ لیکن اب یہ سنکر کہ آپ نے ارض مقدس کو ناپاک کیا ہے۔ اور ایک مجرمانہ دلیری کی ہے ہم باختیارات شاہنشاہ دائمی اور محافظ فلسطین وغیرہ آپ کو بارہ ماہ کی میعاد کے واسطے خالی کرنے اس سرزمین کی اور عیسائیوں کی طمانیت کرنے کے واسطے دیتے ہیں۔ ورنہ آپکے خلاف جنگ کرینگے۔ اس کے بعد کچھ شیخی بگھاری ہوئی ہے کہ ہم ایسے ہیں اور ویسے ہیں۔ اور عجیب بے سروپا باتوں کا ذکر ہے۔ اور اپنی سلطنت کی بزرگی اور بیشمار معاونین کے ناموں سے ڈرایا ہے سلطان صلاح الدین نے بھی اس کا جواب ترکی بہ ترکی دیا ہے اور اپنے معاونین کے نام گنانے اور اپنی طاقت کی فضیلت وغیرہ بیان کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ عیسائی اگر امن اور خیریت چاہتے ہیں۔ تو دو چار شہر جو ان کے قبضہ میں رہگئے ہیں۔ اُن کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ ورنہ وہ بھی اسی طرح بزور شمشیر اس سے فتح کئے جاوینگے +

فریڈرک ایک لاکھ منتخب فوج لیکر روانہ ہوا۔ اور ہنگری اور بلگیریا کو عبور کر کے یونانی سلطنت میں داخل ہوا۔ قسطنطنیہ میں آئیزک انگیلس تخت نشین تھا۔ اس کی نسبت عیسائی مورخ شکایت کرتے ہیں کہ اس نے شاہنشاہ فریڈرک کے ساتھ عہد و پیمان کرنے کے ساتھ ہی سلطان صلاح الدین سے بھی خط و کتابت اور عیسائی حملہ آوروں کے خلاف جنگ کرنے کی سازش کی۔ اور کروسیڈروں سے لڑائی بھی کر گذرا۔ مگر شکستیں کھا کر خاموش ہو رہا۔ یونانیوں سے گذر کر قونیہ کے ترکوں سے فریڈرک کی فوج کو مقابلہ پیش آیا۔ مگر وہ بڑھتا چلا گیا۔ کوہ طور کو عبور کر کے شام کی طرف روانہ ہوا۔ مگر دریائے

سلف کے کناروں سے آگے بڑھنا اس کی قسمت میں نہیں تھا بعض مورخ کہتے ہیں کہ نہانے کے واسطے دریا میں گھسا تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ دریا عبور کرنے کے واسطے اس نے گھوڑا دریا میں ڈالا تھا غوطے کھاتا ہوا۔ اور نیم جان دریا سے نکالا گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد یورشلیم کی طرف منہ کئے ہوئے جس کو مسلمانوں سے چھینے لینے آیا تھا۔ مگر اس کا دیکھنا بھی اس کے نصیب میں نہیں تھا۔ سب سے بڑا اور نامور عیسائی بادشاہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کی فوج نے اس کی موت پر بہت گریہ وزاری کی اور اس کی ہڈیوں کو بیت المقدس میں دفن کرنے کے واسطے جمع کیا۔ مگر اس سرزمین میں اس کو قبر بھی حاصل نہیں ہوئی۔ فوج کی حکمرانی شاہنشاہ فریڈرک کے بیٹے فریڈرک ڈیوک آف سوابیا کے سپرد ہوئی مگر بھوک تکان اور بیماری سے اس کا اس قدر نقصان ہؤا۔ کہ کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ فوج میں سے سات سو سوار اور پانچ ہزار پیادے باقی رہ گئے تھے۔ جو آخر کار عکا کا محاصرہ کرنے والی عیسائی فوج کے ساتھ شریک ہو گئے ✦

باب ششم

عیسائی دُنیا اور سُلطان کا مقابلہ

یورپ میں جب کروسیڈ کا وعظ اس زور و شور سے ہو رہا تھا۔ اور مسلمانوں کی فتح بیت المقدس پر ماتم اور اس کو مسلمانوں سے چھڑا لینے کے واسطے ایسی سرگرمی سے تیاریاں ہو رہی تھیں سلطان صلاح الدین اپنی فتوحات کی وسعت میں مصروف تھا۔ اور اس مشرقی عیسائی سلطنت کے تمام شہروں سے صرف صور (ٹائر) باقی رہگیا تھا جس کو ایک عیسائی سردار مرکیس (کانرڈ) نے پہنچکر بچالیا تھا مرکیس کے صور میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لینے پر تمام بچے کھچے عیسائی اور ٹمپلر اور ہاسپٹلر فرقہ کے سپاہی اس میں جمع ہو گئے تھے۔ اور ایک اچھی جمعیت صور کی حفاظت کے واسطے پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن سلطان نے بہت عرصہ تک صور کو بغیر فتح کئے نہ چھوڑا ہوتا۔ اگر سلطان کی اپنی غلطی نے میدان کارزار کو ایک دوسری سمت میں تبدیل کر کے اس کی تمام توجہ کو اس طرف مصروف نہ کر دیا ہوتا۔ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ سلطان نے عیسائی بادشاہ گوئی کو جو جنگ حطین میں مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو گیا تھا۔ انجیل پر قسم کھلوا کر کہ وہ سلطان کے برخلاف کبھی ہتھیار نہیں اُٹھائیگا قید اور غلامی سے آزاد کر دیا تھا۔ سلطان کی غلطی یہی تھی کہ اس نے ایک عیسائی کی قسم پر خواہ وہ بادشاہ ہی تھا۔ اعتبار کر لیا تھا۔ گوئی نے قید سے آزاد ہوتے ہی سب سے اول اپنے پادری سے اس قسمیہ عہد و پیماں کو کالعدم کرایا۔ اور اپنی کھوئی ہوئی حکومت کو پھر حاصل کرنیکے واسطے عیسائیوں کو طلب کیا مگر اس وقت اُنہوں نے اس کی حمایت و شراکت کو نامنظور کیا۔ تاہم نو دس ہزار عیسائی اس نے اپنے گرد جمع کر لئے۔ اور عکا کے محاصرہ کا ارادہ کر کے عکا کی جانب بڑھا۔

عکا بحیرہ روم کے ساحل پر ایک نہایت مفید اور کارآمد بندرگاہ تھا۔ اور ایک بڑے میدان کے

انتہا پر جو تین طرف سے بلند پہاڑیوں اور ایک طرف سے سمندر سے محیط تھا واقع تھا عیسائیوں کی اس مشرقی سلطنت کے واسطے ایک نہایت فائدہ بخش مقام ہونیکے سبب سے مشہو ہو چکا تھا۔ مغرب کے عیسائی حاجی اور مجاہد جو سمندر کے راستہ سے آتے تھے۔ اسی بندر پر اترتے تھے۔ یورپ کی تجارت کی درآمد برآمد اسی راستہ سے ہوتی تھی۔ سلطان صلاح الدین نے اس کو فتح بیت المقدس کے بعد عیسائیوں سے چھین لیا تھا۔ اور اس کی مرمت اور درستی کرکے بہت مضبوط بنا دیا تھا۔ بادشاہ گوئی نے اس کے محاصرہ کا ارادہ اس خیال سے نہیں کیا تھا۔ کہ وہ دس ہزار عیسائی فوج کے ساتھ اس کو فتح کر لینے کی توقع کر سکتا تھا۔ بلکہ اس کا مدعا یہ تھا۔ کہ یورپ سے جو بیشمار فوجیں اور کروسیڈ بیت المقدس کی حمایت کے واسطے روانہ ہوئے ہیں وہ اسی مقام پر اُتریں گے۔ اور قدرتی طور پر ان کی معاونت سے فائدہ حاصل کرے گا۔ اور اپنی عزت اور رسوخ کو پھر قائم کرلے گا۔ عکا اسی سبب سے عیسائیوں اور مسلمانوں کی زور آزمائی کی جگہ قرار پانے کے واسطے مشہور ہونے والا تھا۔ اور عیسائی بادشاہ کو اپنی توقعات میں حد سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ یورپ سے عیسائی کروسیڈروں کی فوجیں اسی مقام پر مسلسل اور متواتر طور پر پہنچنی شروع ہوئیں۔ اور فرانسیسی اور انگریزی اور فلیمش کروسیڈ رجو فلپ اور رچرڈ سے بیشتر روانہ ہوئی تھیں۔ اپنے وقت کے ایک مشہور کپتان اور سپہ سالار جیفویس کے ماتحت عکا پر آ اُتریں +

ان کے بعد جنیوا۔ وینس۔ پیسا اور صوبہ جات اٹلی کی فوجیں وارد ہوئیں۔ اس کروسیڈ میں جنوبی اور مغربی یورپ کے سوائے شمالی یورپ میں بھی نہایت سرگرمی سے کروسیڈ کا وعظ کیا گیا تھا اور ان اطراف سے بھی عیسائیوں نے اپنے مقدس جنگ کیواسطے ہتھیار اُٹھائے تھے۔ جو اب عکا کے عیسائی محاصرین میں شامل ہو گئے تھے۔ رچرڈ اور فلپ کے پہنچنے سے پہلے اسی ہزار عیسائی فوج عکا کے محاصرہ میں جمع ہو چکی تھی۔ اور عکا پر حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ (مجاہد صفحہ ۴۵۵) یہی تیسرا کروسیڈ تمام کروسیڈوں میں زیادہ مشہور اور ممتاز ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے کروسیڈوں میں صرف عام عیسائی اور دوسرے درجہ کے رئیس شریک ہوئے تھے اس تیسرے کروسیڈ میں اول درجہ کے خود مختار اور سلاطین یورپ نے ہتھیار اُٹھائے تھے۔ اور اپنی طاقت سے بڑھ کر فوج اور روپیہ ہر ایک وسیلہ سے جمع کیا تھا۔ اور گویا تمام یورپ یکبارگی ایشیا کی سرزمین پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کے بعد کے کروسیڈوں میں بھی اگرچہ بعض مشہور بادشاہ یورپ سے مسلمانوں سے جنگ کرنے اور بیت المقدس کی حمایت کے واسطے ہیں۔ مگر ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ بادشاہ شریک ہو کر نہیں آئے اور

اسلام میں جمع نہیں ہوئے۔ پس اسی کر دسیڈ میں سلطان کو تمام یورپ مقابلہ کرنے کو تھا۔
سلطان نے آغاز میں بادشاہ گوئی کی اس عہد شکنی اور عکا کا محاصرہ کرنے کی کوششوں کو نہایت
حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور چنداں قابل توجہ ہی نہیں خیال کیا لیکن جب اس نے یورپ سے
کثیر التعداد عیسائیوں کی آمد اور عکا کے محاصرہ میں شریک ہونے کی خبریں سنیں تو لشکروں کو جمع کیا
اور عکا کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ اور نہایت حکمت عملی سے فوجوں کو مختلف راستوں سے نکال کر
لاتا ہوا عکا میں پہنچ گیا۔ مرج عکا میں خیمے نصب کر دیئے۔ اور فوج کی آراستگی میں مصروف ہوا۔
عیسائیوں نے عکا کے مسلمانوں کا محاصرہ کیا ہوا۔ اور سلطان کی فوج نے عیسائی محاصرین کو گھیر لیا
مسلمانوں کا لشکر نہر حلو سے تل عیاضیہ تک پھیلا ہوا تھا۔ عیسائی فوجوں کی آمد کا تانتا بندھا ہوا تھا۔
اور مسلمانوں کی فوجیں جو سلطان نے طلب کی تھیں۔ وہ بھی متواتر آرہی تھیں۔ تقی الدین حماۃ سے
اور مظفر الدین بن زید الدین بھی پہنچ گئے۔ عیسائی اگرچہ عکا کا احاطہ کئے تھے لیکن شروع میں وہ مسلمانوں
کی آمد و رفت کو شہر اور لشکر کے درمیان روک نہیں سکتے تھے۔ جب مزید عیسائی فوجیں پہنچ گئیں
تو انہوں نے شہر کا احاطہ کامل طور پر کر لیا۔ اور مسلمانوں کی آمد و رفت کو مسدود کر دیا۔ سلطان کو یہ
امر نہایت ناگوار گذرا۔ اور ابتدا میں تو وہ بعض مصلحتوں سے عیسائیوں پر حملہ کرنے سے اپنی فوج
کے جوش کو روکے ہوئے تھا لیکن اس وقت اس نے حملہ کی تیاری کا حکم دیدیا اور یکم شعبان ۵۸۵ھ
کو نماز جمعہ کے بعد حملہ کر کے عیسائی فوج کو ہلا دیا۔ رات تک جنگ ہوتی رہی۔ اور فوجیں ہتھیار پہنے
ہوئے ہی اپنی اپنی جگہ پر پڑی رہیں۔ اگلی صبح کو سلطان نے مسلمانوں کی فوج کا ایک منتخب دستہ فوج
عکا کی شمال کی طرف سے بھیجا۔ جس نے دشمن پر حملہ کر کے ایک فاش شکست دی۔ اور جماعت
کثیر قتل کر ڈالی۔ اور جب عیسائی ہزیمت خوردہ ہو کر بھاگے تو اس خالی جگہ میں مسلمانوں کی فوج کے
پہرے قائم کر دیئے۔ جس سے شمال کی طرف سے عیسائیوں کی فوجوں کی آمد بند ہو گئی۔ اور مسلمانوں
کی آمد و رفت کے واسطے قلعہ کا دروازہ کھل گیا۔ اور ایک اکیلے مرد تک کو آنے جانے میں کچھ
دقت نہ رہی۔ سلطان ظہر کے وقت خود عکا میں داخل ہوا۔ اور فصیل پر چڑھ کر عیسائیوں کے لشکر کا مقابلہ
کرتا رہا۔ اگلا دن شہر اور لشکر کی اسلامی فوجوں کی تبدیلی میں گذرا۔ اور سلطان نہایت مصروفیت
سے ہر ایک امر کے اہتمام میں مصروف تھا۔ یہاں تک کہ اس کے طبیبوں کا بیان ہے جمعہ سے
اتوار تک سلطان نے کوئی طعام نہیں کھایا۔ اور ہمہ تن انتظام فوج اور آراستگی لشکر میں مستغرق رہا
محصور مسلمانوں کا ہر ایک مقام سے جہاں کہیں ضروری تھا مزید استحکام کیا۔ اور تازہ فوج شہر میں

داخل کر کئے منتخب اور بہادر اور جری افسر ان پر مقرر کئے۔ اور لڑائی شروع ہو گئی محصور مسلمان شہر کے اندر سے نکلکر عیسائیوں پر حملہ کرتے تھے۔ اور بیرونی لشکر باہر سے حملہ آور ہوتا تھا۔ عیسائی فوج نے اپنے گرد خندقیں کھود لی تھیں۔ اور حملوں کی مدافعت کے علاوہ حملہ کرنے کے موقعوں سے بھی نہیں چوکتی تھیں۔ ۸ شعبان کو انہوں نے نکلکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کی اور فوج کو آراستہ کیا۔ مسلمان لشکر پہلے سے تیار تھا۔ اور سلطان کے للکارنے پر ایک ہی دفعہ عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے عیسائیوں نے شکست کھا کر اپنے خیموں تک پہنچنا غنیمت سمجھا۔ اور پھر کئی روز تک خیموں سے نکل کر حملہ کرنے کا حوصلہ ان کو نہ ہوا۔ سلطان نے اسی سبب سے ان کے لشکر سے پرے ہٹ جانا مناسب سمجھا تاکہ اس احاطہ میں وسعت ہو۔ اور عیسائیوں کو خیموں سے نکلنے کی تحریص ہو۔ اپنے لشکر کو اس نے تل عیاضیہ پر جما دیا۔ اور عیسائیوں کی حرکت کا انتظار کرنے لگا۔ ۱۱ شعبان کو فرنگیوں کے لشکر میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور تمام سوار اور پیادے اپنے خیموں سے نکل کھڑے ہوئے۔ نئی عیسائی فوجوں اور جہازوں کی آمد سے عیسائیوں کے دل بڑھ گئے تھے۔ اور مسلمان دمیاط اور سکندریہ کے جہازوں کے نہ پہنچنے کے سبب سے متردد تھے۔ عیسائی فوج کی تعداد اب بہت بڑھ گئی تھی۔ نہایت مشہور بہادر اور سپہ سالار ان میں موجود تھے۔ بیکس دکانرو، اپنی فوج کے ساتھ ان میں شریک ہو چکا تھا اور بڑے اطمینان اور جوش کے ساتھ اپنی خندقوں سے نکلکر انہوں نے فوج کو میدان میں آراستہ کیا۔ گویا بادشاہ کے آگے تخت پر ایک انجیل رکھی ہوئی تھی۔ جو اطلس کے پردوں سے ڈھپی ہوئی تھی۔ اور چار آدمیوں نے تخت انجیل کو اٹھایا ہوا تھا ممالک یورپ اور تمام اقوام کی فوجیں اپنے اپنے سرداروں کے زیر حکم دائیں بائیں اور قلب میں آراستہ تھیں۔ اور ایک مضبوط دستہ فوج جہاں مطلوب ہو۔ ضرورت کے وقت امداد کرنے کو علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ عیسائی لشکر کو اپنی مضبوطی اور طاقت پر اس قدر اعتماد اور ناز تھا۔ کہ ایک عیسائی نے جوش میں آکر با آواز بلند کہا کہ "خدا کو اس وقت خاموش ہو رہنا چاہئے۔ اور فتح ہماری ہے"۔

عیسائی لشکر کو نکلتا اور تیار ہوتا دیکھ کر سلطان نے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور نہایت احتیاط سے چپ و راست اور صفوں کو ترتیب دیا لشکر کے قلب اور میمنہ کے قلب میں ملک فضل اور ملک ظاہر دو نوشاہزادے تھے۔ میمنہ میں موصلیوں کی فوج میں ظہیر الدین ابن البلنکری تھا۔ دیار بکر کے لشکر میں قطب الدین صاحب حصن اور حسام الدین عمر بن لاجین صاحب نابلس اور رقاماز نجمی تھا اور ایک طرف ملک مظفر تقی الدین سمندر کے کنارہ کی جانب اپنے لشکر میں تھا۔ میسرہ میں قلب کے

قریب سیف الدین علی بن احمد شعوب جو کردوں میں سے ایک مشہور سردار تھا۔ اور امیر محلی اور حجاب مہرانیہ وہکاریہ اور مجاہد الدین برنقش شنجار کے لشکر کا سپہ سالار اور سلطانی مملوکوں کا ایک طائفہ اور مظفرالدین بن زین الدین کھڑے تھے۔ اور میسرہ کے اخیر پر اسدی مملوک استادہ تھے۔ بقول فرانسیسی مورخ کے سلطان نے فوج کی ترتیب اس طرح پر کی تھی۔ عیسائیوں کو دریا اور سمندر کے درمیان محیط کرلیا تھا کہ اگر عیسائی شکست کھا گئے تو ان کی واپسی کی کوئی صورت نہیں رہےگی ۔

عیسائی تیر اندازوں اور عیسائیوں کے رسالہ نے اول حملہ کیا۔ چونکہ یہ حملہ عیسائیوں کے میمنہ نے مسلمانوں کے میسرہ پر حملہ کیا تھا۔ تقی الدین جو سمندر کی طرف تھا سامنے بڑھا سلطان نے قلب سے اس کی امداد کرکے اس کو قوی کردیا قلب میں جو لوگ معین تھے۔ انہوں نے اس کمی سے اپنا ضعف محسوس کیا۔ تو وہ قلب سے میمنہ کی طرف پھر گئے۔ عیسائیوں نے اس موقع پر شدید حملہ کیا۔ اور دیار بکر کی فوجوں پر جا پڑے جو پیچھے ہونے کے سبب سے جنگ سے غافل تھے۔ وہ سامنے سے ہٹ کر بھاگ نکلے۔ اور میمنہ کو بے پناہ چھوڑ گئے دشمن اپنے بڑھتے چلے آئے۔ یہاں تک کہ مقام عیاضیہ تک پہنچ کر تل کا محاصرہ کرلیا۔ اور سلطانی خیمہ کے محافظوں کو قتل کردیا۔ ہزیمت خوردہ لشکر بھاگ کر بہت دور نکل گئے۔ اقحوانہ سے گذر کر طبریہ کے پل کو عبور کرنا تو بجائے خود رہا بعضوں کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے دمشق ہی میں پہنچ کر دم لیا۔ مسلمانوں کے میمنہ کو شکست ہوئی تھی قلب کے لشکر پہلے ہی منتشر ہوگئے تھے میسرہ کی فوجیں بدستور جمی رہیں اور سلطان قلب میں چند مملوکوں کے ہمراہ کھڑا رہ گیا۔ اور نہایت خطرہ کی حالت میں تھا مگر ایک تجربہ کار اور بہادر جرنیل کی طرح ایک لمحہ کے واسطے بھی اس کو استقلال نے نہیں چھوڑا۔ اور کوئی ہراس اس کے چہرے سے نہیں معلوم ہوا۔ عیسائی لشکر جب خیموں کے لوٹنے اور محافظوں کے قتل کرنے میں مصروف تھا۔ وہ باقیماندہ لشکر کو جمع کرکے ترتیب دے رہا تھا اور بڑھ کر اور فوج کو تیار ہوا تل کے نیچے آکھڑا ہوا۔ جس پر خیمے نصب تھے اس وقت صرف چند آدمی اس کے ہمراہ تھے۔ جو عیسائی فوج مسلمانوں کے کیمپ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کو باقی عیسائی لشکر سے اس نے کاٹ دیا اور ان پر حملہ کرکے سب کو کاٹ ڈالا۔ صرف چند نفر عیسائی بچے جو بھاگے جا رہے تھے اور مسلمان ان کے تعاقب میں ان کے پیچھے تھے۔ عیسائی لشکر اپنی فوج کی شکست کے خیال سے یکایک دل چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اور میسرہ کی مسلمان فوج مع ملک مظفر کے جو میمنہ سے آکر ان میں شریک ہوا تھا عیسائیوں پر ٹوٹ پڑی اور ایسا شدید حملہ کیا کہ عیسائیوں کے حواس باختہ ہوگئے۔ عیسائی اپنے خیموں میں جا گھسے۔ مگر مسلمانوں نے انکو وہاں بھی نہ چھوڑا اور جب تک تھک نہ گئے اپنے مقام پر واپس نہ آئے۔ تمام میدان عیسائیو

کی لاشوں سے بھرا ہوا تھا۔ جو عیسائی سمندر میں غرق ہوئے ان کے علاوہ مقتولین کی لاشوں کا شمار سات ہزار سے کم نہیں تھا۔ اور بہت سے مشہور اور نامی سرداروں کی لاشیں انہیں مقتولین میں تھیں۔ مسلمان مورخ اپنا نقصان بہت کم بیان کرتے ہیں۔ اور کمی کو بھگوڑوں کی کثرت تعداد سے منسوب کرتے ہیں مسلمانوں کے خیموں تک جب عیسائی پہنچ گئے تھے تو انکے محافظ مملوک اور غلام بھی بھاگتے ہوئے خیموں سے جو کچھ ہاتھ لگا تھا لے بھاگے تھے۔ عیسائیوں کو تو مسلمانوں کی غنیمت لے کر اپنے خیموں تک سلامت پہنچنا نصیب نہ ہوا تھا لیکن جو مال و متاع فراری لے گئے تھے اس کو سلطان نے فرامین لکھ کر اور قاصد بھیجکر مشکل سے واپس جمع کرایا۔ اور لوگوں کی اپنی شناخت پر اُن میں تقسیم کر دیا۔

سلطان نے جس استقلال اور دلیری کے ساتھ اس جنگ کی بگڑی ہوئی صورت کو بنایا۔ اور مسلمانوں کو سنبھال کر ان کی شکست کو فتح سے تبدیل کر دیا۔ اس کے ایک بے نظیر جرنیل اور سپہ سالار ہونے کا یہ اکیلا واقعہ بجائے خود ایک عمدہ ثبوت ہے اور اس کی تصدیق فرانسیسی مورخ کے اقوال سے بوجہ احسن ہوتی ہے۔ جو اس جنگ کی کیفیت کو حسب ذیل بیان کرتا ہے مسلمانوں کی پہلی ہزیمت کا حال بیان کر کے لکھتا ہے۔ کہ "صلاح الدین میدان جنگ میں تقریباً تنہا رہ گیا۔ اور کئی دفعہ سخت خطرہ میں تھا۔ اپنے چند وفادار مملوکوں کے ساتھ اس نے اپنی پریشان شدہ فوج کو جمع کرنے کی کوشش کی اور آخر کار ان کا دل بڑھانے میں کامیاب ہو گیا۔ جوں ہی اس کو سہارے کے اسباب مل گئے۔ وہ اپنی مشہور اور ممتاز سرگرمی کے ساتھ لڑائی کے لئے واپس آیا۔ اور عیسائیوں پر ٹوٹ پڑا جس کو اس نے فتح کی تمام بے ترتیبی میں پریشان اور تتر بتر کر دیا مسلمانوں کے رسالہ نے اپنی باری میں حملہ کیا۔ اور فرنگیوں کے رسالہ کو منتشر کر دیا۔ عیسائی فوج کی مختلف جماعتیں ایک دوسری سے جلد علیحدہ ہو گئیں۔ اور بھاگتے میں سنبھل کر جمع ہونے کی بیفائدہ کوششیں کیں۔ اس وقت ٹمپلر فرقہ کا گرینڈ ماسٹر فوج ازرو (پسماندہ) (جو فوج کہ ضرورت کے وقت امداد دینے کے واسطے علیحدہ کی ہوئی تھی) لے کر کمک کے واسطے بڑھا تاکہ مفرورین کو تھامے۔ لیکن مسلمانوں کے رسالہ سے اس کا مقابلہ ان کے پورے زور کی رفتار میں ہوا۔ جو ہر چیز کو اپنے سامنے سے پیستے اور فنا کرتے جا رہے تھے۔ پہلے ہی ہلہ میں یہ فوج ازرو لوٹ گئی۔ اور کئی دفعہ پھر حملہ کرنے کے واسطے آئی لیکن مسلمان سواروں کے ناقابل روک حملہ کے سامنے کھڑی نہ ہو سکی۔ تمام طرف سے کروسیڈروں کے ہاتھ سے فتح نکلی جا رہی تھی۔ اور تمام طرف پریشانی اور ابتری پھیلی جا رہی تھی۔ جب دست چپ کی فوج بھاگ گئی اور فوج رولیف کا دستہ مسلمانوں کو روکنے کی بیفائدہ کوشش کر رہا تھا۔ تو دست راست اور قلب پر صرف

حلب اور موصل وسنجار کے شاہزادوں نے بھی تقی الدین عمر کی شمولیت سے حملہ نہیں کیا۔ بلکہ عکا کے محصورین بھی صفیں باندھ کر اور شہر سے نکلکر عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے مسلمانوں نے نہایت ہیبتناک کشت و خون کیا اور عیسائی فوج کا ہرایک حصہ شکست کھاکر بھاگ نکلا۔ اور اگر ان کا کیمپ مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑجاتا تو سوائے کامل بربادی کے اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ فتحمند فوج فوراً حملہ کرنیکے واسطے خندقوں پر بڑھی۔ لیکن خندقوں کی گہرائی۔ اور جیافری اور جینفویس کی بہادری نے مسلمانوں کے رسالہ سے عیسائیونکی آخری پناہ گاہ کو بچالیا۔ جنگ کے وقت میں صلاح الدین ایک ہی وقت میں ہرایک جگہ نظر آتا تھا میمنہ میں بھی جنگ کو تازہ کرکے وہ قلب میں واپس آیا۔ اور پھر میسرہ کو نکل گیا۔ دس دفعہ اس نے عیسائی فوج کی صفوں کو عبور کیا اور رسالہ کے ہرایک حملہ کی خود ہدایت کرتا تھا۔ تمام دن جنگ ہوتا رہا شام کو بھی عیسائی لشکر کے گرد کئی مقابلے ہوتے رہے۔ اور صرف رات کے پڑجانے سے دونو لشکروں کو آرام ملا" (مچاڈ صفحہ ۴۵۹ و ۴۶۰) ۔

عیسائیوں میں تو اب یہ تاب اور جرأت باقی نہیں رہی تھی۔ کہ کچھ مدت تک مسلمانوں کی طرف رُخ کریں۔ اور سلطان نے بھی اپنے لشکر کو وہاں سے اُٹھاکر خروبہ پر ڈیرے لگانے کا حکم دیا۔ اسلامی لشکر پچاس دن سے برابر ہتھیار پہنے رہا تھا۔ کسل اور تکان دفع کرنیکے واسطے سلطان نے چند روز ان کو آرام دینا ضروری خیال کیا۔ اسی عرصہ میں ملک عادل کی تازہ فوج کے ساتھ پہنچ جانے کی توقع تھی۔ اور منفردین کو واپس بلالینے کی کوشش کرنی بھی خیال تھا۔ موسم سرما قریب آگیا تھا۔ اور سامان رسد کی کمی محسوس ہونے لگی۔ اس فراہمی کے واسطے بھی انتظام کرنا ضروری تھا۔ ان وجوہات سے سلطان نے اپنی اس عظیم فتح سے عیسائیوں کو تنگ کرنے کا فائدہ اُٹھانے کی بجائے لشکر کو ہٹاکر آرام دینا مناسب سمجھا ۔

اسلامی لشکر کے ہٹ جانے سے عیسائیوں کو بڑے اطمینان سے اپنے قیام اور اپنی فوجیں جمانے کے واسطے سب سے بہتر مواقع منتخب کرنے اور اپنی حفاظت کا کامل انتظام کرلینے کا موقع ملا۔ اطراف عکا کی پہاڑیوں پر انہوں نے محفوظ اور مستحکم مقامات کو آپس میں تقسیم کرکے خیمے لگائے اور اپنے گرد شبانہ روز محنت کرکے نہایت گہری خندقیں کھودیں اور اپنے خیموں کے گرد بلند دیواریں تعمیر کرلیں اور اس کام سے فارغ ہوکر عکا کے محاصرہ میں سرگرمی سے مصروف ہوئے۔ اپنی کلوں سے برابر پتھر مارتے تھے اور ہر روز تازہ جوش سے حملے کرتے تھے۔ اور اس زمانہ میں ان کو جدید کلیں بنانے کا موقع مل گیا تھا ۔

سلطان کو اپنے لشکر کے واسطے سامان رسد فراہم کرنیکے علاوہ محصورین عکا کو رسد پہنچانی پڑتی تھی۔ اور یہ ایک حیرت انگیز بات ہے۔ کہ برابر دو سال تک اہل عکا کو ذخائر غلہ وغیرہ پہنچاتا رہا۔ درانحالیکہ عکا چاروں طرف سے عیسائیوں نے گھیرا ہوا تھا۔ سمندر کی سمت میں عیسائیوں کے جہاز تھے۔ اور خشکی کی اطراف میں فوجیں تھیں۔ لیکن سمندر کی طرف سے برابر عکا میں رسد پہنچتی رہی اس کام کے واسطے بعض اوقات مسلمانوں کے جہازوں کو عیسائیوں کے جہازوں سے جنگ کرکے رستہ لینا پڑتا تھا۔ اور بعض دفعہ حکمت عملیوں سے کام لینا پڑتا تھا۔ سلطان نے ملک عادل کو طلبی کا فرمان لکھا ہوا تھا۔ اور مصری جنگی جہازوں کا بیڑا اور ذخائر غلہ وغیرہ لانے کا حکم دیا ہوا تھا۔ یہ بیڑا پچاس جہازوں کا وسط ذیقعد میں امیر حسام الدین لولو کے زیر حکم پہنچ گیا۔ اور یہ اپنے وقت کا مشہور امیر البحر اپنے بیڑا جہازات کو ایسی حکمت عملی سے لایا کہ عیسائیوں کو اس کے آنے کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اور دفعتاً فرنگیوں کے جہازوں پر آن پڑا۔ اور ان کو متفرق اور پریشان کرکے ان کے اموال اور آلات چھین لئے۔ فرنگیوں کے دو بڑے جہازوں پر جن پر غلہ اور فوجیں اور اسباب لدے ہوئے تھے۔ قبضہ کرلیا۔ حسام الدین لولو بحری لڑائیوں کے فن میں ہمیشہ سے مشہور تھا۔ بحری لڑائیوں کے فنوں کا اس کو موجد کہا جاتا ہے اور اپنے وقت کا سب سے بڑا امیر البحر تھا۔ فرنگیوں کے جہازوں کو پریشان کرنے کے بعد سلطان نے عکا میں آلاتِ جنگ اور سامانِ ضروری پہنچا دیا۔ اس عرصہ میں والی موصل نے نفط ابیض اور ڈھالیں اور تیروں کے گٹھے جس قدر جمع ہو سکے لاکر سلطان کے پاس بھیجدئے۔ اور سلطان کا شکریہ حاصل کیا ٭

سلطان نے اطراف کے مسلمان رؤسا کو جنگ میں شریک ہونے کے واسطے فرامین اور خطوط لکھے تھے۔ اور دربار بغداد کو بھی ایک نامہ لکھا تھا جس کا مختصر مضمون پڑھنے کے واسطے دلچسپ ہوگا۔ لکھتا ہے کہ "تین مہینوں سے تثلیث نے توحید پر ہتھیار اُٹھائے ہوئے تھے اور کفر نے اپنے پر پھیلائے ہوئے تھے۔ مگر خدا کے فضل سے گذشتہ ہولناک معرکوں میں بیس ہزار سے زیادہ جنگ آور فرنگی سوار اور پیادے قتل ہو چکے ہیں لیکن اس پر بھی ان میں کمی نہیں ہوئی ہے دو چار ہوں تو وہ ختم ہو جاویں۔ ان کی تعداد مور و ملخ سے زیادہ ہے۔ سمندر کے اس جانب اور تمام ممالک کفار میں کوئی گاؤں کوئی قصبہ کوئی جزیرہ کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں اس جنگ کی تیاریاں نہ ہو رہی ہوں۔ جنگی جہازات کثرت سے تیار کرتے ہیں اور تمام علاقوں سے قاصدوں اور واعظوں کے ذریعہ سے گھروں میں خاموش بیٹھنے والے لوگوں کو اُبھار کر اور جنگ پر آمادہ کرکے لئے چلے آ رہے ہیں

انھوں نے اپنی دولتیں اور خزانے اسی کام کے واسطے وقف کر دیئے ہیں اور اپنے ذخائر اور متاعیں قربان کر دی ہیں۔ گرجاؤں سے پادری اپنے وظیفے لے کر نکل آئے ہیں۔ اور صلیبیں اُٹھائے ہوئے فوجوں کے ساتھ منازل طے کرتے اور مصیبتیں اُٹھاتے چھینی ہوئی صلیب کو واپس لینے کے واسطے چلے آتے ہیں۔ صلیب کے چھن جانے کو وہ ایک عظیم مصیبت سمجھتے ہیں۔ اور اپنے مجمعوں میں منادی اور وعظ کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں اور ہم مذہبوں کو مسلمانوں نے برباد کر دیا ہے۔ دینِ عیسائی کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اب جو شخص اسلام کا مقابلہ کریگا۔ اُس کے گناہ بخشے جائینگے اور تقصیریں معاف ہو جائینگی۔ جو سفر نہ کر سکے اُسکو مال و زر سے مدد کرنی فرض ہے۔ غرض مرنے اور مارنے پر آمادہ ہو کر ہتھیار اُٹھائے ہوئے برابر چلے آ رہے ہیں۔ اور اُن کی آمد کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا ہے" ٭

اس کے بعد سلطان اپنے خط میں ایک عجیب واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔ جس کا بیان کرنا عیسائی اخلاق اور معاشرت کی حالت ظاہر کرنے کی غرض سے نامناسب نہ ہوگا۔ لکھتا ہے کہ "ایک جہاز میں تین سو حسین عیسائی عورتیں جزائر سے جمع ہو کر آئی ہیں۔ جو لوگوں کو اپنے حُسن پر فریفتہ کرتی ہیں۔ اور ان کو گناہ گاری کی طرف بُلاتی ہیں۔ اور خواہشمند مردوں سے کچھ دریغ نہیں کرتیں وہ اپنی قوم کی ہمدردی میں اپنے نازک وجودوں کو قربان کر چکی ہیں۔ مسافروں اور مجرد لوگوں کو مفتون کر رہی ہیں اور یہ قربانی اور عصمت کی بربادی اعلےٰ ثواب اور بہترین نیکی کا ذریعہ خیال کرتی ہیں" ٭

پھر ایک دوسرا واقعہ اسی قسم کا بیان کرتا ہے کہ "سمندر سے ایک جلیل القدر عیسائی بیگم اپنے جہاز میں پانچ سواروں کو سوار کر لائی ہے۔ اس کے ہمراہ نوکر چاکر اور غلام بھی ہیں اور ہر ایک محتاج کی حاجت براری کی ذمہ وار ہے۔ خرچ و خوراک وغیرہ کے علاوہ اُن کی نفسانی خواہشوں کو بھی پورا کرتی ہے فرنگیوں میں عورتیں بھی شاہ سوار ہیں۔ اور زرہیں اور خود پہنتی ہیں۔ میدان جنگ میں شریک ہوتی ہیں۔ اور گھروں میں اُن کی دوسری حاجتیں پوری کرتی ہیں۔ اور ان افعال کو عبادت اور ذریعہ حصولِ سعادت دارین خیال کرتی ہیں۔ لڑائی میں بھڑکدار لباس پہنے ہوئے وہ مردوں کے پاس پہنچکر اپنے ناز و نیاز سے ان کے دلوں کو بڑھاتی ہیں۔ اور جنگ پر اُبھارنے میں کمال دسترس رکھتی ہیں کبھی میٹھی باتوں سے رغبت دلاتی ہیں اور کبھی تُرش رُو ہو کر پکارتی ہیں اور کہتی ہیں کہ صلیب کے واسطے اپنی جانیں قربان کر دو۔ اسی فنا میں بقا ہے۔ غرض یہ بیدین مرد اور عورتیں گمراہی میں باہم یکساں متفق ہیں ٭

سلطان کے طلبی افواج کے خطوط پر بعض مقامات سے فوجیں اور بعض سے فوج لانے یا روانہ کرنے

کے وعدے آرہے تھے۔ کہ اسی اثنا میں سلطان کے پاس شاہنشاہ فریڈرک والی جرمنی جس کو عرب مورخ ملک الماں کے نام سے پکارتے ہیں۔ کے ایک کثیر التعداد فوج کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے واسطے چلے آنے کی متواتر خبریں پہنچیں۔ ہم شاہنشاہ فریڈرک کی ایک لاکھ فوج لے کر روانگی اور راستہ میں غرق ہو جانے کی کیفیت لکھ چکے ہیں۔ سلطان کے پاس یہ خبریں اس زمانہ میں پہنچی تھیں جب وہ عکا سے ایک طرف ہٹ کر فوج کو آرام دینے کے واسطے پڑا ہوا تھا۔ عرب مورخوں نے اسکی فوج کی تعداد دو لاکھ بیان کی ہے۔ جو عیسائی مورخوں کے قول کے مقابلہ میں قابل اعتماد نہیں ہے۔ اسکے بعد وہ شاہنشاہ کے قسطنطنیہ میں پہنچنے۔ اور شاہنشاہ قسطنطنیہ کی سلطان سے خط وکتابت کرنے اور دوستی کا عہد وپیمان کرنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ اور پھر قونیہ میں شاہنشاہ فریڈرک کے پہنچنے اور پھر آرمینیا میں آنے اور والی آرمینیا کا شاہنشاہ اور سلطان دونو سے خط وکتابت کرنے اور آخرکار شاہنشاہ کے غرق ہو جانے کا حال مختلف صورتوں میں بیان کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے بیٹے کے ولی عہد اور فوج کا سپہ سالار ہونے اور فوج کے مختلف مصائب میں گرفتار ہونے اور بھوک اور مصیبت سے تباہ ہونے اور گھوڑوں کے کھا جانے اور اپنے مالوں کو نہ اٹھا سکنے کے سبب سے دفن کر دینے اور دربدر خاک بسر بھٹکتے پھرنے اور بالآخر پانچ ہزار باقیماندہ آدمیوں کے شکستہ حالت میں عکا کی فوج میں شریک ہو جانا لکھتے ہیں +

سلطان کو اس عظیم فوج کی آمد سے فکر دامنگیر ہونا ضروری تھا۔ اس نے قاضی ابن شداد کو خطوط دیکر صاحب سنجار اور والی موصل واربل اور دربار بغداد کو بھیجا کہ ان سے فوجیں اور کمک طلب کیجائے دربار بغداد نے انعامات کا وعدہ کیا۔ اور دوسروں نے فوجیں لے کر آنیکا۔ ملک عادل اسی اثنا میں مصر سے پہنچ گیا۔ اور مصری جہازات کا ایک بیڑا ذخائر غلہ وغیرہ لے کر آ گیا جس سے عکا کو ہر قسم کے ذخیروں اور ہتھیاروں اور جنگی بہادروں سے پر کر دیا۔ موسم سرما اب ختم ہو رہا تھا۔ اور بلاد سے لشکر اسلامی آنے شروع ہو گئے تھے +

سابق الدین والی شیزر۔ اور عزالدین ابراہیم بن مقدم اپنی فوجوں اور عربوں اور ترکوں کی ساتھ پہنچ گئے سلطان نے اپنے قیام گاہ سے حرکت کر کے تل کیسانی پر ڈیرا لگایا۔ اور لشکر کی ترتیب اور آراستگی کا انتظام کر دیا۔ شاہزادہ ملک ظاہر حلب سے پہنچ گیا۔ اور عماد الدین محمود بن بہرام ارتقی اور مظفر الدین کو کری اور ان کے بعد عماد الدین زنگی بن مودود صاحب سنجار۔ معز الدین سنجر شاہ بن سیف الدین غازی بن مودود زنگی اور زین الدین یوسف بن زین الدین علی والی اربل اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ پہنچے اور

سلطان نے ان کے مناسب اعزاز و اکرام کیئے۔ اور خصوصیت کے ساتھ لشکر میں اُتارا خلیفہ بغداد کا سفیر کچھ نفط تیار یعنی اُڑانے والی بارود اور چند اس کام کے ہوشیار آدمی اور بیس ہزار دینار لے کر آیا۔ سلطان نے دینار واپس کر دیئے۔ اور سامان اور آدمی رکھ لیئے۔ سلطان کے تل کیسان پر پہنچتے ہی لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ کیونکہ سلطان کو خبر ملی تھی۔ کہ فرنگیوں نے شہر کے محاصرہ پر حملے اور لڑائی شروع کر دی ہے سلطان ان کے شہر سے ہٹانے کے عزم سے سوار ہوا۔ لڑائی شروع ہو کر رات تک ہی اور سلطان قلعہ تل حمبل کے قریب جا ٹھیرا۔ عیسائیوں نے اس فرصت کے زمانہ میں تین بڑے عظیم برج یا کلیں جیسی کہ پہلے کروسیڈ میں فتح بیت المقدس کے وقت عیسائیوں نے تیار کی تھیں اور انہیں کی مدد سے شہر فتح کیا تھا تیار کر لی تھیں۔ یہ برج پہاڑ کی طرح بلند اور شہر کی فصیل سے بھی اونچے تھے۔ اور مسلمانوں کو ان سے نہایت خوف اور وحشت پیدا ہو گئی۔ اور ان کے دلوں میں رعب اور مایوسی جاگزین ہو گئی تھی۔ سلطان ان برجوں کے جلانے کی فکر میں مصروف تھا۔ اور انعامات مشتہر کیئے اور بہت کچھ حیلے تھے۔ مگر کچھ پیش نہ گئی تھی۔ ایک شخص دمشق کے باشندے المعروف علی بن عریف نے جو نحاس کا کام کرنے والا (ٹھٹھیار) تھا۔ اس نے سلطان سے عرض کی کہ بعض ضروری اشیاء اگر مجھے مہیا کر دی جائیں۔ تو میں ان برجوں اور کلوں کو جلا دونگا۔ اوّل تو بہت کم لوگوں کو اس کا یقین ہوتا تھا مگر اسکو ادویات اور ضروری اشیا مہیا کر دی گئیں۔ جن کو اس نے رال کے ساتھ مرکب کر کے پکایا۔ اور ایک چھوٹی سی دیگچی کو آگ لگا کر برج پر پھینکا۔ برج آگ سے جل اُٹھا اور شعلے آسمان کو بلند ہوئے اسطرح دوسرے اور تیسرے کو آگ لگا دی۔ جو جل کر خاک ہو گئے۔ سلطان نے اس ہنرمند نوجوان کی جس کو پہلے بعض امیروں کی اپنے دعوے پر جھڑکیاں بھی سہنی پڑی تھیں۔ نہایت قدر دانی کی اور انعام سے مالا مال کر دیا۔ فرانسیسی مورخ ان برجوں کی بابت لکھتا ہے کہ "یہ تینوں برج عکا کی دیواروں سے بلند تھے۔ اور شہر کو تباہی کی دھمکی دے رہے تھے۔ جب کروسیڈر صلاح الدین کے حملوں کی مدافعت میں مصروف تھے۔ تو جلتے ہوئے تیر اور نفط سے بھرے ہوئے برتن ان کی کلوں یعنی برجوں پر لے گئے اور پھینکے گئے۔ جو فصیل کے پاس بلا حفاظت چھوڑے ہوئے تھے۔ دفعتاً عیسائیوں نے ہوا میں آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھے۔ اور ان کے لکڑی کے برج جو ایک نہ بجھنے والی آگ سے جل رہے تھے انکی آنکھوں کے سامنے جلکر خاک سیاہ ہو گئے۔ گویا کہ آسمان سے ان پر بجلی گری تھی۔ اس آتشزدگی سے کروسیڈروں میں ایسی ہیبت اور خوف طاری ہوا۔ کہ بعض لوگ اس یقین سے کہ خدا عیسائیوں کے معاملہ کی حفاظت اور حمایت نہیں کرتا ہے محاصرہ کو چھوڑ کر یورپ کو چلے گئے (میچاڈ صفحہ ۴۶۸)۔

سلطان مصر سے اور جہازوں کے آنے کا منتظر تھا جن کے واسطے اس نے احکام جاری کئے ہوئے تھے۔ تمام فوج کے مصارف رسد اور غلہ کا مدار تمامتر مصر پر تھا۔ اور مصر سے یہ آمد برابر جاری تھی۔ اسی انتظار میں علاؤالدین والی موصل کا بیٹا سمندر میں جہازات لے کر پہنچا۔ سلطان انکو مصری جہازات کا بیڑا خیال کر کے سوار ہوا۔ اور عیسائیوں پر اس نیت سے حملہ کرنیکا حکم دیدیا کہ عیسائی اپنے جہازات کو تیار کر کے اس کا مقابلہ نہ کریں۔ مگر عیسائی اس ارادہ کو سمجھ گئے۔ اور جہازوں کو درست کر کے اس کی مزاحمت کے واسطے تیار ہوئے۔ خشکی پر سلطانی فوج نے ایک طرف سے حملہ کیا محصورین عکا نے دوسری طرف سے اور تیسری لڑائی سمندر میں جہازوں میں شروع ہوگئی۔ مسلمانوں نے ایک جہاز ڈبو دیا اور کئی جہاز عیسائیوں کے اسباب اور غلہ سے لدے ہوئے اس کے عوض میں گرفتار کر لئے اور خوشی کے نعرے مارتے ہوئے اپنی فرودگاہ کو رات ہو جانے پر واپس آگئے ۔

فرانسیسی مورخ انہیں واقعات کی نسبت لکھتا ہے کہ عکا کے راستے اکثر یورپ اور شام اور مصر کے جہازوں سے پر نظر آتے تھے۔ مصر اور شام سے شہر کے واسطے رسد آتی تھی اور یورپ سے عیسائی فوج کے واسطے۔ فاصلہ پر بادبانوں صلیب اور اسلامی جھنڈے چڑھے ہوئے اور ساتھ ساتھ چلے آتے نظر آتے تھے۔ بعض اوقات مسلمان اور فرنگی اپنے اپنے ذخائر اور ہتھیاروں سے لدے ہوئے جہازوں کے درمیان لڑائی کے نظارے دیکھتے تھے۔ جو ساحل کے قریب واقع ہوتے تھے اس سمندری لڑائی کے دیکھنے پر مسلمان اور عیسائی مجاہد شور و غل سے اپنی امیدوں اور خوفوں کا اعلان کرتے تھے۔ بعض دفعہ دونو فوجوں میں اس قدر جوش پیدا ہو جاتا تھا کہ اپنی فتحمندی کا یقین کرنے کے واسطے یا سمندر والوں کی شکست کا بدلہ لینے کی غرض سے خشکی میں آپس میں لڑ پڑتے تھے ۔

شاہنشاہ فریڈرک والی جرمنی (ملک المان) کی آمد کی افواہوں کا اس وقت تک خاتمہ نہیں ہوا تھا اور اس کی موت کی خبر ابھی نہیں پہنچی تھی۔ مسلمانوں میں اب تک اس کی آمد کی خبروں سے وہی ہراس تھا اور سلطان نے آخر کار اپنے ارکان دولت کے مشورہ سے یہ قرار دیا تھا کہ سرحد پر فوجیں بھیجکر اس تازہ دشمن کی آمد کی نگہداشت اور مزاحمت کرے اور خود عکا کے محاصرین کے مقابلہ پر مقیم رہے چنانچہ اسی سلسلہ انتظام میں ملک ظاہر اور ملک مظفر ناصر الدین بن تقی الدین اور عز الدین ابن المقدم فوجوں کے ساتھ سرحد کو پہنچ گئے۔ اور ملک افضل بیمار ہو کر دمشق کو چلا گیا ۔

عیسائیوں نے مسلمانوں کی فوج کی اس کمی کو دیکھ کر جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اس خیال سے کہ فریڈرک کے آنے سے پہلے عکا کو فتح کر کے اپنی نیکنامی پیدا کر لیں۔ انہوں نے ۲۰ جمادی الاول ۵۸۶ھ ہجری کو

ناگاہ مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اور حملہ کی زد ملک عادل کے خیموں پر پڑتی۔ سلطان شور کے سُنتے ہی سب سے اوّل اپنے خیمہ سے نکلا۔ اور باآواز بلند پکار کر کہا یا لا سلام تمام سپاہ ہتھیار پہن کر نکل کھڑے ہوئے اور فوجیں تیار ہو کر اپنی اپنی جگہ پر موجود ہو گئیں۔ ملک عادل نے میمنہ کو آراستہ کر دیا۔ اور بعض ہزاروں نے الگ ہٹ جا کر دشمن کو اور آگے بڑھ جانے کا موقع دیا۔ جب عیسائی خیموں کے قریب پہنچ گئے یا یہ کہ لوٹ کی طرف جھکے۔ تو مسلمانوں نے دفعتاً ان پر حملہ کر دیا۔ اور ایسی سختی سے حملہ کیا۔ کہ عیسائیوں کو ہوش سنبھالنے سے پہلے شکست ہو گئی اور پس پا ہو کر سوائے اپنے لشکر کی طرف بھاگنے کے کچھ نہ سوجھی فرانسیسی مورخ اس لڑائی کو پہلی لڑائی سے بالکل مشابہ بیان کرتا ہے۔ کہ پہلے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور اس کے بعد جب عیسائی لوٹ کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو مسلمانوں نے جمع ہو کر انکو شکست دیدی مگر ان واقعات میں عیسائی مورخوں کا ماخذ بھی زیادہ تر عرب مورخ ہیں۔ اور انہیں پر زیادہ اعتماد ہو سکتا ہے۔ بہرحال ہزیمت خوردہ عیسائی فوج کا مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ اور اس قدر عیسائیوں کو قتل کیا۔ کہ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ ملک عادل کے خیموں سے لے کر عیسائیوں کے خیموں تک تین کوس کا میدان عیسائی مردوں کی لاشوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور ان کا شمار کرنا بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا تھا۔ شمار کرنے والوں نے مسلمان مقتولوں کی تعداد دس غیر معروف آدمی۔ اور عیسائیوں کی لاشوں کی شمار دس ہزار اور بعض نے سات ہزار بتائی ہے اور یہ کہ پانچ ہزار سے ہر حال میں زائد تھی۔ سلطان نے اس فتح اور فیروزمندی کی خبر کی نسبت اسی وقت تیس چالیس خطوط لکھوا کر مختلف اطراف کو روانہ کئے فرانسیسی مورخ عیسائیوں کی اس شکست اور شدید نقصان کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے۔ کہ جب عیسائی اس طرح پسپا اور تتر بتر کئے جا رہے تھے عکا کے محصور مسلمانوں نے شہر سے نکل کر عیسائیوں کے کیمپ پر حملہ کیا۔ اور عورتوں اور بچوں کی ایک تعداد پکڑ کر لے گئے۔ جو وہاں بے حفاظت چھوڑے تھے۔ کروسیڈر عیسائی جن کو رات ہی کی تاریکی نے تباہی سے بچا لیا۔ جب اپنے کیمپ میں واپس آئے تو اپنی دوگانہ شکست پر آہ و بکا کرنے لگے۔ لوٹے ہوئے خیموں کے نظارے اور ان نقصانات نے جو ان کے ہوئے تھے ان کے حوصلوں کو پست کر دیا۔ اور شاہنشاہ فریڈرک باربروسا آلی جرمنی کی موت کی خبر نے جو اس کے بعد جلد ہی ان کے پاس پہنچ گئی ان کی مصیبت اور بدبختی کے جام کو لبریز کر دیا سرگروہوں کو اسقدر مایوسی ہوئی کہ اُنھوں نے یورپ کو واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ اور وہاں سے بلا مزاحمت روانہ ہونے کی غرض سے وہ صلاح الدین کے ساتھ ایک نہایت شرمناک اور ذلیل صلح کر لینے کے وسائل تلاش کر رہے تھے۔ جب کہ یورپ سے ایک بیڑا جہازوں کا عکا میں پہنچ گیا جس میں فرانسیسی اور انگریزی اور

اطالیہ کی فوجوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔ اور ان کا حکمراں ہنری کونٹ آف شامپین تھا اسکی آمد سے عیسائیوں کو پھر ایک دفعہ ڈھارس بندھی (مچاڈ صفحہ ۴۶۷)۔

کونٹ ہنری جس کو مسلمان مورخ کن ھیری کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ رچرڈ بادشاہ انگلستان کا رشتہ دار تھا۔ اور ایک کثیر تعداد فوج کی اور بہت کچھ نقد و جنس سے کر پہنچا تھا۔ فرانسیسی اور اطالیہ فوج کے علاوہ جو نئی آئی تھی صرف ہنری دس ہزار فوج اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اس پر عربی مورخ کہتا ہے کہ جس قدر عیسائی مارے گئے تھے۔ اس سے وہ چند اور آگئے۔ اور جس قدر اموال ان کے لوٹ لئے گئے تھے۔ اس سے بدرجہا اور زیادہ پہنچ گئے۔ ہنری نے عیسائیوں میں ایک تازہ جوش پیدا کر کے عکا پر متواتر حملے شروع کر دیئے۔ اور بہت سی منجنیقیں (پتھر مارنے کی کلیں) نصب کر دیں۔ مگر محصور مسلمانوں کی بہادری اور پر جوش مدافعت کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ وہ کلیں بھی مسلمانوں نے جلا دیں اور حملہ آوروں کو ہر دفعہ نہایت نقصان کے ساتھ پسپا کیا۔ بقول فرانسیسی مورخ کے کہ محصورین ان کو برابر مار کر ہٹا دیتے تھے۔ اور یہ مسلمان جو شہر میں بند تھے۔ ایک لمبے محاصرہ کی مصائب کو نہایت مردانگی اور بہادرانہ اور شجاعانہ استقلال اور مضبوطی کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ امیر قراقوش اور ملکوب اپنے سپاہیوں کے دل بڑھانے کی کوششوں میں کبھی نہیں تھکتے تھے۔ نہایت ہوشیاری کے ساتھ ہر جگہ موجود پائے جاتے تھے۔ کبھی زور استعمال کرتے تھے۔ اور اکثر حکمت عملی سے کام لیتے تھے ... مسلمانوں نے محاصرین کی تمام کلیں جلا ڈالیں اور کئی دفعہ باہر نکل کر عیسائیوں پر حملہ کیا۔ اور ان کو اپنے کیمپ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا" (مچاڈ صفحہ ۴۶۷)۔

وہی مورخ لکھتا ہے کہ "محصورین کو سمندر کی طرف سے روزانہ کمک اور ذخائر غلہ وغیرہ پہنچتے رہتے تھے۔ بعض دفعہ ایک کشتی نظر بچا کر کنارہ پر سے گذرتی ہوئی عکا میں رات کی تاریکی کے پردہ میں پہنچ جاتی اور بعض اوقات بیروت کے جہاز جن کو بے دین عیسائی چلاتے تھے سفید جھنڈے پر سرخ صلیب آویزاں کئے ہوئے محاصرین کی حفاظت کو دھوکا دے کر نکل جاتے (مچاڈ صفحہ ۴۶۷)۔

درحقیقت عکا کا اس مدت دراز تک محصور رہنا اس امداد اور کمک کی وجہ سے تھا۔ جو سلطان متواتر محصورین کو پہنچاتا رہتا تھا۔ اور ہر وقت ان کے حال سے خبر رکھتا تھا۔ ان خبروں کے لانے

لہ یہ ایک خاص واقع کی طرف اشارہ ہے جو انہیں دنوں میں ہوا عکا میں رسد کی ضرورت شدید ہونے پر مسلمانوں نے اٹر بھٹر کر نکلنے پر بھروسہ نہ کر کے عیسائیوں کی سی شکلیں بنا لیں۔ اور جہاز پر صلیب کا سا نشان کھڑا کر کے عیسائیوں کے جہازوں کو دھوکا دیکر سلامت نکل گئے۔

اور لے جانے کا سب سے بڑا ذریعہ نامہ بر کبوتر تھے۔ عکا کے محاصرہ کے زمانہ میں اوّل سے آخر تک نامہ بر کبوتروں سے
کام لیا گیا۔ اور ان کی امداد نہایت مفید اور قیمتی ثابت ہوئی بعض جگہ بیان کیا گیا ہے کہ عکا اور لشکر
سلطانی کے درمیان کبوتر دونو طرف سے خبریں لاتے تھے۔ اور بعض جگہ صرف یہ کہ لشکر سے جب
لوگ عکا میں جاتے تھے تو کبوتروں کو ساتھ لیجاتے تھے۔ اور خطوط کے جواب اور خبریں لکھ کر کبوتروں
کے پروں میں باندھ کر واپس کر دیتے تھے۔ جو اُن کو لشکر میں واپس پہنچا دیتے تھے۔ کبوتروں کی ڈاک
کے علاوہ جو ایک دوسرا ذریعہ خبر رسانی کا تھا۔ وہ پیراک لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ یہ لوگ فن شناوری
میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ اور دن اور رات میں بیدھڑک سمندر کو عبور کر کے آتے اور چلے جاتے تھے
خطوط رسانی کے علاوہ وہ بعض اوقات اسباب کو جہازوں سے اپنی پیٹھوں پر لے کر عکا میں پہنچا دیتے
تھے۔ اس فن کے لوگوں میں ایک شخص سب سے زیادہ ممتاز اور باکمال تھا۔ جس کا ذکر دونو عرب اور عیسائی
مورخوں نے نہایت خصوصیت اور حیرت سے کیا ہے اس کا نام عیسےٰ تھا۔ اور یہی کام اس کے سپرد تھا
کہ شہر اور لشکر کو ایک دوسرے کے حالات سے مطلع رکھے علاوہ خطوط اور خبروں کے نقدی بھی جب

۱؎ کبوتروں کے ذریعہ سے خبر رسانی اور کبوتروں کی ڈاک کی تاریخ کا پتہ لگانا گو مشکل ہو لیکن مسلمانوں کے عہد سلطنت
میں اس بھولی صورت والے مگر ہوشیار اور وفادار نامہ بر سے اکثر کام لیا گیا ہے سلاطین اسلام میں شاید سب سے اوّل نورالدین محمود
زنگی نے اس طرف توجہ کی ہے کیونکہ اس کی حکومت ایران کے مشرق سے نوبہ کی سرحد تک پھیل گئی تھی مصر اور شام بندرگاہ
جو بحر روم کے مشرقی اور جنوبی سواحل پر تھے۔ اُن پر آئے دن یورپ کی فوجیں حملہ آور ہوتی تھیں۔ اور نورالدین کی
قلمرو میں قتل اور غارت کا سیلاب بہاتی تھیں اور اس سے پہلے کہ ان کے حملہ کی خبر ہو اور مدافعت کیلئے سرحد پر فوجکشی کی
جاوے۔ اہل یورپ اپنا کام کر کے واپس چلے جاتے تھے سنہ ۵۶۷ ہجری میں نورالدین نے اپنی وسیع قلمرو کا انتظام کرنے
اور اس کو یورپ کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ تجویز کی۔ کہ موصل کے نامہ بر کبوتروں سے جن کو مناسیب کہتے تھے۔
پیغام رسانی کا کام لیا جاوے۔ اس نے اپنے تمام ملک میں جابجا ان کی چوکیاں مقرر کیں۔ اخبار نویس کو حکم تھا کہ جب
کوئی غنیم اس کی چوکی کے قریب حملہ آور ہو۔ یا کوئی ضروری اور اہم واقعہ پیش آئے فوراً ایک کاغذ کے پرزے پر اسکی
خبر لکھے اور اگلی چوکی کے کبوتر جو اس کے پاس ہیں ان میں سے ایک کے بازو میں وہ کاغذ کا پرزہ باندھ کے چھوڑ دے
کبوتر نہایت تیزی سے اُڑتا تھا۔ اور سیدھا اگلی چوکی پر پہنچ جاتا تھا۔ جہاں اس کبوتر کا اصلی مقام ہے اس چوکی
کا نگہبان اس کبوتر کے بازو سے کاغذ کھول کر دوسرے کبوتر کے بازو میں باندھ دیتا تھا۔ جو اس اگلی چوکی کا ہوتا تھا
اسی طرح منزل بمنزل ایک کبوتر کے بازو سے کاغذ کھولا جاتا۔ اور دوسرے کبوتر کے بازو سے باندھ دیا جاتا۔ اور نورالدین
کے پاس نہایت سُرعت سے خبر پہنچ جاتی تھی۔ اور اس سے پہلے کہ غنیم اس ملک میں کسی قلعہ یا بندرگاہ پر حملہ آور ہو

کبھی ضرورت ہوتی تو وہ شہر میں پہنچا دیتا تھا۔ اور اپنی اوران کی رسید کبوتروں کے ذریعہ سے لشکر میں بھیج دیتا تھا۔ اس کو اپنے فن میں اس درجہ کمال تھا۔ کہ غوطہ لگا کر عیسائیوں کے جہازوں کے نیچے سے گذرتا ہوا شہر تک پہنچ جاتا تھا۔ اور جب تک ایک حادثہ سے اس کی زندگی کا خاتمہ نہیں ہوا وہ اس کام کو برابر کرتا رہا۔ کونٹ ہنری جب اپنی نوواردی کے تازہ جوشوں کو ٹھنڈا کر چکا۔ تو شاہنشاہ فریڈرک کا بیٹا

بقیہ حاشیہ۔ نورالدین کی فوج جو مقام حملہ سے قریب ہوتی تھی اس کا حکم پاتے ہی فوراً اس مقام پر پہنچ جاتی تھی اور دشمن کی غافل اور بے خبر فوج کو پسپا کر دیتی تھی۔ اس عمدہ تدبیر کا اثر ہوا۔ کہ نورالدین کی تمام قلمرو اندرونی اور بیرونی خطروں سے محفوظ ہو گئی۔ اور اس کی حکومت اور سیاست کا رعب خاص و عام کے دلوں میں ڈٹ گیا۔ مصر میں خلفائے فاطمین نے اس محکمہ کی طرف خاص توجہ مبذول کی تھی۔ نامہ بر کبوتروں کے پالنے اور ان کی غور و پرداخت کیلئے ایک مستقل و بڑا بہت سے دفتر تھے جن میں کبوتروں کے نسب نامے درج ہوتے تھے۔ ناصرالدین اللہ جو بغداد کے اخیر خلفائے عباسیہ میں نامور ہوا ہے۔ اس نے ۵۷۸ھ ہجری میں نامہ بر کبوتروں کے لئے ایک وسیع محکمہ قائم کیا اور اپنی تمام قلمرو میں اخبار نویس پھیلا دئے۔ اعلےٰ نسل کے کبوتر نہایت تلاش اور تحقیق سے خرید کئے جاتے کتابوں میں ان کے نسب نامے نہایت غور و تفتیش سے لکھے جاتے تھے۔ کبوتروں کے پالنے اور فروخت کرنے والے خوب جانتے تھے کہ ان کے کبوتر کس کس نامی کبوتر کی نسل سے ہیں اعلےٰ نسل کا ایک ایک کبوتر ہزار دینار تک قیمت پاتا تھا ناصرالدین اللہ کی اس کوشش اور حسن تدبیر کا یہ اثر تھا۔ کہ اس کے تمام قلمرو میں اس سرے سے اُس سرے تک کوئی نیا واقع یا حادثہ ایسا نہیں ہوتا تھا جسکی اس کو خبر نہ ہو۔ مصر اور ہندوستان میں اس کے نام سے ایسا ڈرتے تھے۔ جیسا کہ بغداد کے باشندے جو اس کی سلطنت اور حکومت کا مرکز تھا چین کی سرحد سے اندلس تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور اس کا رُعب حکومت تمام ملکوں میں پر چھا گیا تھا +

قاضی محی الدین بن عبدالظاہر نے ایک مستقل کتاب نامہ بر کبوتروں کے حالات پر لکھی ہے جس کا نام تمائم الحمائم ہے۔ اس میں نامہ بر کبوتروں کے نسب نامے ان کے عادات و خصائل۔ پیغام رسانی۔ اور پیغام نویسی کے طریقے اور ان کے متعلق بہت سے دلچسپ نکات بیان کئے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے کتاب حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ میں چند دلچسپ باتیں اس کتاب سے نقل کی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ خبر جس کاغذ پر لکھی جاتی تھی۔ اس کو کبوتر کے بازو میں باندھتے تھے تاکہ بارش سے محفوظ رہے آئین سلطنت تھا۔ کہ جب کبوتر آسمان سے محل شاہی پر اُترتا تھا فوراً خلیفہ کو خبر کی جاتی تھی۔ خود خلیفہ خبر کے پڑھنے میں ایک ساعت توقف نہیں کرتا تھا کیونکہ اگر ایک لحظہ بھی غفلت کیجاتی تو بہت سے مہمات ملکی کے فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ خود خلیفہ اپنے ہاتھ سے کاغذ کھولتا اور پڑھتا تھا اس وقت اگر خلیفہ کے سامنے خاصہ چُنا ہوتا۔ تو فوراً کھانے سے دست بردار ہوتا حکم تھا کہ اگر خلیفہ اس وقت بستر خواب پر ہو تو فوراً جگا دئے جائیں۔ سو کر اُٹھنے کا

فریڈرک ڈیوک آف سوابیا جس کو مسلمان مورخ اس کے باپ کی طرح المان کہتے ہیں، جرمنی کی ایک لاکھ فوج کے مابقی پانچ ہزار آدمیوں کو ساتھ لئے ہوئے عکا میں پہنچا۔ اور اپنی باری میں ناموری حاصل کرنے کیواسطے گرم جوش ہؤا۔ اس نے دو کلیں نہایت عجیب و غریب شکل کی بنائیں جن میں سے ایک کو دبابہ اور دوسری کو کبشہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان عظیم الہیبت اور پُرخوف کلوں کی تیاری سے مسلمان متردد ہوئے مگر تیروں کو نفط میں جلا کر چرخیوں کے ذریعہ سے ان کلوں پر مارا گیا جس سے پہلے ایک اور پھر دوسری کل جلکر خاک سیاہ ہو گئیں۔ اور مسلمانوں کو اس سے نہایت خوشی اور اطمینان حاصل ہؤا۔ اس جنگ کے اختتام پر مشہور شناور عیسےٰ کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ایک روز کچھ خطوط اور ہزار دینار کی تین تھیلیاں کمر میں

بقیہ حاشیہ۔ انتظار نہ کیا جاوے۔ خبر ایک خاص قسم کے کاغذ پر لکھی جاتی تھی۔ جو ورق الطیر کے نام سے مشہور تھا۔ خبر لکھنے کے وقت کاغذ پر حاشیہ نہیں چھوڑتے تھے۔ عموماً خبر کے اوّل بسم اللہ نہیں لکھتے تھے۔ اور آخر میں دن اور وقت کے سوا سنہ بھی نہیں لکھتے تھے۔ مخاطب کی نسبت تعریف اور القاب کے لمبے چوڑے الفاظ نہیں لکھے جاتے تھے صرف ایک واقع کو مختصر الفاظ میں لکھتے تھے۔ اور عبارت حشو و زوائد سے بالکل پاک ہوتی تھی۔ عبارت کے آخر میں بطور نیک تفاول کے یہ الفاظ لکھے جاتے تھے "حسبنا و نعم الوکیل"۔ اگر دو کبوتر ایک ساتھ چھوڑے جاتے تو ایک کبوتر کا حال دوسرے کے کاغذ میں درج کر دیتے تھے۔ تاکہ اگر ان میں سے کوئی کبوتر وقت پر نہ پہنچے تو اُس کے آنے کا انتظار کیا جاوے +

قاضی محی الدین ابن عبد الظاہر۔ قاضی فاضل۔ اور عماد کاتب نے جو فن انشاء کے ہیرو خیال کئے گئے ہیں نامہ بر کبوتروں کی تعریف اور اُن کے حالات میں قلم کا زور دکھایا ہے اور رنگین اور مسجع طرز کی نہایت فصیح و بلیغ نثریں لکھی ہیں۔ قاضی فاضل نے نامہ بر کبوتروں کو ملائکۃ الملوک۔ انجیاء الطیر خطباء الطیر وغیرہ القاب سے ملقب کیا ہے۔ جو اُن کے لئے بہت موزوں ہیں۔ ابو محمد قیروانی نے متعدد نظمیں ان کبوتروں کے حالات پر لکھی ہیں +

کبوتروں کی ڈاک مصر اور شام میں نور الدین زنگی کے وقت سے حاکم بامر اللہ کے زمانہ تک جو مصری خلفائے عباسیہ کی یادگار تھا۔ برابر دو سو برس تک جاری رہی ہے۔ ابن فضل اللہ دمشقی جو اس خلیفہ کے دربار میں تھا اور جس نے ۷۴۹ھ ہجری میں وفات پائی۔ التعریف بالمصطلح الشریف میں لکھتا ہے کہ میرے زمانہ میں مصر کے جنوب اور ملک نوبہ کی سرحد پر قوس۔ اسوان۔ عیذاب تک جو کبوتروں کی ڈاک جاری تھی بند ہو گئی ہے لیکن شام اور مصر میں اب بھی کبوتروں کی ڈاک کی بہت سی منزلیں آباد ہیں۔ اور اُن میں ڈاک جاری ہے اس کے بعد ابن فضل اللہ نے اپنے زمانہ کی منزلیں گنوائی ہیں جن کو ضروری اور دلچسپ سمجھ کر ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

باندھے ہوئے شہر کو جارہا تھا۔ کہ عیسائیوں کے جہازوں کے نیچے سے گذرتے ہوئے اس کو کوئی حادثہ پیش آیا اور فوت ہوگیا۔ جب سیدی کبوتر واپس نہ آیا۔ تو مسلمانوں کو تردد ہوا۔ اور آخرکار لہروں نے ایک دن اسکی لاش خشکی پر چھوڑ دی اور وہ خطوط اور دینار اسی طرح اس کی کمر میں بندھے ہوئے مل گئے عیسائی اس امر کو بخوبی سمجھ چکے تھے کہ جب تک عکا میں فوج اور ہتھیار اور غلہ برابر پہنچتا رہیگا۔ عکا پر کبھی انکو غلبہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس واسطے انہوں نے اس خط و کتابت اور وسائل آمدورفت کے روکنے کی فکر شروع کی اور

کبوتروں کی ڈاک کی منزلیں

نام مقام	کیفیت
قاہرہ سے اسکندریہ تک	
قاہرہ ۔ ۔ ۔ ۔ دمیاط	
قاہرہ ۔ ۔ ۔ ۔ سویز	
قاہرہ ۔ ۔ ۔ ۔ بلبیس	(بلبیس مصر کا شہر ہے اور شام کے راستہ پر فسطاط سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے)
بلبیس ۔ ۔ ۔ صالحیہ	(صالحیہ فرات اور دجلہ کے درمیان دوابہ میں واقع ہے)
صالحیہ ۔ ۔ ۔ ۔ قطیا	(قطیا مصر کے راہ میں ایک قصبہ ہے جو ریگستان میں واقع ہے)
قطیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دارود	
دارود ۔ ۔ ۔ ۔ غزہ	(غزہ شام کی انتہائی سرحد پر ہے جو مصر سے ملتی ہے)
غزہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلد الخلیل	
غزہ ۔ ۔ ۔ ۔ بیت المقدس	
غزہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نابلس	(نابلس فلسطین میں بیت المقدس سے ۳۰ میل پر ہے)
غزہ ۔ ۔ ۔ ۔ لُد	(لد بیت المقدس کے قریب ایک قصبہ ہے)
لُد ۔ ۔ ۔ ۔ قاقون	(قاقون فلسطین میں رملہ کے قریب ایک قلعہ ہے)
جنین ۔ ۔ ۔ ۔ صفد	(صفد حمص کی سرحد پر ایک پہاڑی قصبہ ہے)
جنین ۔ ۔ ۔ ۔ بیسان	(بیسان صوبہ اردن کا ایک شہر ہے)
اربد ۔ ۔ ۔ ۔ طفس	
طفس صنمین	(صنمین دمشق سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے)

یہ قرار دیا کہ عکا کا برج ذبان جلا کر اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہ برج بندر عکا کے منہ پر سمندر میں ایک پتھر پر بنا کیا ہوا تھا۔ اور بندر کی محافظت میں اس سے نہایت مدد ملتی تھی اس میں مسلمان سپاہی گذرنے والے جہازوں کی امداد اور حمایت کے واسطے رہتے تھے۔ اور جہاز وہاں پہنچ کر دشمن کی زد سے محفوظ ہو جاتا تھا

بقیہ حاشیہ

نام مقام	کیفیت
ضمین ...... دمشق	
بیسان ... اذرعات	(اذرعات ملک شام میں ایک قصبہ ہے)
طفس ...... اذرعات	
دمشق ..... بعلبک	
دمشق ...... قارا	
دمشق ...... قریتین	(قریتین تدمر سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے)
قارا ...... حمص	(اگر حمص سے دمشق کو جائیں تو قارا پہلی منزل پر آتا ہے)
حمص ...... حماہ	
حماہ ...... معرہ	(معرہ حلب کے نواح میں اس سے ۵ میل کے فاصلہ پر ہے)
معرہ ...... حلب	
حلب ...... بیرہ	(بیرہ حلب کے قریب ایک قلعہ ہے)
حلب ...... قلعۃ المسلمین	
حلب ...... بہسنی	(بہسنی ایک قلعہ ہی جو دریائے فرات کے مغربی کنارہ پر سمیاط کے قریب واقع ہے)
قریتین ...... تدمر	(تدمر حلب سے ۵ دن کی راہ پر قدیم شہر ہے)
تدمر سخنہ	(سخنہ تدمر کے قریب ہے)
سخنہ قباقب	(سخنہ اور قباقب کے درمیان چند روز سے کبوتروں کی ڈاک بند ہو گئی ہے)
قباقب رحبہ	(تدمر سے قباقب اور قباقب سے رحبہ کی طرف کبوتر اڑائے جاتے ہیں) (ابن فضل اللہ)

اس میں شک نہیں کہ مصر اور شام میں کبوتروں کی ڈاک ابن فضل کے زمانہ تک جاری تھی اور اس سلطنت نے انتظام میں برابر مدد کی جاتی تھی لیکن معلوم نہیں ہوئی کہ اس وقت سے کب تک جاری رہی اور کب بند ہوئی ٭

اور شہر کے مسلمانوں کو اپنے جہاز کی امداد کے واسطے وہاں تک پہنچنے میں کوئی چیز مارج نہیں ہوتی تھی۔ اور عیسائی جہازوں کے روکنے کیلئے عاجز ہو جاتے تھے۔ عیسائیوں نے برج ذبان اور اس کے ساکنین اور محافظین کے جلانے اور اُس کو خالی کرا کر اس پر قبضہ کر لینے کے واسطے یہ تجویز کی کہ اپنے جہازوں پر ایک بلند برج طیار کیا۔ جس کو بارود اور ایندھن سے بھر دیا۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ برج ذبان کے پاس پہنچا کر اس کو آگ لگا دی جائے تاکہ برج اور اُس میں رہنے والے جل جائیں۔ مسلمانوں کے جہازوں پر آگ پھینکنے اور برج ذبان کی مدد سے روکنے کے واسطے ایک دوسرے جہاز میں ایندھن وغیرہ جمع کیا ایک روز ہوا کو موافق پاکر عیسائی ان جہازوں کو برج پر حملہ کرنے کے واسطے لے گئے۔ اور جب آگ لگا چکے۔ تو بقول فرانسیسی مورخ کے ہوا مخالف ہو گئی۔ انہی کے جہازوں پر لوٹ کر ان کو جلانے لگی۔ یا جہازوں کے لوہے تپ جانے سے آگ لگانے والی سٹی بھول گئے۔ اور برج تک پہنچ ہی نہ سکے۔ غرض ڈیوک آف آسٹریا کے سوائے جس نے خون آلود سمندر میں کود پڑنے سے تیر کر اپنی جان بچائی اور تمام عیسائی سمندر میں غرق ہو گئے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کی ان تھکانے والی لڑائیوں کا کوئی انجام نظر نہیں آتا تھا۔ خشکی اور سمندر میں آئے دن لڑائیاں جاری رہتی تھیں عیسائی اور مسلمان دونو ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے پر تُلے رہتے تھے۔ مسلمانوں کا اگر کوئی جہاز عیسائیوں کو مل جاتا تھا۔ تو عیسائی پکڑ لیتے تھے اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ آجاتا تھا تو وہ گرفتار کر لیتے تھے اس کے علاوہ جب عیسائی محتاج غلہ وغیرہ ختم ہو جانے پر ادھر اُدھر لوٹ مار کے ارادہ سے نکلتے تھے۔ تو مسلمان کمین گاہوں میں چھپ کر عیسائیوں کی ان جماعتوں پر حملے کرتے تھے اور اس طرح صدہا عیسائیوں کا خون بہاتے رہتے تھے سلطان بیمار ہو گیا تھا۔ اور گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ اور تل خروبہ پر ایک ایسی جگہ اس نے خیمہ لگا لیا تھا۔ جہاں سے فوجوں کو دیکھ کر ان کو ہدایات دے سکے (دیکھو صفحہ ۴۶۸)۔

لڑائی اس طرح جاری رہی۔ عیسائی تنگ آکر بار بار حملے کرتے تھے۔ مگر ہر دفعہ نقصان اُٹھا کر لوٹتے تھے۔ موسم سرما قریب پہنچنے لگا۔ اور سلطانی فوج کے مسلمان امرا بھی مدت کے سفر اور جنگ سے تنگ آکر اپنے گھروں کو واپس جانے کی خواہش کرنے لگے بعض نے شکایات ہی شروع کر دیں۔ سنجر شاہ والی جزیرہ کو جب اجازت نہ ملی تو گھبرا کر بلا اجازت ہی چلدیا۔ اور کسی قدر جبر سے واپس لایا گیا۔ عماد الدین والی سنجار نے بھی چلا جانا چاہا۔ مگر سلطان نے یہ شعر اس کے پاس لکھ کر بھیجا ؎

من ضاع مثلی من یدیہ	جس شخص نے میرے جیسا آدمی اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔
لیت شعری من استفادا	کاش مجھے معلوم ہو تا کہ اس کو کیا حاصل ہوا۔

عماد الدین یہ شعر پڑھ کر خاموش ہو گیا۔ اور پھر جانے کا نام نہ لیا۔ بایں ہمہ اس سے زیادہ عرصہ تک ان رؤساء کو روکنا مناسب نہ تھا۔ اور کچھ اور لڑائیوں کے بعد جب سلطان نے دیکھا کہ اب عیسائیوں میں جان نہیں ہے اس نے تمام امراء اور رؤساء کو اپنے اپنے وطنوں کو نہایت عزت سے اور احترام سے رخصت کر دیا۔ اور موسم سرما اپنے گھروں میں گذارنے کی اجازت دی۔ عماد الدین صاحب سنجار اس کا بھتیجا مالک ظاہر تقی الدین علاؤالدین والی موصل کا بیٹا اور تمام امیر یکے بعد دیگرے رخصت ہو گئے۔ اور سلطان کے پاس سوائے چند امراء اور حلقہ خاص کے لوگوں کے کوئی باقی نہیں رہا۔

عیسائی لشکر کی جو حالت اس وقت تھی وہ سلطان کو تنہا رہنے کی صورت میں خائف نہیں کر سکتی تھی عیسائیوں کے لشکر کی کیفیت ہم کو عیسائی مورخ کے الفاظ میں بیان کرنی چاہئے۔ کہ عیسائیوں نے بار بار حملے کئے۔ مگر دشمن پر ان کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور تمام دن جنگ کرنے اور فتح سے مایوس ہو کر اپنے خیموں میں واپس آتے تھے۔ جہاں قحط جواب شدت سے محسوس ہونے لگا تھا۔ کوئی چیز ان کو اپنے تکان کے رفع کرنے اور تر و تازہ ہونے کے لئے نہیں ملتی تھی۔ کروسیڈروں کی جماعتوں کے مختلف سردار اپنی زیر حکم فوجوں کی خوراک کے ذمہ دار تھے۔ اور ان کے پاس کسی وقت ایک ہفتہ سے زیادہ کی خوراک نہیں ہوتی تھی۔ جب کوئی عیسائی بیڑا آ جاتا تھا۔ تو افراط ہو جاتی تھی۔ اور جب کوئی جہاز نہیں پہنچتا تھا تو ان کو اپنی ضروریات زندگی کی بھی محتاجی ہو جاتی تھی۔ جب جاڑا آ گیا۔ اور سمندر زیادہ طوفانی ہو گیا۔ تو احتیاج قدرتاً بہت زیادہ ہو گئی۔ جب کروسیڈر اپنے گرد و نواح کی زمینوں پر سامان رسد کے واسطے لوٹ مار کرنے کو نکلتے تھے تو مسلمانوں کی کمینگاہوں میں لڑنا پڑتا تھا۔ بعض دفعہ مایوسی سے تنگ آ کر دشمن کی خندقوں اور احاطوں پر حملہ کرتے تھے لیکن ہمیشہ مار کر ہٹا دیئے جاتے تھے۔ آخر کار قحط عیسائیوں کے لشکر میں خوفناک نقصان کرنے لگا۔ غلہ کا ایک پیمانہ جس میں پچاس پونڈ آٹا ہوتا تھا۔ نوے کروں کے عوض ملتا تھا جس نرخ پر امراء اور شہزادے بھی نہیں خرید سکتے تھے۔ سرداروں نے اس امر پر اصرار کیا۔ کہ غلہ وغیرہ جو لشکر کو لایا جاتا ہے۔ اس کی قیمت مقرر کی جائے۔ فروخت کرنے والوں نے اس پر اپنے غلوں کو دفن کر دیا۔ اور جن اسباب سے گرانی کو کم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ انہی سے وہ اور زیادہ ہو گئی۔ کروسیڈر اپنے گھوڑوں کو مار کر کھا جانے کو مجبور ہوئے۔ اور اس کے بعد چمڑا اور ساز اور پرانی کھالیں کھا گئے۔ جو تل کر سونے کے ہم وزن ملتی تھیں۔ بہت سے عیسائیوں نے قحط سے اپنے لشکر سے بھاگ کر صلاح الدین کے پاس جا کر پناہ لی۔ اور بعضوں نے اس مصیبت سے جان بچانے کے واسطے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ اور دوسروں نے مسلمانوں کے جہازوں پر جا کر اور سمندر کے خطرات اٹھا کر

قبرص میں اور ساحل شام پر غارت گری شروع کر دی[۵۱]۔ تمام برسات کے موسم میں میدانوں میں پانی جمع رہا اور کروسیڈر پہاڑیوں پر جمع ہوئے پڑے رہے۔ جو لاشیں یا دل کے کناروں پر پڑی رہ گئی تھیں ان کے سڑ جانے اور تعفن سے متعدی بیماری پیدا ہو کر قحط کی مصائب کے ساتھ شریک ہو گئی۔ لشکر میں ماتم اور تدفین کی رسموں کے سوائے کچھ کام نہ رہا۔ دو سو سے تین سو تک حاجی (عیسائی) روزمرہ مر جاتے تھے۔ بعضے نہایت نامور سرداروں نے اس متعدی بیماری سے وہ موت پائی جس کا اُنہوں نے میدان جنگ میں کئی دفعہ مقابلہ کیا تھا۔ فریڈرک ڈیوک آف سوابیا (شاہنشاہ فریڈرک متوفی کا بیٹا) جنگ کے خطروں سے بچا رہکر اپنے خیمہ میں مر گیا۔ اس کے بدنصیب ہمراہیوں نے اس کی یاد میں آنسو بہائے اور عیسائیوں کے معاملہ سے مایوس ہو کر جس کے واسطے اُنہوں نے اس قدر مصیبتیں اُٹھائی تھیں مغرب کو واپس چلے گئے۔

عکا میں جو محصور فوج مسلمانوں کی تھی اور جس نے اپنی ان تھک محنت اور جلادت سے شہر کو عیسائیوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھا تھا۔ آخر اس زمانہ دراز کی اسیری اور جنگ کی صعوبتوں سے گھبرا گئی۔ موسم سرما میں سمندر کے طوفان کے سبب سے جب عیسائی اپنے جہازات کو جزیروں یا صوبوں میں منتقل کرنے کے لئے گئے۔ تو سلطان نے جو شفر عم میں ٹھیرا ہوا تھا۔ ان افواج کی تبدیلی کرنے کا موقع دیکھا۔ ملک عادل کو اس کے اہتمام کے واسطے حیفا کو روانہ کر دیا۔ جس نے شہر کی فوج کو نکال کر اس کی بجائے نئے لشکر شہر میں داخل کئے۔ اور ان کے واسطے ایک سال کی ضرورت کا غلہ اور سامان شہر میں فراہم کر دیا۔ اگرچہ یہ تبدیلی مجبوراً کرنی پڑی مگر وہ ایک مہلک غلطی سے محفوظ نہیں تھی۔ جو فوج شہر سے نکالی گئی تھی وہ نہایت تربیت یافتہ اور صابر اور اس کے سردار نہایت تجربہ کار اور کار آزمودہ اور مدبر افسر تھے۔ نئی فوج اور اس کے سردار نہایت خام اور ناتجربہ کار تھے۔ اور ایسے ہی افسروں کے ماتحت طوعاً و کرہاً شہر میں داخل کیا گیا۔ اپنی خواہش اور رضامندی سے وہ شہر میں نہیں داخل ہونا چاہتے تھے ترغیب اور تحریص اور تخویف سے اُنہوں نے یہ تبدیلی منظور کی۔ اور اس خطرناک غلطی کا نتیجہ عکا کا ضعف تھا۔

اس تمام موسم سرما میں سلطان بیمار رہا۔ اور رفتہ رفتہ ضعیف ہوتا گیا مسلمانوں اور عیسائیوں میں لڑائیاں اور حوادث ہوتے رہے۔ جب فلپ بادشاہ فرانس اور رچرڈ بادشاہ انگلینڈ کی آمد کی خبریں

---

[۵۱] بہت سے عیسائیوں نے سلطان کے پاس آکر درخواست کی تھی کہ اگر ان کو جہاز ملیں تو سمندر میں عیسائیوں کو لوٹینگے۔ چنانچہ اُنہوں نے ساحل شام پر اور جزیرہ قبرص میں گرجاؤں اور گھروں کو مدت تک لوٹنا جاری رکھا۔

مشتہر ہوئیں۔ تو سلطان نے اسلامی فوجوں کی طلبی کے واسطے خط لکھوائے۔ اور بلاد اسلامی میں خطیبوں نے مسلمانوں کو جہاد کی طرف راغب کیا۔ موسم بہار کی آمد پر مسلمان امیروں نے آنا شروع کیا۔ مگر اس دفعہ ان کی پہلی کی سی کثرت نہیں تھی۔ سب سے بڑی غلطی تقی الدین نے کی جو اپنے علاقہ کا انتظام کرنے گیا تھا۔ اور وہاں گرد و نواح کے علاقوں سے جنگ کرنا شروع کردیا اس سبب سے وہ خود مع اپنی فوجوں کے رُکا۔ اور مشرقی فوجیں اس کے جنگ کے خوف سے عکا کو روانہ نہ ہوسکیں ؛

عیسائیوں کی نئی فوجیں مور وملخ کی طرح آرہی تھیں پہلے فلپ بادشاہ فرانس پہنچا۔ اور اسکے بعد رچرڈ شاہ انگلستان۔ رچرڈ اپنی دلیری اور شجاعت کے واسطے تمام یورپ میں مشہور تھا عیسائیوں نے اس کے آنے پر بڑے جوش سے خوشیاں منائیں۔ فرانسیسی مورخ لکھتا ہے کہ "فرنگیوں نے رچرڈ کی آمد پر تمام لشکر میں چراغاں کرنے سے خوشیاں ظاہر کیں۔ جب انگریزی لشکر عیسائی فوجوں کے ساتھ شامل ہوگئے۔ تو عکا نے اپنی دیواروں کے پیچھے وہ تمام نامور کپتان اور جنگجو بہادر دیکھ لئے۔ جن پر کہ یورپ کو فخر تھا۔ فرنگیوں کے خیمہ اس وسیع میدان میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور ان کی فوجیں ایک نہایت شاہانہ اور ہیبتناک نظارہ پیش کرتی تھیں۔ ایک تماشا دیکھنے والا شخص ساحل سمندر پر کھڑا ہوکر عکا کے میناروں اور عیسائیوں کے کیمپ کو جس میں انہوں نے مکانات اور کوچے بنالئے تھے جو ہر وقت چلنے پھرنے والوں سے بھرے رہتے تھے۔ دیکھتا تو وہ خیال کرتا۔ کہ وہ دو رقیب شہر دیکھ رہا ہے۔ جو ایک دوسرے سے جنگ کررہے ہیں۔ ہر ایک قوم کا سردار اور محلہ جُدا تھا۔ اور عیسائی کروسیڈروں میں اس قدر زبانیں بولی جاتی تھیں۔ کہ مسلمانوں کو ان تمام قوموں کے قیدیوں کی زبانیں سمجھنے کے واسطے مترجم نہیں مل سکتے تھے۔" (میچاڈ صفحہ ۴۷۰) ؛

عیسائیوں کی اس بیشمار فوج کو جو تازہ جوش اور تازہ روح رکھتی تھی۔ اپنا کام شروع کرنے سے کوئی چیز مانع نہ تھی۔ اُنہوں نے پتھر پھینکنے کی کلیں اور اپنے سامان تیار کرکے شہر پر حملے کرنے شروع کردیئے اہل شہر کے نقاروں کی آواز نے جب سلطان کو عیسائیوں کے حملوں کی خبر دی۔ تو وہ بھی لشکر لے کر سوار ہوا۔ اور عیسائیوں پر حملے کرنے شروع کردیئے اور ان کا رخ شہر کی طرف سے پھیر دیا عیسائیوں نے بڑے بڑے برج اور کلیں بنالیں تھیں۔ مگر شہر کے مسلمانوں نے موقع پاکر ان کو جلادیا اسی اثنا میں فلپ اور رچرڈ دونو بیمار ہوگئے۔ اور رچرڈ نے سلطان سے خط وکتابت شروع کردی بقول عرب مورخوں کے اس نے سلطان سے ملاقات کرنے کی درخواست کی اکیبرف اور میوے مانگ بھیجے۔ عیسائی مورخوں کا بیان ہے۔ کہ دونو بادشاہ سلطان سے خط وکتابت کرتے تھے اور

سلطان نے برف اور میوے ان کی بیماری کے زمانہ میں بھیجے تھے۔ اور دونو بادشاہ ایک دوسرے پر سلطان سے خفیہ خط و کتابت کرنے کا الزام لگاتے تھے۔

شہر پر حملے برابر کئے جارہے تھے۔ اور رچرڈ اور فلپ کے صحت یاب ہونے پر بہت سرگرمی سے محاصرہ شروع کیا گیا۔ فرانسیسی مورخ لکھتا ہے کہ محاصرہ نئے جوش کے ساتھ شروع کیا گیا لیکن مسلمانوں نے اس فرصت کو جو عیسائیوں نے ضائع کیا تھا۔ شہر کو مضبوط کرنے میں خرچ کیا تھا۔ جب محاصرین شہر کی دیواروں کے نزدیک آتے تھے۔ تو مسلمان ان کا ایسا سخت مقابلہ کرتے تھے۔ جن کی ان کو ہرگز توقع نہیں ہوتی تھی۔ درانحالیکہ صلاح الدین کی فوج ان تھک طور پر اور متواتر حملے کر رہی تھی ہر صبح کو عکا کی دیواروں اور سلطان کے لشکر سے نقاروں اور باجوں کی آواز آتی تھی جو جنگ کا نشان ہوتا تھا۔ سلطان اپنی فوج کے دل بڑھاتا تھا۔ اور ملک عادل اپنے امیروں کے سامنے جلادت اور تہور کے نمونے پیش کرتا تھا۔ ان پہاڑیوں کے نیچے جن پر عیسائی مقیم تھے۔ بہت سے جنگ ہوئے۔ دو دفعہ عیسائیوں نے بہت زور سے حملہ کیا۔ اور دونو دفعہ صلاح الدین کے حملہ سے بچنے کے واسطے بہت جلد اپنے خیموں سے لوٹ آئے۔ ہر روز عیسائی اپنی کوششوں کو تازہ اور دوبالا کرتے تھے۔ اور صلاح الدین کے حملوں کو روکتے تھے۔ یا شہر پر حملہ کرتے تھے۔ ان میں سے ایک حملہ میں انہوں نے شہر کی خندقوں کو اپنے مردوں اور مقتولوں اور گھوڑوں کی لاشوں سے جن کو دشمن کی تلواروں یا نیزوں نے قتل کیا تھا۔ یا بیماری سے مرے تھے بھر دیا۔ مسلمانوں نے ان بھیانک لاشوں کو اٹھا کر پھر خندق کے کناروں پر پھینکدیا۔ اور خندق کو خالی کر دیا جس کے کناروں پر دشمن کے نیزے اور تلواریں ہر وقت تازہ قربانیاں کرتی رہتی تھیں۔ موت۔ رکاوٹ۔ یا تکان عیسائیوں پر کوئی اثر نہیں کرتی تھی۔ جب ان کے لکڑی کے برج اور پتھر پھینکنے کی کلیں جلا کر خاک کر دی گئیں تو انہوں نے زمین کھود کر اس کے نیچے راستے بنائے۔ اور فصیل کی بنیادوں تک جا پہنچے ہر روز کچھ تازہ وسائل اور نئی کلیں شہر کے فتح کرنے کے واسطے ایجاد کی جاتی تھیں۔ ایک عربی مورخ بیان کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے کیمپ کے نزدیک ایک مٹی کی نہایت بلند پہاڑی بنا کر کھڑی کر دی۔ اور اس پر متواتر مٹی پھینک پھینک کر اس پہاڑ کو شہر کے نزدیک پہنچا دیا۔ یہ تودہ ایک تیر کی مار کے نصف فاصلہ تک پہنچ گیا تھا جب کہ مسلمان شہر سے نکل آئے۔ اور اس عظیم تودہ خاک کے سامنے لشکر پر ٹوٹ پڑے جو ہر روز نزدیک ہوتا جاتا تھا۔ اور شہر کو دھمکی دے رہا تھا۔ تلواروں گینتیوں اور بیلچوں سے مسلح ہو کر انہوں نے اس فوج پر حملہ کیا۔ جو اس تودہ کو بڑھائے لئے آتی تھی مسلمانوں نے

اس کو اکھیڑ کر میدان میں پھینک دینے کی ہر ایک کوشش کی لیکن اس کی ترقی کو صرف اس قدر روک سکے کہ اس کے راستے میں فراخ اور گہری خندقیں کھود دیں"۔

شہر کی فوجوں نے اپنی قلت اور شکستہ حالی کے باوجود کچھ شک نہیں ہے کہ داد مردانگی دی تمام یورپ کی فوجیں جو ان کے دروازوں پر پڑی ہوئی تھیں۔ انکو خائف نہیں کر سکتی تھیں۔ بارہا وہ شہر سے نکلکر عیسائی لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ اور قتل اور غارت کر کے واپس چلے گئے۔ پُر کی ہوئی خندقوں کو خالی کر دیا کلوں کو جلا دیا۔ دمدموں کو اکھیڑ پھینکنے کی کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ مگر متواتر راتوں کے جاگنے اور قلت سامان اور کمی فوج اور شب و روز کی لڑائی سے آخر تھک کر چور ہو گئے۔ سلطان اس حالت سے جس قدر رنج اور غم میں مبتلا تھا۔ اس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے فوج اندر داخل کرنے کی کوشش کی مگر کافی تعداد میں داخل نہ کر سکا۔ وہ خود راتوں نہیں سوتا تھا۔ اور دن رات بے چینی اور سواری میں گذر جاتے تھے شہر کی فوج کی مایوسانہ تحریریں جن میں وہ اپنی تکلیف اور شکستہ حالی اور مجبور ہو کر شہر عیسائیوں کے حوالے کر دینے کی خبریں لکھتے تھے۔ سلطان کو اور بھی حواس باختہ کر دیتی تھیں اور غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے تھے فرانسیسی مورخ شہر کی فوج کی زبون حالت کی خود تصدیق کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ "فصیل کا بڑا حصہ گرنے لگ گیا تھا اور ضرور تھا کہ محاصرین کے واسطے راستہ نکل آئے۔ جنگ قحط اور بیماری نے محصورین کو بہت ضعیف کر دیا تھا۔ شہر میں کافی سپاہی باقی نہیں رہے تھے۔ جو فصیلوں کی حفاظت کرتے اور کلوں کو ادھر ادھر لے جاتے۔ جو عیسائیوں کی کلوں کا جواب دیتی تھیں۔ شہر کو صرف ذخیروں اور غلہ وغیرہ کی محتاجی نہیں تھی بلکہ ان کے پاس سامان جنگ۔ بارود۔ اور یونانی آتش (نفط) باقی نہیں رہے تھے۔ یہ جنگ آور لوگ جنہوں نے اس قدر زحمتیں برداشت کی تھیں اس حال میں بزدل ہونے لگ گئے اور صلاح الدین اور امیروں کی شکایت کرنے لگے" (میچاڈ صفحہ ۴۷۹) پھر لکھتا ہے کہ اس حالت میں انہوں نے فلپ شاہ فرانس کے ساتھ مصالحت کے بارہ میں گفتگو شروع کی۔ اس نے یہ شرط تجویز کی کہ مسلمان تمام بلاد ساحل کو جو جنگ طبریا س کے بعد فتح کی تھیں چھوڑ دیں۔ اس جواب پر مسلمان امیر بھڑک اٹھا۔ اور کہا کہ میں اور میرے ہمراہی شہر کی ویرانی کے نیچے مر جائینگے۔ اور عکا کی اس طرح حفاظت کرینگے جس طرح ایک زخمی شیر اپنے گھر انے کی کرتا ہے عیسائیوں کی بیشمار فوجیں طوفان کی طرح شہر پر ٹوٹی پڑتی تھیں سلطان عقب سے حملے کرنے میں برابر مصروف تھا۔ مگر اس کی اپنی قلت فوج عیسائیوں کے کثیر لشکر پر کچھ اثر نہیں پیدا کر سکتی تھی۔ شہر کے مسلمان مایوسی سے مقابلہ کر رہے تھے۔ فصیل پر چڑھنے والے عیسائیوں کو مار ڈالتے تھے۔ یا جلا دیتے تھے۔ مگر سامان جنگ کی کمی سے ہر ساعت نا امید ہوتے جاتے تھے۔ اور

آخر کار ان میں بعض نے راتوں رات کشتیوں میں سوار ہو کر شہر سے نکل بھاگنا شروع کیا بھاگنے والوں نے شہر کی فوجوں کی رہی سہی ہمت کو بھی پست کر دیا۔ خود سلطان نے آخر کار اہل شہر کو بچانے کی یہی تجویز سوچی کہ ان کو ہدایت کی کہ اپنا اسباب اور سامان لے کر رات کو شہر سے نکل آئیں اور جہاز میں بیٹھ کر لشکر کو پہنچ جائیں۔ اس رات وہ اپنی تیاری کو مکمل نہ کر سکے۔ اور صبح کو دو غلاموں نے بھاگ جا کر عیسائیوں کو اس ارادہ سے مطلع کر دیا۔ اور عیسائیوں نے نہایت پختگی سے دروازوں کو روک لیا سلطان اس وقت عیسائیوں کے ساتھ صلح کے بارہ میں خط و کتابت کر رہا تھا۔ وہ ان کی شرائط کو منظور نہیں کرتا تھا۔ اور عیسائی اس کی شرطیں نہیں مانتے تھے۔ شہر کے لوگ اپنی تنگی میں ہر ایک چیز کے قبول کر لینے کو تیار تھے۔ اور انہوں نے عیسائیوں کو دو لاکھ دینار دینے اور عیسائی قیدی چھوڑ دینے اور صلیب اعظم واپس کر دینے کے اقرار پر صلح کر لی۔ اور عکا کے لوگ بطور ضمانت کے ایفائے عہد تک عیسائیوں کے قبضہ میں رہنے قرار پائے سلطان نے جب ان شرائط پر صلح کا حال سنا۔ تو غصہ سے بھڑک اٹھا۔ اور غضب آلود ہو کر ایک سب سے آخری کوشش شہر کو عیسائیوں سے بچا لینے کی کرنے کو تیار ہو گیا۔ مگر اسی تیاری میں اس نے عیسائیوں کا جھنڈا شہر کی فصیل پر اڑتا دیکھا۔ اہل شہر نے شہر عیسائیوں کے حوالے کر دیا تھا سلطان کے پاس اب دانت پیس کر بیٹھ جانے کے سوائے کیا تھا۔ یہ واقع ۱۷ جمادی الاول ۵۸۷ھ کو ہوا ✣

عیسائی مورخ کی داستان انہی واقعات سے مشابہ ہے۔ لکھتا ہے کہ مسلمانوں کا سرکشانہ اور ناقابل مفتوح جوش کئی روز تک اسی طرح رہا لیکن جب ان کو کوئی امداد نہ پہنچی تو ہیبت سے امیروں نے آخر کار عکا کی سلامتی سے مایوس ہو کر اپنے آپ کو راتوں رات کشتیوں میں ڈال دیا۔ اور صلاح الدین کے غصہ کو عیسائیوں کی تلواروں سے مرنے پر ترجیح دے کر اپنے لشکر میں پناہ لینے کو چلے گئے۔ اس فراری اور ان کے برسوں کی شکستہ حالت نے مسلمانوں کو ہیبت زدہ کر دیا۔ جب کبوتر اور ہر ایک صلاح الدین کے پاس متواتر محصورین کی مصیبت کی خبریں پہنچا رہے تھے محصورین نے شب کے وقت شہر کو چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور ہر ایک خطرہ برداشت کر کے اسلامی لشکر میں پہنچ جانا چاہا لیکن یہ ارادہ عیسائیوں کو معلوم ہو گیا۔ اور ہر ایک دروازے اور راستے کو جہاں سے وہ نکل سکتے تھے روک لیا۔ اور سخت حفاظت کرنی شروع کر دی۔ شہر کے امیروں اور رئیسوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ سوائے فلپ بادشاہ فرانس کے رحم کے اب ان کی کوئی امید باقی نہیں رہی ہے۔ اور یہ اقرار کیا کہ اگر وہ ان کو زندگی اور آزادی دے دے گا تو وہ عیسائیوں کو سولہ سو قیدی اور اصلی صلیب دلوا دیں گے امن دینے کی صورت میں انہوں نے عیسائی فوج

کے سرداروں کو دو لاکھ دینار دینے کا وعدہ کیا۔ اور محصورین کا مع عکا کی تمام آبادی کے عہدنامہ کو پورا ہونے تک عیسائیوں کے قبضہ میں رہنا قرار پایا۔ ایک مسلمان سپاہی صلاح الدین کے پاس بھیجا گیا کہ اس کو اس امر سے مطلع کرے۔ کہ شہر امن مانگنے کو مجبور ہوا ہے سلطان جو کہ شہر کو بچانے کے واسطے ایک آخری کوشش کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس خبر کو سُن کر سخت رنجیدہ ہؤا اس نے اپنے مشیروں کو جمع کیا۔ کہ وہ اس سپردگی شہر اور امن طلبی کو پسند کرتے ہیں یا نہیں لیکن ابھی خاص امراء اس کے خیمہ میں جمع نہیں ہوئے تھے۔ جب کہ اُنہوں نے کروسیڈروں کے جھنڈے کو فصیل اور برجوں پر اُڑتے دیکھا (میچاڈ صفحہ ۱۸۴) ؞

خاتمہ جنگ کی نسبت وہی مورخ کہتا ہے۔ کہ "اس مشہور محاصرہ کا یہ نتیجہ ہؤا جو تین برس تک رہا اور جس میں کروسیڈروں نے اس سے زیادہ خون بہایا۔ اور زیادہ بہادری دکھائی جتنی کہ تمام ایشیا کو مطیع کر لینے کے واسطے کافی ہوتی۔ سو سے زیادہ لڑائیاں اور نو بڑے جنگ شہر کی دیواروں کے سامنے ہوئے۔ بہت سی تر و تازہ فوجیں برباد ہوتی ہوئی فوجوں کو کمک کرنے کے واسطے آئیں۔ اور اپنی باری میں دوسری فوجوں نے ان کی جگہ لی۔ یورپ کے امرا میں سے بڑے بڑے بہادر تلوار یا بیماری سے اس محاصرہ میں مر گئے" اس کے بعد وہ نامور مقتولین میں سے تیرہ آدمیوں کے نام لکھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ان کے علاوہ اور بہت سے مشہور آدمی اس جنگ کی نذر ہوئے (میچاڈ صفحہ ۱۸۴) ؞

عکا کے تھکا دینے والے محاصرہ کے حالات اگر خود ہی نہ چھوڑ دیئے جائیں تو ختم ہونے والے نہیں ہیں ایک تین برس کے عرصہ میں جو جو واقعات گذرے اُن کی تفصیل بجائے خود اس کتاب کا مضمون ہونی چاہئے یورپ کے عیسائیوں کو عرصہ دراز تک مشرق کے مسلمانوں کے قریب رہنے اور ان سے بہت کچھ سیکھنے اور ایک دوسرے کو دیکھنے اور جاننے کا موقع جو اس محاصرہ کے زمانہ میں ملا۔ اور کہیں بہت کم مل سکتا تھا اس محاصرہ کے نہایت عجیب واقعات بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ مسلمان اور عیسائی مبارز بہت دفعہ ایک دوسرے سے تنہا دست بدست لڑنے کو نکلتے تھے۔ اور دونو فوجیں امن سے ان کا تماشا دیکھتی تھیں۔ بعض دفعہ مختلف اقوام کے عیسائی آپس میں زور آزمائی کے واسطے تیار ہوتے تھے۔ اس وقت عیسائیوں اور مسلمانوں کا جنگ فراموش ہو جاتا تھا۔ اور مسلمان اس نظارہ کو دیکھنے کے واسطے مدعو کئے جاتے تھے حیرت انگیز دلیری اور ذاتی قربانی کی مثالیں بھی اس موقع کی کچھ کم نہیں ہیں۔ ایک دفعہ مسلمانوں نے جب اپنے جہاز کو عیسائیوں کے قابو میں دیکھا۔ تو اس میں سوراخ کر کے ڈبو دیا۔ اور عیسائیوں کو ان جہاز و نیچے

سامانوں سے محروم رکھنے کے واسطے خود ڈوب مرے۔ ایک مسلمان امیر جمال الدین بن ارکگر کی کشتی کو ایک دفعہ عیسائیوں نے گھیر لیا۔ اور اس کے ملاح اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس نے عیسائیوں کے سردار سے کہا کہ اب وہ اس کے قابو میں ہے اور اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ عیسائی سردار آگے بڑھا۔ تو جمال الدین نے اس کو ایسا زور سے بغل میں دبایا۔ کہ جاں بلب ہو گیا۔ اور اس کو لپٹے ہوئے سمندر میں کود پڑا۔ اور اپنے ساتھ ایک عیسائی سردار کا خاتمہ کر کے گیا ؂

سلطان کو عکا کے اس طرح کھوئے جانے کا جو رنج اور اندوہ ہؤا۔ وہ بے حد و بے پایاں تھا عرب مورخ کہتا ہے کہ سلطان کا رنج اس شفیق والدہ کی طرح تھا۔ جو اپنا پیارا بچہ کھو بیٹھتی ہے۔ مسلمان اس کو تسلی دیتے تھے۔ مگر کسی طرح اس کی تسلی نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اسی پر اس کے غم کا خاتمہ نہیں ہونے والا تھا۔ ایک اور دردناک خبر اس کے واسطے ذخیرہ میں تھی۔ عیسائی سلطان سے اس عہدنامہ کی شرائط پورا کرنے کے واسطے خط و کتابت کر رہے تھے۔ جو اہل شہر نے عیسائیوں سے کی تھیں سلطان ان کے قیدی چھوڑنے اور صلیب دینے کو تیار تھا۔ بلکہ شاید ان کے نائبوں کو دے بھی دی تھی۔ اور قیدی دمشق سے منگوا لئے تھے لیکن پیشتر اس کے کہ وہ تمام شرائط عہد کا ایفا کرتا۔ عیسائیوں سے درخواست کرتا تھا۔ کہ مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دیا جاوے اس کو عیسائیوں کی بدعہدی کا خوف تھا۔ اور اسی پر اصرار کر رہا تھا۔ کہ ظالم اور سفاک اور درندہ رچرڈ نے ان بے گناہ قیدیوں کو جن کو رسیوں سے باندھا ہؤا تھا۔ ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر قتل کر ڈالا۔ عیسائی مورخ ان کی تعداد پانچ ہزار بیان کرتا ہے۔ اور مسلمان تین ہزار۔ مگر سلطان کے دل کو ایک تازہ شدید صدمہ پہنچانے کے واسطے ایک مسلمان کے قتل کا درد بھی کافی ہوتا تھا۔ فرانسیسی مورخ رچرڈ کی اس خونخوار حرکت کی نسبت لکھتا ہے کہ نہ تو اس نے ان غیر مسلح اور بے پناہ دشمنوں پر رحم کیا اور عیسائیوں پر جن سے مسلمان اس خون کا بدلہ لئے بغیر نہیں رہنے والے تھے۔ اور پانچ ہزار مسلمانوں کا خون بہا دیا۔ پھر کہتا ہے کہ "رچرڈ کے اس فعل سے جس سے تمام عیسائی فوج کو رنج ہؤا۔ رچرڈ کی کریکٹر (خصلت) کا کماحقہ اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ اور اس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کے تشدد سے کس قدر خوف کرنا چاہئے۔ ایک وحشی اور بیرحم دشمن کبھی فیاض رقیب نہیں بن سکتا۔" ایسے ہی وحشیانہ تشددات کے باعث فلپ شاہ فرانس سے بھی اس کا بگاڑ بڑھتا گیا۔ اور وہ آخر کار اپنی دس ہزار فوج اور پانچسو سوار ڈیوک آف برگنڈی کے زیر حکم چھوڑ کر فرانس کو واپس چلا گیا۔ فلپ کے جانے کی یہی وجہ تھی۔ یا اپنی اغراض یا یہ کہ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ مسلمانوں سے ایک شہر کے

فتح کرنے میں تین سال کا عرصہ اور یورپ کے عیسائیوں کی لاکھوں جانیں ضایع ہوئی ہیں تو بیت المقدس اور بلاد ساحل کس قیمت کو لینگے۔ بہرحال وہ شام سے یورپ چلا گیا۔ اور رچرڈ ایک لاکھ عیسائی فوج کے ساتھ بیت المقدس اور بلاد ساحل مسلمانوں سے فتح کرنے کے واسطے پیچھے رہا (مچاڈ صفحہ ۵۰۴) +

سلطان عکا کے کھوئے جانے پر بلاد ساحل کے شہروں اور بیت المقدس کے شہروں کا فکر کرنے کے واسطے روانہ ہو چلا تھا۔ جب اس کو مسلمان قیدیوں کی خونریزی کی خبر ملی۔ تو اپنے لشکر کو لوٹا کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ اور رات تک کشت وخون کا بازار گرم رہا۔ مگر عیسائیونکو مار کر ہٹا دینے کا نتیجہ مسلمانوں کے واسطے یہی تھا کہ ان بے پناہ مقتولوں کی لاشیں دیکھ کر ان پر گریہ وزاری کریں +

سلطان بلاد ساحل کے شہروں کے انتظام کے واسطے احکام دیکر اور کچھ آگے بڑھ کر عیسائیونکے انتظار میں پڑا رہا۔ جب عیسائی قیصاریہ کے ارادہ سے ساحل کو چلے تو سلطانی فوج نے انکو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور جب موقع پاتے تھے۔ عیسائی لشکر پر اس طرح گرتے تھے۔ جس طرح بھوکا شیر شکار پر گرتا ہے۔ سلطان خود تیراندازوں کی صفوں میں کھڑا ہو کر ان کو ہدائتیں دیتا تھا۔ اگرچہ عیسائی فوج کی کثرت اور ان کے آہنی لباسوں اور زرہوں اور خودوں کے سبب سے جن پر تیر اور تلوار بہت کم اثر کرتے تھے۔ اس کو بہت احتیاط کرنی پڑتی تھی۔ مگر ان کا احاطہ کسی وقت نہیں چھوٹتا تھا اور ان کو حرکت کرنے کا موقع بہت کم دیتا تھا +

عیسائی مورخ لکھتا ہے کہ "صلاح الدین نے جس کو عرب کے مورخ اکثر اس مادہ شیر سے تشبیہ دیتے ہیں جس نے اپنا بچہ کھو دیا ہو۔ کروسیڈروں کی روانگی کی خبر سُنکر اپنی فوج جمع کی۔ اور ان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ کبھی ان سے آگے بڑھ جاتا تھا۔ اور فوج ہراول پر حملہ کرتا تھا۔ اور کبھی ان کے بازوں کے دستوں پر آفت لے آتا تھا۔ اور جو سپاہی اصلی جمعیت سے الگ ہو جاتا تھا۔ اس کو پکڑ لیتا تھا۔ اگرچہ قیصاریہ عکا سے بارہ فرسنگ کے فاصلہ پر تھا لیکن کروسیڈر اس راستہ کو چھ روز سے کم میں طے نہ کر سکے تمام عیسائی جو فوج کے ساتھ نہیں رہ سکتے تھے۔ اور صلاح الدین کے قابو میں آ جاتے تھے اس کے حکم سے مار ڈالے جاتے تھے۔ اور اُن کی لاشیں محصورین عکا کی خونریزی کے بدلہ میں ساحل پر پھینک دی جاتی تھیں (مچاڈ صفحہ ۵۰۴) عرب مورخ اسی کو دوسرے لفظوں میں یوں کہتے ہیں۔ کہ عیسائیوں کو کتے کی موت مار ڈالا جاتا تھا +

سلطان کی اس غضبناک مستعدی نے رچرڈ کے حوصلوں کو بہت جلد پست کر دیا اور پہلے تو خبر رساں چوکیوں کے افسر عزالدین ابراہیم بن المقدم کے ساتھ صلح کی گفتگو شروع کی۔ اور اس کا جواب جب صرف

لڑائی سے ملا۔ تو رچرڈ نے ملک عادل (برادر سلطان) سے ایک علیحدہ ملاقات کی خواہش کی اور اس سے صلح کی تحریک کی لیکن شرائط میں جب بلاد ساحل کو طلب کیا۔ تو ملک عادل نے ایسا ترش جواب دیا کہ رچرڈ دیر تک اس کی ترشی نہ بھول سکا عیسائی مورخ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ "رچرڈ نے جب خطروں اور رکاوٹوں کو اپنے راستہ میں روز افزوں دیکھا تو اس نے ملک عادل سے ملاقات کی خواہش کی اور صلح کی تجویز پیش کی۔ بدیں شرط کہ مسلمان عیسائیوں کو یوروشلیم (بیت المقدس) دیدیں۔ ملک عادل نے جواب دیا کہ صلاح الدین کی فوج کا سب سے آخری سپاہی مرجائے گا۔ لیکن اسلامی فتوحات کو نہ چھوڑیگا۔ رچرڈ اس جواب سے غضب آلودہ ہوا۔ اور قسم کھائی کہ جس چیز کے دینے سے صلاح الدین انکار کرتا ہے وہ اس سے فتح کرکے لے گا اور فوج کو کوچ کا حکم دیا" (رچاڈ صفحہ ۴۰۶) ۔

عیسائی فوج ارسوف کی طرف روانہ ہوئی۔ اور سلطانی فوج نے گو ارسوف تک بھی ان کو آسانی سے نہیں پہنچنے دیا لیکن ارسوف میں ایک کھلے جنگ اور مقابلہ کے واسطے عیسائیوں کا انتظار کرنے لگے۔ ۱۴۔ رمضان ۵۸۷ھ ہجری کو یہ عظیم جنگ واقع ہوا۔ عیسائیوں کے رسالہ نے سب سے پہلے حملہ کیا۔ مگر وہ تولوں میں نقصان عظیم اٹھاکر پسپا ہوا۔ جیقوئیس ڈی ایونیز جو عیسائی رسالہ کا افسر تھا تیسرے حملہ میں اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹ گیا۔ اور رچرڈ کو بدلا لینے کے واسطے پکارتا ہوا راہی عدم ہوا۔ اس بہادر شخص کی موت پر عیسائی بہت بپھرے اور خود رچرڈ نے تمام فوج کے ساتھ حملہ کیا۔ لیکن مسلمانوں کے ایک منتخب دستہ فوج نے جب پیچھے سے حملہ کردیا۔ تو اس کو پسپا ہونا پڑا۔ یہ جنگ بہت سخت تھا۔ اور عیسائی اور مسلمان دست بدست ایک گھمسان لڑائی میں لڑ رہے تھے۔ جو قیامت سے مشابہ تھی انگریزی مورخ رچرڈ کی نسبت اس قسم کے بہادری کے افسانے بیان کرتے ہیں جنکی اصلیت کچھ بھی نہیں ہے۔ ان میں سے ایک مورخ کہتا ہے کہ اس لڑائی میں رچرڈ اور صلاح الدین کا ایک دوسرے سے اتفاقاً مقابلہ ہوگیا۔ اور دونوں باہم زور آزمائی کرنے لگے۔ اور دونوں فوجیں اپنی فتح وشکست کو اپنے بادشاہوں کی ہار جیت پر مبنی کرکے تشویش میں نتیجہ کو دیکھنے لگیں۔ مگر رچرڈ اور صلاح الدین دونوں اس جنگ کے بعد زندہ تھے۔ اور اسی سے یہ افسانہ اور تمام افسانوں کی طرح لغو معلوم ہوتا ہے۔ جنگ ارسوف کا نتیجہ عیسائی بیان کرتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور مسلمان بیان کرتے ہیں کہ عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ اور انہوں نے ارسوف کی دیواروں کی آڑ میں پناہ لی ورنہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہا ہوتا۔ بہرحال جانبین کا نقصان عظیم ہوا۔ سلطان اپنے خطوں میں لکھتا ہے کہ مقتول عیسائیوں کا شمار تو معلوم نہیں ایک ہزار گھوڑا عیسائیوں کا قتل ہوگیا تھا ۔

عیسائی یافہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر سلطان نے یافہ کی فصیل گرا کر اُس کو اس لائق نہیں چھوڑا تھا کہ ضرورت کے وقت عیسائیوں کو پناہ دے سکے۔ اب سلطان کو عسقلان کی فکر تھی۔ اس کو بیت المقدس کی حفاظتوں کو مضبوط کرنے کا فکر تھا۔ اور ہر ایک شہر کو مضبوط کرنے کے واسطے موقع نہیں دیکھتا تھا۔ رچرڈ عسقلان کا محاصرہ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا اور سلطان اپنی طاقت کو تقسیم کرنا مفید نہیں سمجھتا تھا۔ اور نہ وہ عکا اور عسقلان دونو عیسائیوں کو اپنے قبضہ میں جمع کرنے دینا چاہتا تھا۔ اس واسطے اس نے فصیل عسقلان گرا دینے کا ارادہ کیا۔ اس امر سے اس کو نہایت رنج تھا۔ کہ ایسے مضبوط اور خوبصورت شہر کی شہر پناہ کو گرا دے مگر مصلحت وقت کے لحاظ سے کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے عسقلان کے گرانے کا حکم دیدیا جس سے ایک عام رنج پیدا ہوا سلطان خود کہتا تھا۔ کہ میری اولاد کے مرجانے کا اتنا رنج نہ ہوتا۔ جتنا عسقلان کو گرانے سے ہوتا ہے۔ مگر اسلام کی ہمدردی اور مصلحت کا مقتضا یہی ہے اور اب اس کے کچھ چارہ نہیں ہے فوج کو فصیل کے مختلف حصوں اور برجوں کے گرانے پر متعین کیا۔ اور خود رات دن کھڑا ہوا اس شکست کے کام کی نگرانی کرتا تھا۔ بادشاہی ذخیرہ میں جس قدر غلہ تھا۔ اہل شہر کو اس کے لیجانے کی عام اجازت دیدی۔ اور شہر پناہ گرتی رہی۔ لیکن جب دیکھا کہ دشمن کے آنے سے پہلے اس کا گرنا مشکل ہے آگ لگا کر جلا دینے کا حکم دیدیا۔ اور اس کو جلتا ہوا چھوڑ کر اور معماروں کو اس کے گرانے پر متعین کر کے خود نظرون کے قلعہ کو چلا گیا *

جب رچرڈ عسقلان پہنچا تو اُس کی ویرانی کو دیکھ کر اس کو بھی بہت رنج ہوا۔ اور اس کو مکرر بنا کرنے اور اس کی مرمت اور درستی کرنے میں مصروف ہوا۔ فرانسیسی مورخ کہتا ہے کہ "یہ ایک عجیب نظارہ تھا کہ مغرب کے تیس ہزار جنگجو شام کے ایک شہر کی دیواریں بنانے میں مصروف تھے" (میچاڈ صفحہ ۴۹) لیکن یہاں یہ بات کھٹکتی ہے کہ اسی مورخ نے فلپ کے چلے جانے کے بعد رچرڈ کے ماتحت عیسائی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیان کی تھی۔ اور اب صرف تیس ہزار بیان کرتا ہے۔ ستر ہزار فوج عکا کی غیرضروری حفاظت کے واسطے نہیں چھوڑی گئی ہوگی۔ پس اگر سلطان نے مقتول مسلمان قیدیوں کے ایک ایک شخص کے واسطے دس دس عیسائی بھی قتل کر دئے تھے۔ تو ان کے خون ناحق کا وہ عیسائیوں سے بدلا لے چکا تھا۔ عیسائی فوجیں جو رچرڈ کے ماتحت تھیں رچرڈ کے عسقلان کی تعمیر میں مصروف ہونے سے نا خوش تھیں۔ مگر وہ اسی کام میں مصروف تھا۔ عیسائی مورخ لکھتا ہے۔ کہ "جب عیسائی فوج اس طرح ناراض تھی تو صور کا والی کانرڈ یا مرکیس جس سے رچرڈ نے بدسلوکی کی تھی سلطان سے صلح کی خط و کتابت کرنے لگا۔ اور یہ وعدہ کیا کہ اگر مسلمان اس کو اس کے دشمنوں سے بچائیں تو وہ عکا مسلمانوں کو واپس دیدیگا

انگلستان کے بادشاہ کو جب اس ناپاک خط و کتابت کی خبر ملی۔ تو اس نے کانٹر د امرکیس کے منصوبوں کو شکست دینے کے واسطے خود صلاح الدین کے آگے صلح کی شرائط پیش کیں۔ اس نے اس عہد کی تجدید کی۔ جو ملک عادل سے کیا تھا۔ کہ اگر یروشلیم اور صلیب کی لکڑی عیسائیوں کو دیدی جائے۔ تو وہ یورپ کو لوٹ جاویگا۔ صلاح الدین نے اس کا جواب دیا۔ کہ یروشلیم کبھی تمہارا نہیں تھا۔ اور ہمارا اس کو چھوڑنا ہمارے لئے گناہ ہے۔ کیونکہ ہمارے مذہبی امور اس سے متعلق ہیں صلیب کی لکڑی کی نسبت اس نے جواب دیا کہ یہ ایک تہمت ناک شرک کی چیز ہے۔ اور اس نے بادشاہ جارجیا اور شاہنشاہ قسطنطنیہ دونوں کو دینے سے انکار کیا تھا۔ جب وہ اس کے واسطے بڑی بڑی قیمتیں پیش کرتے تھے۔ جو فوائد مجھے اس صلح سے حاصل ہوں۔ وہ اس بت پرستی کی شرمناک یادگار کو عیسائیوں کو دیدینے کے برابر نہیں ہو سکتے (بہاؤ صفحہ ۲۹۱) مسلمان مورخ ان صلح کی تجاویز کو اسی طرح بیان کرتے ہیں اور پھر صلح کے دوسرے پیغام کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کو رچرڈ نے ملک عادل کو بلا کر اس کے سامنے پیش کیا۔ اس کی ایک ہی نئی شرط یہ تھی کہ ملک عادل رچرڈ کی بہن جین کو جو والی صقلیہ کی بیوہ تھی اپنے نکاح میں قبول کرلے اور بلاد ساحل کی حکومت میں اس کو اپنے ساتھ شریک رکھے عادل نے یہ تجویز عماد کے ذریعہ سے سلطان کی خدمت میں پیش کی۔ اگرچہ سلطان اور مسلمان علماء کو اس انوکھی تجویز سے نہایت تعجب ہوا لیکن سلطان نے اس سے انکار نہیں کیا۔ مگر عیسائی پادریوں نے رچرڈ اور جین کو گرجے اور پوپ کے غضب سے اس قدر ڈرایا۔ کہ وہ اس ارادہ کو چھوڑ دینے پر مجبور ہوا ۔

اس کے بعد رچرڈ کی طرف سے مصالحت کی درخواستوں اور تجویزوں کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جو وہ سلطان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ملک عادل کو بلا کر اس کو اپنا مہمان رکھنا اور دونو کا ملکر طعام کھانا کئی دفعہ بیان کیا گیا ہے۔ رچرڈ کے وکیل صلح کے پیغام اور شرائط کے متعلق گفتگو کرنے کے واسطے اکثر آتے جاتے ہیں اور رچرڈ اور سلطان کی آیندہ تمام نقل و حرکت میں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے ۔

اس کے بعد سلطان کے رملہ کو باز بور کے نواح میں عیسائیوں سے ایک سخت جنگ ہونے کا واقع بیان کیا گیا ہے۔ پھر رچرڈ کے لوٹ مار شروع کرنے کے واقعات ہیں۔ اور پھر اس کے بعد ملک عادل سے صلح کے واسطے ملاقات کرنا۔ اور سلطان کی ملاقات کی خواہش ظاہر کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں ملک عادل نے کہا کہ سلطان اس طرح ملنا موجب فساد سمجھتا ہے اس کے بعد وہ عیسائیوں کے رملہ کو کوچ کرنے اور بیت المقدس کا عزم کرنے کا بیان ہے۔ اور یہ کہ سلطان

بیت المقدس کی درستی اور مرمت کا کام بڑے زور سے کرا رہا تھا۔ نئی فصیل بنانی شروع کی خندقوں کو فراخ کیا۔ اور یہ کام شاہزادوں اور لشکریوں پر تقسیم کر دیا۔ اور خود مع شاہزادوں کے صرف تعمیر و مرمت کی نگرانی ہی نہیں کرتا تھا۔ بلکہ مزدوروں میں پتھر اُٹھانے سے بھی دریغ نہیں کرتا تھا۔

عیسائی مورخ رچرڈ کی صلح کی درخواست اور سلطان کے صلیب دینے سے انکار کرنے کے ذکر کے بعد لکھتا ہے۔ کہ رچرڈ نے جو اصلی صلیب کی واپسی کو چنداں ضروری خیال نہیں کرتا تھا اپنی اس درخواست کو دوبارہ پیش نہیں کیا۔ لیکن وہ صلح کا خواستگار اور خواہشمند تھا۔ اور اس نے اور تجاویز پیش کیں۔ جن میں اس نے بڑی ہوشیاری سے سلطان کے بھائی ملک عادل کی ہوس کے واسطے دلچسپی پیدا کر دی۔ رچرڈ کی بہن ولیم والی صقلیہ کی بیوہ اُس مسلمان شاہزادہ کے نکاح کے واسطے پیش کی گئی۔ تاکہ وہ دونو صلاح الدین اور رچرڈ کی زیر نگرانی مسلمانوں اور عیسائیوں دریورشلیم کی سلطنت پر حکمراں رہیں۔ ملک عادل نے اس تجویز کو صلاح الدین کے سامنے پیش کرنیکا کام مورخ عماد کے سپرد کیا۔ اور وہ (صلاح الدین) بلا اکراہ اس کو پسند کرتا معلوم ہوتا تھا۔ اس عجیب رشتہ کی تجویز نے علماء اور فقہا کے درمیان نہایت حیرت پیدا کی۔ اور عیسائی پادریوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ نہایت غضبناک ہو گئے۔ اور جین اور رچرڈ دونو کو گرجا کے طوفان کی دھمکی دی۔ اس تجویز کی تعمیل اور تکمیل ایک مذہبی جنگ کے درمیان ناممکن معلوم ہوتی تھی۔ اور ہر ایک امر ہم کو اس امر کا یقین دلاتا ہے۔ کہ صلاح الدین بظاہر اس تجویز پر توجہ کرنے کے بہانہ سے یورشلیم کی مضبوطی کے واسطے وقت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جو عیسائی اب تک اس سے طلب کرتے تھے حلب سے عمدہ کاریگر بلا کر اس کے حکم سے خندق کے فراخ کرنے اور فصیل کی مرمت کرنے پر لگائے گئے مسلمان کاریگروں کے درمیان دو ہزار عیسائی قیدی تھے۔ جن کو قلعے بنانے کا حکم تھا۔ جن میں مسلمان رہتے تھے صلاح الدین اپنی موجودگی اور اپنی مثال سے کام کرنے والوں کو جوش دلاتا تھا۔ اور اپنے آدمیوں اور سپاہیوں کی سرگرمی کو اکثر مسلمانوں کی فتوحات اور عکا میں ان کے بھائیوں کی خونریزی یاد دلا کر تازہ کرتا تھا" (مچاڈ صفحہ ۴۹۲)۔

یہی مورخ اس کے بعد بیان کرتا ہے کہ عیسائیوں نے رچرڈ پر یورشلیم کو روانہ ہونے کے واسطے دباؤ ڈالا۔ اور وہ روانہ ہوا۔ مگر مسلمان اس کو ہر قدم پر روکتے تھے۔ اور سامانِ رسد کسی طرف سے پہنچنے نہیں دیتے تھے۔ اس کے بعد بیان کرتا ہے کہ عیسائیوں میں بہت جوش تھا۔ مگر رچرڈ بیت المقدس

کی طرف جانے سے ڈرتا تھا۔ اور آخرکار دفعتاً عسقلان کو لوٹ آیا۔ اِس کے بعد وہ کانٹر ڈو (مرکیس) صاحب صور کے قتل کئے جانے کا ذکر کرتا ہے۔ اور اس کا الزام بہ ظن غالب رچرڈ پر لگاتا ہے۔ رچرڈ نے کانٹر ڈو (مرکیس) کی بیوہ کا اپنے بھتیجے کونٹ ہنری (کندھری) سے نکاح کرادیا اور اس کو صور کا مالک بنادیا۔ اس واقعہ نے کہ مشرق میں اس کی قریبی رشتہ دار کو حکومت مل گئی تھی۔ اس کو پھر یوروشلیم اور بلاد ساحل کو فتح کرنے اور اپنے بھتیجے کی حکومت کو وسیع کرنے کا جوش دلایا۔ اور پھر وہ یوروشلیم کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں سلطان ہر ایک قسم کی تیاری اور مضبوطی کر لینے کے بعد اپنی فوج کے ساتھ پڑا ہوا تھا۔ عیسائیوں کو پھر وہی چپہ چپہ پر مشکلات پیش آئیں اور ایک مقام پر ٹھیر کر پھر اسی امر کا فیصلہ کرنے کے واسطے جمع ہوئے کہ یوروشلیم کی طرف بڑھنا چاہیئے یا واپس جانا چاہیئے۔ فیصلہ آخر واپس جانے پر ہوا۔ اور عیسائی فوج پھر ایک دفعہ یوروشلیم کو پیٹھ دکھا کر سمندر کو چلی۔ رچرڈ چلتے وقت یوروشلیم کی طرف مُنہ کر کے رو پڑا۔ اور اپنے مُنہ کے سامنے ڈھال رکھ کر کہا۔ کہ جس شہر کو میں فتح کرنے کے واسطے آیا تھا اُس کی طرف دیکھنے کے بھی لایق نہیں ہوں۔ (مچاڈ صفحہ ۴۹۷)۔ اس کے بعد رچرڈ کی ڈاکہ زنی کا ذکر ہے جس کو عیسائی اور خصوصاً انگریزی مورخ بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں۔ کہ اس نے مسلمانوں کے کاروانوں کو لوٹ لیا۔ اور رہزنی کرتا رہا۔ مگر اس سے اس کو سوائے ایک بدنامی کے جو عیسائیوں کی نظروں میں شہرت تھی اور کچھ حاصل نہیں ہونے والا تھا آخر اس نے زیادہ زور عرب مورخوں کے قول کے مطابق زیادہ عاجزی اور انکسار سے سلطان سے صلح کے واسطے درخواستیں کیں۔ اور سلطان کو خائف کرنیکے واسطے اور جلد صلح کر لینے کی غرض سے یہ افواہ مشہور کردی کہ پوپ نے دولاکھ نئے کروسیڈروں کی فوج مشرق کو بھیجی ہے۔ مگر سلطان ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلا تھا۔ کہ اس پر ان باتوں کا کچھ اثر ہوتا۔

عرب مورخ اس کے بعد صُلح کے پیغامات کی آمد و رفت کے سوائے کوئی قابل ذکر واقع نہیں بیان کرتے ہیں۔ سلطان بیت المقدس سے نکل کر عیسائیوں کی فوج کے عقب میں اسی طرح بڑھا چلا آرہا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ان کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ رچرڈ نے جب مصر کی حدود کی طرف رُخ کیا۔ تو سلطان نے بڑھ کر یافہ کا محاصرہ کر کے دو روز میں شہر کو فتح کر کے آگ لگادی۔

رچرڈ کی شجاعت اور بہادری کی نسبت جو دو تین لاطائل کہانیاں بیان کیجاتی ہیں اُن میں سے

ایک اسی یافہ کے اِس موقع کی نسبت ہے۔ جب سلطان نے اس کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا تھا۔ انگریزی مورخ کہتے ہیں کہ رچرڈ اس خبر کو سُنکر آٹھ دس سواروں کے ساتھ وہاں پُہنچا۔ اور تمام سلطانی فوج کو بھگا دیا۔ عرب مورخ اس واقع کا کہیں ذکر نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ رچرڈ نے ایک مسلمان سردار کے سامنے اپنی نہایت حیرت ظاہر کی۔ اور کہا کہ اس کو کبھی یقین نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ یہ شہر دو ماہ سے پہلے فتح ہو جاویگا۔ جس کو سلطان نے دو روز میں فتح کر لیا ہے۔ اور اسی سردار سے سلطان کو صلح کی طرف مائل کرنے کے واسطے کہا۔ رچرڈ کی نسبت انگریزی مورخوں کی اس کہانی کی حقیقت کا اندازہ کرنے کے واسطے ہم ایک اور واقع کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کو عیسائی اور مسلمان مورخوں نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ جب رچرڈ عکا سے نکلکر یافہ کے مقام پر ٹھیرا ہوا تھا۔ تو ایک دن شکار کے واسطے باہر نکل گیا۔ اور گرمی اور تکان سے ماندہ ہو کر ایک درخت کے نیچے پڑ کر سو رہا۔ دفعتاً چند مسلمان سوار وہاں پر آپہنچے۔ جن کا شور سُنکر رچرڈ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور اپنی حفاظت کرنے لگا۔ قریب تھا کہ وہ اس کو پکڑ کر مار ڈالیں کہ اس کا ایک مصاحب جس کا نام ولیم پورسلٹ تھا۔ عربی زبان میں چلا اُٹھا۔ کہ "میں بادشاہ ہوں مجھے چھوڑدو" اِن الفاظ کو سُنتے ہی مسلمانوں نے اس فیاض سپاہی کو پکڑ لیا۔ اور باندھ کر سلطان کے پاس لے گئے۔ رچاڈ کہتا ہے کہ اس طرح ایک فرانسیسی نائٹ نے انگلستان کے بادشاہ کی جان بچا دی جو خیر مناتا ہوا اپنے لشکر کو واپس گیا (رچاڈ صفحہ ۲۰۹) اسی رچرڈ نے جو شکار میں اکیلا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور چند مصاحبوں اور سپاہیوں کا اس کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ اگر آٹھ دس آدمیوں کے ساتھ سلطان کی فوج کو یافہ میں بھگا دیا تھا۔ تو اس کا یقین کچھ انگریزی مورخ ہی کر سکتے ہیں +

رچرڈ کی طرف سے صلح کے پیغامات اور سلطان کے جواب ایک طویل مضمون ہے سلطان ان شرائط کو جو رچرڈ پیش کرتا تھا۔ نہیں مانتا تھا۔ اور ابتدا میں وہ درحقیقت کوئی صلح نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جب رچرڈ کی طرف سے سوائے صلح کے پیغاموں کے اور کچھ سُنائی نہ دینے لگا تو اس نے رملہ کی نواح میں اپنے مسلمان امراء کی ایک مجلس منعقد کی اور اس میں اپنی تقریر میں صاف بیان کیا کہ وہ صلح نہیں کرنا چاہتا۔ اور سب کو سمجھایا کہ خدا نے ہم کو ہمیشہ فتح و نصرت دی ہے اور اب بھی وہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارے ہاتھوں سے اسلام کو نصرت ہوئی ہے۔ اور اس کام کو ہمیں ادھورا نہیں چھوڑنا چاہئے۔ مجھے خوف ہے کہ اس صلح کی میعاد میں جو ایک وقت کے واسطے کی جاوے

موت مجھ کو نہ چھوڑے اور یہ کام جو شروع کیا ہوا ہے پورا ہونے سے رہ جائے۔ سلطان کی اس تقریر اور استقلال پر تمام امیر عش عش کر اُٹھے۔ مگر انہوں نے صلح کرنے کی طرف میلان ظاہر کیا۔ اور کہا کہ فوجیں تھک گئی ہیں گھوڑے بغیر چارے کے کام کے لائق نہیں ہیں۔ اگر صلح کر لینگے تو ہم اپنے شہروں اور قلعوں کو درست اور مضبوط کر لینگے۔ اور فرنگیوں کی بدعہدی کی عادت ہم کو ان سے لڑائی کرنے کے بہتیرے موقعے دیدے گی۔ سلطان اپنے امیروں کی ہمت کا اندازہ کر کے رچرڈ کے پیغامات صلح کی طرف زیادہ توجہ کرنے لگا۔ اگر صرف عرب مورخوں پر اعتماد کیا جاوے تو رچرڈ نے کچھ کم عاجزی نہیں کی تھی۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ رچرڈ کو اپنی تمام شرائط کو چھوڑ کر سلطان کی شرطوں کو ہی منظور کرنا پڑا۔ جس میں اُس نے اوّل سے آخر تک کوئی تبدیلی نہیں کی عیسائیوں کو یروشلیم کی زیارت کی اجازت دیجاوے۔ یہ اجازت اس نے پہلے سے دی ہوئی تھی۔ اصلی صلیب جس کو عیسائی بہت اصرار سے مانگتے تھے نہیں دی۔ صور پہلے سے عیسائیوں کے قبضہ میں تھا۔ اور عکا اُنہوں نے تازہ فتح کیا تھا۔ یہ دونو شہر عیسائیوں سے متعلق ہوئے عسقلان جس کو عیسائیوں نے تعمیر کر کے پھر آباد کیا تھا اس کو مکرر گرا دینے کا فیصلہ ہوا۔ رملہ اور لُد کا عیسائیوں اور مسلمانوں میں نصفا نصف رہنے کا۔ ۲۲۔ شعبان ۵۸۸ھ ہجری کو یہ صلحنامہ تین برس اور آٹھ ماہ کے واسطے لکھا گیا۔ اور سلطان کی خواہش سے بلاد اسماعیلیہ اور انطاکیہ اور طرابلس بھی اس صلح میں داخل کئے گئے۔ سلطان نے مع اپنے امیروں کے اور رچرڈ نے مع اپنے سرداروں کے ایک مجلس میں اس صلحنامہ پر دستخط کر کے سوائے دونو بادشاہوں کے اور سب امرا اور سرداروں نے قسمیں کھائیں اور صلح مکمل ہو گئی۔ عیسائی مورخ لکھتا ہے کہ "صلح کی تکمیل کھیلوں اور اکھاڑوں اور جشن سے مشتہر کر دی گئی۔ جن میں مسلمان اور عیسائیوں نے مذہبی جوش اور ایک دوسرے کی نفرت کو بالائے طاق رکھ دیا۔ بہت سے مغربی جنگ آوروں نے صلاح الدین کی دعوت سے بیت المقدس کی زیارت کی جس کو وہ فتح نہیں کر سکتے تھے۔ اور پھر یورپ کو روانہ ہو گئے (میچاڈ صفحہ ۵۰۱)"۔

اس تیسرے کروسیڈ کے خاتمہ پر جو ریمارک فرانسیسی مورخ نے کئے ہیں۔ ہم ان کو ذیل میں درج کر دیتے ہیں۔ لکھتا ہے کہ "تیسرا کروسیڈ اس طرح ختم ہو گیا جس میں مغرب کی تمام مسلح طاقتوں نے عکا کی فتح اور عسقلان کی بربادی سے بڑھ کر کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ اس میں جرمنی نے بغیر کسی عظمت کے اپنے شاہنشاہوں میں سے ایک سب سے بڑا شاہنشاہ اور اپنی فوجوں میں سے سب سے

عمدہ فوج کھودی۔ اگر ہم عرب مورخوں پر اعتماد کریں۔ تو عکا کے سامنے چھ لاکھ کروسیڈر آئے اور مشکل سے ایک لاکھ سپاہی ان میں سے اپنے وطنوں کو واپس گئے۔ یورپ کو اس نقصان پر نوحہ کرنے کی اور بھی بڑی وجوہات تھیں۔ کیونکہ اس کی فوجوں میں سے پہلی مہموں کی نسبت بہت ہی عمدہ فوجیں اس جنگ میں آئی تھیں۔ مجرم اور آوارہ گرد اور بدمعاش لوگوں کو اس فوج میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ مغرب (یورپ) کو اپنے جن نامور بہادر اور جنگجوؤں پر فخر تھا ان سب نے اس جنگ میں ہتھیار اُٹھائے تھے۔ جو کروسیڈر صلاح الدین کے مقابلہ میں آئے تھے بہتر مسلح تھے اور بہتر تربیت یافتہ تھے۔ بمقابلہ ان کے جو ان سے پہلے فلسطین میں داخل ہوئے تھے۔ پیادے سپاہی غُلیل استعمال کرتے تھے۔ جو دوسرے کروسیڈ میں ممنوع تھی۔ ان کے زرہ۔ بکتر اور جوشن اور ڈھالوں پر موٹا چمڑا چڑھا ہوا تھا۔ جو مسلمانوں کے تیروں کو دفع کرتی تھیں۔ اور میدان جنگ میں سپاہی (عیسائی) اکثر بہت بھالوں اور تیروں سے چھدے ہوئے جن کو عرب خار پشت سے تشبیہ دیتے تھے۔ اپنی جماعت میں کھڑے ہوئے لڑ رہے ہوتے تھے مسلمانوں نے بھی اسی طرح جنگ کے فن میں کچھ ترقی کی تھی۔ اور برچھے اور نیزے کا استعمال کرنے لگ گئے تھے۔ جو وہ پہلے کروسیڈروں کے شام میں آنے کے وقت نہیں کرتے تھے۔ مسلمان فوجیں پریشان اور مخلوط گروہ نہیں ہوتے تھے۔ وہ عرصہ دراز تک اپنے جھنڈوں کے نیچے کھڑے ہو کر لڑتے تھے۔ اور لڑائی میں بہت کم بیقاعدگی ظاہر کرتے تھے۔ کرد اور ترک حملہ کرنے اور شہروں اور قلعوں کی حفاظت کرنے کے فن میں فرنگیوں پر ترجیح رکھتے تھے۔

فرنگیوں نے اس کروسیڈ میں پہلے سے زیادہ تہذیب ظاہر کی تھی بڑے بڑے شاہنشاہوں کا آپس میں لڑنا۔ اور ایک دوسرے کے اوصاف کی قدر کرنا۔ اور فیاضی روا رکھنا۔ دُنیا کے واسطے ایک نیا نظارہ تھا۔ کروسیڈر بعض دفعہ صلاح الدین کے دسترخوان پر بار پاتے تھے اور مسلمان امیر رچرڈ سے مدعو کئے جاتے تھے۔ اس طرح باہم ملنے جُلنے سے مسلمان اور عیسائی اپنے رواج۔ عادات۔ خیالات۔ علم اور نیز اوصاف حسنہ کا باہم ایک مسرتناک تبادلہ کر سکتے تھے یہ تیسرا کروسیڈ جو صلاح الدین کے واسطے اس قدر عظمت اور جلال کا باعث تھا۔ یورپ کے واسطے بھی فوائد سے بالکل خالی نہ تھا (مچاڈ صفحہ ۵۰۱-۵۰۲-۵۰۶) "

سلطان نے صلح کے بعد اپنی سلطنت میں منادی کرادی کہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح ہو گئی ہے اور مسلمان عیسائیوں کے شہروں میں اور عیسائی مسلمانوں کے شہروں میں آزادی آجا سکتے

ہیں۔ اور شام سے حج کا راستہ کھل گیا ہے۔ حاجی بلا خوف و خطر سفر کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے عسقلان کی نکر بنائی ہوئی فصیلوں کو گرانے اور عیسائیوں کو وہاں سے نکالکر شہر منہدم کرنے کے واسطے آدمی مقرر کئے اور بیت المقدس میں جاکر وہاں کی تعمیرات اور درستی سے اطمینان کر کے اور قاضی بہاؤ الدین یوسف بن رافع بن تمیم کو وہاں امین مقرر کر کے خود سرحدی مقامات کا دورہ کرتے ہوئے اور سرحد کی حفاظت کو دیکھتے ہوئے دمشق جانے کو تیار ہوا۔ اس کا ارادہ حج کرنے جانے کا تھا اور مصر اور یمن کو اس امر کی اطلاع بھیجی اور تیاری کا حکم دیا۔ لیکن سلطان کے مصاحبوں اور مشیروں نے ایسے موقع پر حج کے واسطے جانا ملک کے واسطے مضر ظاہر کیا۔ اور کہا کہ عیسائیوں کی بدعہدی اور فریب دہی مشہور ہے اور ان پر اعتبار کرنا نہایت خطرناک ہے سلطان نے عزم حج کو ملتوی کر دیا۔ بیت المقدس سے ۵ شوال ۵۸۸ھ ہجری کو روانہ ہو کر نابلس حماۃ۔ جبنین۔ بیسان۔ کوکب۔ طبریہ۔ صفد۔ تبنین۔ ہونین۔ عین الذہب۔ مرج عیون۔ جر جامد وغیرہ وغیرہ مقامات سے گذرتا ہوا۔ اور ان کو دیکھتا ہوا دمشق کو پہنچا۔ دمشق کے لوگ مرج بتوس پر آکر ملے سلطان کو دمشق سے نکلے ہوئے چار برس گذر گئے تھے۔ اہل دمشق اس کے دیدار کو ترس گئے تھے۔ اس کی واپسی کا دن دمشق میں عید کا دن تھا کہ ان کا یوسف کنعان میں واپس آگیا تھا۔ دمشق میں ایک دفعہ پھر رونق کا بازار گرم ہو گیا۔ سلاطین کے سفیر سلطان کے دربار میں حاضر ہوتے اور سلطان کی زیارت کے واسطے لوگ ہر طرف سے اُمڈے چلے آتے تھے۔ سلطان نے اپنا دست کرم دراز کیا۔ اور جود و سخا سے کسی کو محتاج نہ چھوڑا۔ ۱۲ صفر ۵۸۹ھ ہجری کو حاجیوں کا قافلہ حج بیت اللہ سے واپس آیا۔ اور سلطان ان کی ملاقات کے واسطے نکلا۔ حاجیونکو ملکر اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اس سال بھی خود حج کو نہ جا سکنے پر متاسف ہوا۔ حاجیوں سے حرمین شریفین اور امیر مکہ اور اہل مکہ کے حالات دریافت کرتا رہا۔ اور یہ کہ مصر کے غلے اور صدقات فقرا اور مجاورین کو کس طرح پہنچتے ہیں۔ حاجیوں کو ان کے بخیریت واپس آنے پر مبارکباد دی۔ اور اُن کو مل کر نہایت خوش ہوا یمن سے اس کا بھتیجا سیف الاسلام سلطان کی ملاقات کے واسطے آیا جس سے اس کو خوشی ہوئی اور بہت اکرام سے اس سے ملاقات کی +

عیسائیوں کے ساتھ ایک موقت صلح ہو جانے سے بظاہر سلطان کے لئے اب کوئی کام نہیں رہا مگر اس سے بیکار بیٹھنا ناممکن تھا۔ اس نے ملک عادل اور ملک افضل سے مشورہ کیا۔ کہ فرنگیوں کی اس صلح کے زمانہ میں ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ ملک عادل نے فتح خلاط کا مشورہ دیا۔ اور ملک افضل نے فتح روم کا

سلطان نے کہا کہ دونو پر ایک ہی وقت میں حملہ کرنا چاہیئے۔ میں روم پر حملہ کرونگا۔ اور عادل ایک شاہزادے کو ہمراہ لے کر خلاط پر حملہ کرے۔ ان دونو کے فتح کرنے کے بعد آذربیجان اور عجم کے شہروں پر حملہ کرینگے۔ یہی تجویز قرار دے کر سلطان نے عادل کو کرک کی طرف تیاری کے واسطے بھیجا۔ مگر اس کے واپس آنے پر سلطان اس جہان فانی میں موجود نہیں تھا ۔

خاتمہ

ہر انکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
زجام دہر مئے کُلّ من علیہا فان

۱۶ صفر ۵۸۹ھ ہجری کو سلطان تپ سے بیمار ہو گیا اور اس بیماری نے طول کھینچا۔ اور مرض ان بدن بڑھتا گیا۔ شہر اور اس کے ارکان دولت میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ کوئی متنفس شہر میں ایسا نہ تھا جو اسکے واسطے دعائے خیر نہ کرتا ہو۔ اور اپنی زندگی اس کے واسطے نہ دینا چاہتا ہو۔ مگر موت کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اور آخر اسی لاعلاج مرض سے ۲۷ صفر ۵۸۹ھ ہجری چار شنبہ کے دن نماز صبح کے بعد اس کا روح قالب عنصری سے پرواز کر گیا۔ اور بہشت جاودانی میں جا پہنچا۔ اِنّا لِلّٰہِ وانا الیہ راجعون۔ سلطان کی وفات کا دن دمشق میں قیامت کا دن تھا۔ اس کا مورخ کہتا ہے کہ یہ ایسا دن تھا کہ اسلام پر اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت کا دن نہیں گذرا۔ اسلام اور مسلمانوں کو خلفاء راشدین کے زمانہ سے ایسے درد اور اندوہ کا وقت کبھی پیش نہیں آیا۔ تمام شہر بلکہ تمام ملک میں تہلکہ بپا ہو گیا۔ اور درد و غم کا اندازہ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا تھا۔ خدا کی قسم ہے میں اکثر لوگوں سے سنتا تھا کہ وہ سلطان کے واسطے اپنی جانیں قربان کرنے پر تیار تھے۔ اگر قربانی قبول کی جاتی۔ تو ہم سب سلطان کی جگہ قربان ہو جاتے۔ اور اس کی قیمتی جان بچا لیتے۔ یہ دن بڑی مصیبت کا دن تھا۔ ہر ایک آدمی غم اور اندوہ اور گریہ زاری میں مبتلا تھا کسی کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ہوش نہ تھی۔ اکثر لوگ غم سے بیہوش ہو گئے تھے۔ نماز ظہر تک یہی حالت

رہی۔ اس وقت اگر کوئی شاعر افسوس کا شعر پڑھتا یا کوئی واعظ غم کا وعظ کہتا۔ اُس وقت شاعروں اور واعظوں کو نوحہ کرنے سے ممانعت تھی۔ تو یقین تھا کہ سامعین سب کے سب مر جاتے۔ دولعی فقیہ نے سلطان کو غسل دیا۔ لوگوں کے رنج و غم کا یہ حال تھا کہ کوئی اس کے مُنہ دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا تھا تابوت اور کفن قاضی فاضل نے اپنے رزق حلال سے جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے پیدا کیا ہوا تھا۔ مہیا کیا۔ سلطان کا مُنہ دیکھکر تمام خلقت ڈاڑھیں مار مار کر رونے لگی۔ اس گریہ وزاری کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ تمام دنیا رو رہی ہے۔ لوگوں کو روتے روتے غش آگئے۔ جنازہ اُٹھایا گیا اور لوگوں نے کئی دفعہ اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر اس کو اُس باغ میں لے آئے۔ جس میں بیماری کی حالت میں وہ تھا اور اس کے مغربی دالان میں دفن کیا گیا۔ بغداد میں اور اسی طرح بلاد اسلامی میں اس کی وفات کی خبر سے ماتم کے دن تھے۔ اور لوگوں کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہوگئی تھی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس تلوار سے سلطان جہاد کرتا تھا۔ وہ اس کے پہلو میں دفن کر دی گئی۔ عماد نے اپنی کتاب کو سلطان کی وفات کے ایک طویل مرثیہ سے ختم کیا ہے۔ جس میں ۲۳۲ شعر ہیں اور جن میں سے چند یہ ہیں:۔

شمس الهدی والملک عم شتاته	ہدایت جاتی رہی اور ملک میں کھلبلی مچ گئی
والدهر ساء واقلعت حسناته	زمانہ بُرا ہوا اور اُس کی خوبیاں جاتی رہیں
این الذی مذ لم یزل مخشیة	کہاں گیا جسکی بخششوں کی امید کی جاتی تھی
مرجوة رهباته وهباته	اور جسکے خوف سے ہیبتیں آتی تھیں
این الذی کانت له طاعتنا	کہاں گیا جس کی اطاعت ہم کرتے تھے
مبذولة ولربه طاعاته	اور اسکی اطاعتیں خدا کے لئے تھیں
بالله این الناصر الملک الذی	خدا کی قسم وہ ملک ناصر کہاں گیا
لله خالصة صفت نیاته	جسکے ارادے خاص اللہ کے لئے تھے
این الذی ما زال سلطانا لنا	وہ کہاں گیا۔ جو ہمارا بادشاہ رہا
یرجی نداه وتتقی سطواته	اُسکی بخشش کی امید کیجاتی تھی اور اسکے خوف سے ڈرا جاتا تھا
این الذی شرف الزمان بفضله	وہ کہاں گیا جسکی بزرگی سے زمانہ نے بزرگی پائی
وسمت علی الفضلاء تشریفاته	اور اسکے انعام اکرام فضلا پر تھے
این الذی عنت الفرنج لباسه	وہ کہاں گیا جس کے خوف سے فرنگیوں کے مُنہ ذلت کے
ذلا ومنها ادرکت ثاراته	مارے بُرے ہوئے۔ اور اُس نے اُن سے کین لئے

اغلال اعناق العدا اسیافه	اُس کی تلواریں دشمنوں کی گردنوں کی زنجیریں *
اطواق اجیاد الوری منّاته	اور اس کے احسان لوگوں کے گھوڑوں کے طوق ہیں *
لم یجد تدبیر الطبیب وکم وکم	طبیب کی تدبیر نے کوئی نفع نہیں دیا۔ حالانکہ بسا اوقات
اجدت لطب الدهر تدبیراته	زمانہ نے اسکی تدبیروں سے طب کا نفع اُٹھایا *
من فی الجهاد صفاحه ما اغمدت	فتحمندی کے ساتھ کسکی تلواریں میان میں نہیں ڈالی گئیں۔
بالنصر حتی اغمدت صفحاته	اور افسوس ہے کہ اُسکی تلواریں میان میں ڈالی گئیں *
من فی صدور الکفر صدر قناته	اسکے نیزہ کا پھل کافروں کے سینہ میں لگا یہانتک کے کافر
حتی توارت بالصباح قناته	چیختا رہا۔ اور وہ اس کے سینہ میں دھس گیا *
لذ المتاعب فی الجهاد ولم تکن	جہاد میں تھکنے والوں نے لذت حاصل کی مگر جب سے سلطان
مذ عاش قط لذاته لذاته	پیدا ہوا۔ اس کی ذات کو فرصت حاصل نہ ہوئی *
مسعودة غدواته محمودة	اس کی لڑائیاں مسعود اور اس کا چلنا محمود۔
روحاته میمونة ضحواته	اور اس کا دشمنوں کو تنگ کرنا مبارک تھا *
فی نصرة الاسلام لیسهر دائما	اسلام کی مدد میں ہمیشہ بیدار رہتا تھا *
لیطول فی روض الجنان سناته	تاکہ جنت میں اس کا سونا طویل ہو *
لا تحسبوه مات شخص واحد	یہ نہ سمجھو کہ ایک شخص فوت ہوا۔
فمات کل العالمین مماته	بلکہ اس کے مرنے سے تمام جہان کا مرنا ہے *
ملک عن الاسلام کان محامیا	وہ ایک بادشاہ تھا جو ہمیشہ اسلام کا حامی رہا *
ابدًا اذا ما اسلمته حماته	(اگرچہ) اسکو اسکے حمایت کرنے والے چھوڑ جاتے تھے
قد اظلمت مذ غاب عنها دوره	جب وہ دنیا سے غائب ہوا تو اسلام کے گھروں میں اندھیرا چھا گیا
لما خلت من بدره داراته	اس کے بدر سے اُس کا دورہ جاتا رہا *
دفن السماح فلیس ینبش بعد ما	جوانمردی دفن کی گئی پس ہلاک ہونے کے بعد۔
اودی الی یوم النشور رفاته	اسکی بوسیدہ ہڈیاں قیامت تک نہ کھودی جاوینگی *
الدین بعد ابی المظفر یوسف	ابو مظفر یوسف کے بعد۔
اقوت قواه واقفرت ساحاته	دین کی قوتیں فوت ہوگئیں اور اسکے میدان خالی ہوگئے *
جبل تضعضع من تضعضع رکنه	وہ ایک پہاڑ تھا جس نے اس کے رُکنوں کو ہلایا اس نے

ارکاننا وهد ناهداته	ہمارے رکنوں کو ہلایا جس نے اس کو گرایا۔ اس نے ہمکو گرایا
ماکنت اعلم ان طودا شامخا	میں نہیں جانتا تھا کہ یہ بلند پہاڑ ۔
یهوی ولا تهوی بنا مهدبة	گر جائے گا اور ہماری سب میدیں خاک میں مل جائینگی
ماکنت اعلم ان بحرا طامیا	میں نہیں جانتا تھا کہ یہ لہریں مارتا ہوا دریا ہم میں بند ہو جائیگا
فینا یطم و تنتهی ذخراته	اور اس کی لہریں ختم ہو جائیں گی
بحرا خلا من واردیه ولم تزل	وہ دریا پانی سے خالی ہو گیا۔ جس کے ارد گرد
محفوفة بوفود حفاته	ہمیشہ پینے والے ڈھکے رہتے تھے
من للیتامی و الا رامل راحم	وہ سلطان یتیموں اور بیوہ عورتوں کیلئے رحم کرنیوالا تھا
منعطف مفضوقة صدقاته	اس کے عنایات و صدقات بے شمار تھے
لو کان فی عصر النبی لا نزلت	اگر یہ سلطان رسول صلعم کے زمانہ میں ہوتا تو
فی ذکره من ذکره ایاته	اس کے ذکر میں قرآن شریف کے اندر آیات نازل ہوتیں
فعلی صلاح الدین یوسف دائما	صلاح الدین یوسف پر ہمیشہ
رضوان رب العرش بل صلوته	اللہ کی خوشنودی بلکہ اس کی رحمتیں نازل ہوں
دضریحه سقیا السحاب فان لغیب	اسکی قبر کو بادل سیراب کرے۔ اگر وہ غائب ہو جائے
تحفر لرحمة ربه سقیاته	تو اللہ کی رحمت کیلئے اس کے پلانے والے حاضر ہوں
وکعادة البیت المقدس یحزن ال	بیت المقدس کی طرح بیت الحرام بلکہ اس کا عرفات
بیت الحرام علیه بل عرفاته	غم کرتا ہے اور اس کے لئے زار زار روتا ہے
من للثغور و قد عداها حفظه	اسلامی سرحدوں کے بچانے کے لئے اور جہاد کے لئے
من للجهاد ولم تعد عاداته	اس کے سوا کون دوڑا۔ اسکی نیک عادات شمار نہیں ہو سکتیں
بکت الصوارم والصواهل اذ خلت	تلواریں اور گھوڑے جب بیکار ہو گئے۔ تو رونے لگے
من سلبها و رکوبها غزواته	ان کے رستوں اور سواروں سے لڑائیاں خالی ہو گئیں
وبسیفه صدا ء الحزن مصابه	اسکی تلوار کے ساتھ اندوہناکی کا زنگ ہے۔ کیونکہ اس کے بعد
اذ لیس یشفی بعده صدیاته	اس کے زنگ کو کوئی دور نہ کرے گا
یا وحشتا للبیض فی اغمادها	اے وحشت تلواروں کے لئے اب انکے میانوں میں
لا تنتضیها للوغی عزماته	اب اس کے ارادے کو لڑائی کے لئے نہیں سونتتے

یا وحشة الاسلام یوم تمکنت	اے وحشت اسلام کی جب کہ اس کے غموں نے ۔
فی کل قلب مؤمن روعاته	ہر مومن کے دل میں جگہ کرلی ؛
یا حسرتاً من بأس راحته الذی	یہ اُس شخص کا غم ہے ؛
یقضی الزمان وما انقضت جبراته	کہ زمانہ گذر جائیگا۔ لیکن اسکی حسرتیں کم نہ ہونگی ؛
ملأت مهابته البلاد فانه	اس کی ہیبت نے شہروں کو بھرپور کردیا ؛
اسد وان بلاده غاباته	وہ تو ایک شیر تھا۔ اور شہر اس کا نیستان تھے ؛
ما کان اسرع عصره لما انقضی	اس کا زمانہ کیا ہی جلد گذرا ۔
فکانما سنواته ساعاته	گویا اس کے سال ساعتیں تھیں ؛
لم انس یوم السبت وهو لما به	ہفتہ کے دن کو میں نہیں بھولا ؛
یبدی السبات وقد بدت غشیاته	جبکہ اُس کو سبات اور غشی ہوگئی ؛
والبشر منه تبلجت انواره	اس کے چہرے سے انوار چمکتے تھے ۔
والوجه منه تلألات سبحاته	اور مُنہ سے تسبیح کے انوار ظاہر تھے ؛
ویقول لله المهیمن حکمة	وہ کہتا ہے اللہ مہربان کی حکمت ۔
فی مرضتی حصلت بها مرضاته	اس مرض میں تھی جس سے اُس نے خدا کی خوشنودی حاصل کی ؛
وقف الملوك علی انتظار رکوبه	بادشاہ اس کی سواری کے انتظار میں ہیں ۔
لهم نفیم تاخرت رکباته	اور کہتے ہیں سلطان کی سواریوں نے کیوں دیر لگائی ہے ؛
کانوا وقوفاً امس تحت رکابه	کل اُسکی سواری کے نیچے کھڑے ہوئے تھے ۔
والیوم هم حول السریر مشاته	اور آج اس کے جنازے کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں ؛
وممالك الآفاق ساعیة له	جہاں کے ممالک اسکی فرمانبرداری کے لئے دوڑتے ہوئے
فمتی تجیئ بفتحهن سعاته	چلے آتے ہیں اور منتظر ہیں کہ کب سلطان کے فاتح اسکو فتح کرکے لیکے آوینگے
هذه مناشیر الممالك وتقتضی	یہ ملکوں کی فتوحات کی منشور ہیں اب اس کے شاہی پروانہ
توقیعه فیها فاین دواته	کی ضرورت ہے ۔ پس کہاں سے اُس کی دوات ؛
قد کان وعدك فی الربیع بجمعها	تیرا وعدہ ان کے جمع کرنے کے لئے ربیع میں تھا ۔
هذا الربیع وقد دنا میقاته	یہ ربیع تو آگیا ہے اور اس کا وعدہ قریب ہوگیا ؛
والجند فی الدیوان جدد عرضه	اور فوج شاہی کا دفتر میں نیا جائزہ لیا گیا ؛

واذا امرت تجددت نفقاته	تو جب حکم کریگا - تو اسکی جدید تنخواہیں دیجائینگی ۞
والقدس طامحة اليك عيونه	بیت المقدس کی آنکھیں تیری طرف بڑی انتظار سے دیکھ رہی ہیں
عجل فقد طمحت اليه عداته	جلدی کر - پس اس کے دشمن سرکش آرہے ہیں ۞
والغرب منتظر طلوعك نحوه	مغربی ملک تیری تشریف آوری کا منتظر ہے ۞
حتى تفى الى هداك بغاته	یہاں تک کہ اسکے تمام باغی لوگ تیرے فرمانبردار ہوجائیں ۞
والشرق يرجو اغرب عزمك ماضيا	اور مشرق کا ملک تیرے ارادے کی تیز شدید کے اپنے ملک میں
فى ملكه حتى تطيع عصاته	آنے کا امیدوار ہے - یہاں تک کہ اسکے نافرمان مطیع ہوجائیں ۞

سلطان کے خصائص اوصاف و شمائل وغیرہ

سلطان کا خاص کریکٹر

سلطان صلاح الدین کا ایک خاص کیریکٹر جس کو اس نے اسلامی دنیا میں عزیز الوجود اور مسلمانوں کا ایک محبوب ھیرو بنایا۔ تمام دنیا سے اس کی عظمت اور ناموری کو تسلیم کروایا صلاح الدین اعظم کا اسکو خطاب دلوایا۔ اور اس کے بزرگ نام کو صفحہ ہستی پر لا ثانی بنا دیا۔ وہ اس کی بے نظیر ہمت شجاعت۔ استقلال اور اسلام کی حمایت کا ان تھک جوش تھا۔ جو کسی وقت اور کسی حالت میں کم نہیں ہوتا تھا۔ یہ اُسی عدیم المثال ہمت اور جوش کا نتیجہ تھا۔ کہ ہم ایک سلطان کو بلکہ زیادہ صحیح طور پر کہا جاوے کہ ایک شاہنشاہ کو جو مصر۔ شام۔ عراق۔ بحرین یمن اور افریقہ کے بعض صوبوں کا مالک فرمانروا تھا۔ اور جس کے سامنے اسلامی سلاطین کے ہر ایک رجبر کی معاشرت اور عیش و عشرت کی زندگی کے نمونے اور سامان موجود تھے۔ تمام حظوظ انسانی سے کنارہ کش ہوکر ایک خیمہ کی مملکت کی زندگی بسر کرنے پر قانع اور مسرور دیکھتے ہیں۔ کسی انسان کا جوش یا ایک وصف اس سے بڑھ کر اور کیا قربانی اس سے کرا سکتا ہے سلطانی عظیم الشان قصروں اور محلوں کی پُر عیش و عشرت۔ پُر امن اور محفوظ زندگی کو ترک کر کے جو شخص اپنی خوشی سے عناصر کی شدتوں برف۔ بارش۔ اور طوفان اور کثیر التعداد دشمنوں کے مقابلہ میں ایک خیمہ کو اپنے واسطے اختیار کرتا ہے۔ وہ دنیا سے اس خراج کے حاصل کرنے کا مستحق ہو جاتا ہے جو صلاح الدین نے حاصل کیا خیمہ اس کی محلسرا تھا۔ گھوڑے کی پیٹھ اس کا تخت تھا۔ اہل فوج اس کے درباری اور وہی اس کی پیاری اولاد تھے۔ تلواروں کی چمک اس کی شان و شوکت کے سامان تھے۔ اور یہی سرد لوہا اس کی دلچسپی کے اسباب۔ اس کے جوش استقلال ہمت اور شجاعت کی تشریح کے

واسطے واقعات تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی تمام زندگی کے حالات جو بیان ہو چکے ہیں۔ اس کو ایک بہادر سپاہی۔ ایک لائق جرنیل۔ اور ایک ان تھک اور پُرجوش مسلمان فرمانروا کے سوا اور کچھ ثابت نہیں کرتے ہیں۔ وہاں نہ شاہانہ درباروں کی شان و شوکتیں ہیں۔ نہ مصنوعی عظمتوں اور ہیبتوں کے تماشے ہیں۔ نہ آراستہ و پیراستہ محلوں میں راگ و رنگ کی محفلیں ہیں بلکہ یہاں تو صرف ننگی تلواروں کے ہیبتناک منظر ہیں۔ جو نیاموں میں جانے کے واسطے اپنے منہ پر سے خون کو بھی خشک نہیں ہونے دیتیں۔

سلطان کے جوش اور شجاعت کا اثر اگر اس کی ذات یا ذاتی افعال تک محدود ہوتا تو کوئی معتد بہ نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا تھا۔ یہ اسی کا جوش تھا جو اس کے چاروں طرف پھیل گیا تھا یہ اس کا جوش تھا جس نے بکھرے ہوئے مسلمانوں کو جمع کر لیا تھا۔ یہ اس کا جوش تھا۔ جس کا عکس مسلمانوں کے دلوں پر پڑ رہا تھا۔ یہ اس کا جوش اور اس کی ہمت تھی۔ جس نے قوم کے لڑکھڑاتے ہوئے پاؤں کو مضبوط کر کے اسے کھڑا کر دیا تھا۔ یہ اُس کی ہمت اور شجاعت تھی جس نے مسلمانوں کو جهاد فی سبیل اللہ کا بھولتا ہوا سبق پھر یاد دلایا تھا۔ یہ اس کا دل تھا جس نے پژمردہ دلوں کو تازگی دی تھی اور مسخر کر لیا تھا۔ یہ اس کا دل تھا جس نے مسلمانوں کے متفرق دلوں کو ایک مشترک غرض کے واسطے جمع کر لیا تھا۔ اسلامی دنیا اس وقت سو چکی تھی۔ ایوان اسلام بوسیدہ ہونے لگا تھا۔ جس دردناک صدا اور دلکش نغمہ نے سوتوں کو جگا لیا وہ صلاح الدین ہی کا تھا۔ جن ہاتھوں نے اس عمارت کو گرنے سے بچا لیا۔ وہ صلاح الدین کے تھے عیسائی دنیا اور فرنگستانی عالم کے مقابلہ میں جو وجود ایک آہنی دیوار اور مضبوط پہاڑ کی طرح کھڑے ہو گئے۔ اور جنہوں نے اسلامی عزت اور ننگ و ناموس کو ازلی دشمنوں کے ہاتھوں سے بچا لیا۔ ان میں صلاح الدین کا دل تھا۔

سلطان کی ہمت اور شجاعت کے ذکر میں اس کا مورخ قاضی ابن شداد لکھتا ہے کہ وہ بڑا قوی دل بارعب۔ بہادر۔ بے مثل شجاع اور حد درجہ کا ثابت قدم تھا۔ کوئی مہم اور کوئی مصیبت اس کو نہیں ڈرا سکتی تھی۔ عیسایوں کے ساتھ سخت سے سخت مقابلوں کو وہ کچھ پروا نہیں کرتا تھا۔ موسم سرما کی شدید سردیوں میں وہ جنگ اور حملوں میں مصروف رہتا تھا۔ اور بہت دفعہ قلیل فوج کے ساتھ کثیر التعداد دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں تامل نہیں کرتا تھا۔ وہی مورخ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ جب بالیان بن بارزان سلطان سے شکست کھا کر اس کے ساتھ صلح کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ اور سلطان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا میں نے اس سے اس کی فوج کی تعداد پوچھی۔ اس نے جواب دیا کہ یہاں

اور والی صیدا کی فوج اکٹھی تھی۔ اور ہم میں سے ایک کی فوج کی تعداد پانچ لاکھ اور ایک کی چھ لاکھ تھی میں نے پھر پوچھا کہ تمہاری کس قدر فوج ماری گئی۔ تو اس نے جواب دیا کہ ایک لاکھ جنگ میں قتل ہوئی۔ اور اتفاقی موت سے اور دریا میں غرق ہونے سے بہت سی ضائع ہوئی۔ کیونکہ اس عظیم فوج میں سے بہت تھوڑی باقی بچی۔ ان اعداد میں بظاہر بہت مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر مبالغہ کو نکال کر بھی اس کی اصلیت بہت کچھ رہ جاوے گی ؂

جب اسلامی فوج دشمن کے قریب ہوتی تھی تو سلطان اثنائے جنگ میں ایک یا دو دفعہ مخالف فوج کے گرد گھوم جاتا تھا۔ اور اُن کی کثرت اس کی ہمت کو اور بھی بڑھا دیتی تھی عکا کے سال پر ایک شب کو عیسائیوں کے ستر جہاز آپہنچے۔ بہاؤ الدین کہتا ہے میں عصر سے ان کو گنتا رہا۔ اور اُن کثرت سے سلطان کے چہرہ پر بجائے ملال کے خوشی اور فرحت نظر آتی تھی۔ اور اس کا دل قوی ہوتا جاتا تھا۔ یہ تو سلطان کا عام معمول تھا۔ کہ شدت جنگ کے وقت میں صفوں کو چیرتا ہوا فوج کے دائیں بائیں گذرتا رہتا تھا۔ دشمن کی صفوں کے سامنے سے اکثر گذرتا تھا۔ اور بعض دفعہ ان کی صفیں چیر کر نکل جاتا تھا۔ اپنی فوج میں تبدیلی اور تاخر و تقدم کی ضرورت کے علاوہ دشمن کی فوج کی تعداد اور حالت کو ہر وقت دیکھتا رہتا تھا۔ اس کی شجاعت اور ہمت کا امتحان کرنے والے مواقع میں سے عکا کی شکست کا خصوصاً ذکر کیا جاتا ہے۔ جب مسلمان بھاگ نکلے تھے اور سلطان چند سپاہیوں کے درمیان ثابت قدم کھڑا رہا اور فوج کو پھر جمع کر کے عیسائیوں کو ایسی شکست دی کہ وہ سات ہزار لاشیں میدان جنگ میں چھوڑ گئے ؂

اس کی ہمت اور ثابت قدمی بیماری اور شدت مرض اور سخت سے سخت صدموں کی حالت میں بھی اس کو نہیں چھوڑتی تھی۔ مرج عکا میں وہ سخت بیمار تھا۔ اور یہ زمانہ اس کے سخت جنگ کا تھا جب وہ تمام یورپ سے لڑ رہا تھا۔ اس کی کمر سے لے کر گھٹنوں تک دنبل اور پھوڑے نکلے ہوئے تھے۔ جو بہت درد اور تکلیف دینے والے تھے۔ نہ وہ سیدھا بیٹھ سکتا تھا۔ نہ لیٹ سکتا تھا۔ ایک پہلو تکیہ کے سہارے بیٹھتا یا سوتا۔ مگر اس حالت میں بھی دشمن کے لشکر کے قریب خیمہ لگائے ہوئے تھا۔ اور خود بذاتہٖ سامان جنگ کی تیاریاں اور ترتیب افواج کرتا تھا۔ صبح سے لے کر مغرب تک گھوڑے پر سوار رہتا۔ اور فوج کی تقسیم اور ترتیب کرتا۔ اور صفوں کے درمیان گشت کرتا رہتا تھا۔ تمام لوگ متعجب ہوتے تھے۔ کہ ایسے شدید درد دینے والے دنبلوں اور پھوڑوں کے ساتھ وہ کیونکر سوار رہنا اور پھرنا برداشت کر سکتا ہے۔ مگر اس کے چہرہ سے کوئی علامت درد اور تکلیف کی شکایت کی نظر نہیں آتی

تھی۔جو کچھ اس پر گذرتی تھی اس کو ضبط کرتا۔بلکہ یہ کہا کرتا کہ سوار ہونے سے میرا درد کم ہو جاتا ہے اور سواری سے اُترنے پر پھر درد عود کر آتا ہے ۔

مقام خرنوبہ پر بھی وہ ایک دفعہ سخت بیمار پڑا ہؤا تھا۔جب عیسائیوں نے خروج کیا اسی بیماری کی حالت میں اس نے خود اپنی فوج کو درست کر کے عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔اور اُن کو شکست دے کر بھگا دیا۔تل حجل پر وہ ایک دفعہ بیماری کے باعث اپنی فوج کے ساتھ سوار نہ ہو سکا۔تو عیسائیوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔اور بہت جوش سے مسلمانوں کی طرف بڑھے سلطان کو جب یہ حال معلوم ہؤا تو شدت ضعف اور سخت بیماری کے باوجود سوار ہؤا۔اور فوج کو خاص قاعدہ پر آراستہ کیا۔تمام دن دھوپ میں گھوڑے پر سوار رہا۔اور اپنے رومال سے منہ پر سایہ کئے رہا۔اور خیمہ صرف اس واسطے نصب کرایا کہ عیسائیوں کو اس کی بیماری کا حال معلوم نہ ہو۔غرض کوئی تکلیف سلطان کے نزدیک تکلیف نہیں تھی۔جس قدر تکالیف اور مشکلات زیادہ ہوتی تھیں۔اسی قدر اس کی ہمت اور مسرت کو ترقی ہوتی تھی جنگ کی مصروفیت میں جس کرب و محن سے دن گذرتا تھا۔اس کے بعد رات کو نیند بھی اس کو اپنے کام اور فکر سے غافل نہیں کر سکتی تھی۔ابن شداد بانیاس پر عیسائیوں سے جنگ کر کے ان کو قید کر لینے کے ذکر میں لکھتا ہے کہ تمام رات سلطان کام میں مصروف بیٹھا رہا۔صبح ہو گئی۔شمع اُٹھائی گئی اور عشا ہی کے وضو سے ہم نے فجر کی نماز گذاری۔قلعہ صفد پر چڑھائی کی تو بارش اور سردی کے دن تھے مینہ زور سے برس رہا تھا۔اور خیموں کے چاروں طرف پانی سیلاب کی طرح چل رہا تھا کیچڑ میں حرکت کرنا بھی دشوار تھا سلطان خود مناجیق کے نصب کرانے میں رات کے وقت مصروف تھا۔تمام رات وہ نہیں سویا۔اور سرد لمبی رات اسی طرح مناجیق کے نصب کرانے میں گذار دی قلعہ کوکب کی فتح کے ذکر میں بیان کیا گیا ہے کہ لڑائی کے وقت نہایت زور سے بارش پڑ رہی تھی پانی طوفان کی طرح بہ رہا تھا۔سلطانی لشکر کے خیمے کیچڑ اور پانی میں غرق ہو گئے تھے تنبوؤں کی میخیں اور ستون اکھڑتے جاتے تھے۔سردی سے لشکریوں کے دانت بج رہے تھے۔خیموں کے کھڑا کرنے میں بہت کوشش کرتے تھے۔مگر کسی طرح کھڑے نہیں ہوتے تھے۔یہاں تک کہ کیچڑ سے خیموں کے منہ اور آمد و رفت کا راستہ بند ہو گیا۔وہاں سے خیمے اُٹھا کر دوسری جگہ لے گئے سلطان کو ان دقتوں کی کچھ پروا نہیں تھی۔عکہ پر شدید جنگ کے زمانہ میں رات کو لڑائیاں ہوتی تھیں سلطانی فوج کے خیمے ہوا سے اُکھڑ جاتے تھے۔اور تمام رات وہ گھوڑوں کی پشت پر سوار کھڑے رہتے تھے عکا کے جنگ کے زمانہ میں جو تکالیف سلطان نے اٹھائی ہیں اُن کا بیان کرنا مشکل ہے

یورپ کی بیشمار فوجوں کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا مرج عکا میں ایک بارش اور سردی کی رات میں ہوا کی تیزی سے اس کا خیمہ اکھڑ کر اس کے سر پر آپڑا۔ تمام رات کیچڑ اور سردی میں تکلیف میں پڑا رہا۔ لیکن رات کی تکلیف نے صبح کے وقت اس کے جوش کو اور بڑھا ہؤا دیکھا ؎

ابن شداد ایک موقع پر لکھتا ہے کہ اندرون قلعہ اور باہر کی فوجوں کے تبدیل کرنے میں سلطان بہ نفس نفیس مصروف تھا۔ اور اس قدر دوڑ دھوپ کرتا تھا۔ کہ حیرت ہوتی تھی ایک لمحہ اس کا آرام سے نہیں گذرتا تھا۔ اس کی بے قراری اس مہربان ماں کی طرح تھی جو اپنے بچے کو مبتلائے تکلیف پاتی ہے۔ سلطان کے طبیبوں نے بیان کیا ہے کہ جمعہ سے اتوار تک سلطان نے کچھ طعام نہیں کھایا۔ اور ہر ایک لحظہ جنگ کے انتظامات میں مصروف رہا عسقلان کو گرانے کے زمانہ میں جو تکالیف اس نے اٹھائی تھیں۔ اور بیت المقدس کو مضبوط کرنے کی کوششوں میں جو زحمتیں برداشت کی تھیں وہ بیان کی گئی ہیں صرف یہی نہیں کہ وہ راتوں نہیں سویا۔ بلکہ اپنے ہاتھ سے پتھر اٹھائے اور سپاہیوں اور مزدوروں کے ساتھ بلکہ سب سے زیادہ جوش سے اس کام کو کیا۔ اپنے ذاتی صدمات کو وہ جس طرح ضبط اور برداشت کرتا تھا۔ اس کی مثالیں کچھ کم نہیں ہیں ایک دفعہ اثنائے جنگ میں اس کے پاس ایک خط پہنچا جس میں اس کے نوجوان بیٹے شاہزادہ اسمٰعیل کی وفات کی خبر تھی۔ جس پر اس نے مسلمانوں کو وحشت سے بچانے کے واسطے صبر کیا۔ اسی طرح رملہ پر وہ عیسائیوں سے جنگ کر رہا تھا۔ اور عیسائی لشکر بہت قریب تھا جب اس کے پاس تقی الدین کے انتقال کی خبر پہنچی۔ اس نے ملک عادل اور علم الدین سلیمان اور سابق الدین اور عزالدین کو اپنے پاس بلایا۔ اور سب لوگوں کو دور ہٹا دینے کا حکم دیا۔ جب لوگ دور چلے گئے تو خط نکالا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ہم (ابن شداد) بھی رونے لگے۔ مگر اس گریہ کا سبب ہم کو معلوم نہیں تھا سلطان نے آخر بڑی کوشش سے بتایا کہ تقی الدین فوت ہو گیا ہے تھوڑی دیر تک سب روئے اور پھر استغفار پڑھ کر خاموش ہو گئے۔ سلطان نے گلاب منگوا کر آنکھیں دھوئیں اور کھانا کھایا لشکر میں کسی کو تقی الدین کی وفات کی خبر تک نہ ہوئی۔ اور دشمن ناکامیاب شافعہ کی طرف چلا گیا سلطان کو اپنے بچوں سے نہایت محبت تھی۔ مگر محبت اس کو اپنے کام میں کبھی سست نہیں کر سکتی تھی برسوں وہ دمشق سے غیر حاضر رہتا تھا ؎

ابن شداد سلطان کے اہتمام جہاد کے بیان میں لکھتا ہے کہ اہتمام جنگ اور جہاد کی نازک اور

پیچیدہ مشکلات کے سمجھنے میں سلطان ایک بے نظیر قابلیت رکھتا تھا۔ اگر کوئی شخص اس بات کی قسم کھائے کہ سلطان نے جنگی تیاریوں اور اہتمام جہاد کی ضروریات کے سوائے ایک درہم بھی نہیں خرچ کیا۔ تو اس کی قسم درست ہو گی۔ جہاد کا عشق اور جنگ کی محبت اس کے دل میں ایسی جاگزین تھی۔ کہ سوائے جنگ اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذکر کے اور کوئی دنیا کا کام اس کو نہیں سوجھتا تھا جنگجو بہادروں اور سپاہیوں کی تلاش اور دلجوئی کے بغیر رات دن اس کو کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ جو شخص جنگ کی باتیں کرتا وہی اس کو اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اور وہی اس کا مقرب ہوتا تھا۔ جہاد فی سبیل اللہ کے شوق میں اس نے اپنے اہل و اولاد۔ وطن اور مسکن کو چھوڑ دیا۔ سلطنت اور حکمرانی ترک کر کے دنیا سے ایک خیمہ کے سایہ پر قانع ہوا۔ اور آرام آسائش کو خیرباد کہدی۔ مرج عکا کے موقع پر ایک رات کو تیز اور تند ہوا کے حملوں نے اس کا خیمہ اکھاڑ دیا۔ اور وہ سلطان کے سر پر آن گرا۔ تمام رات سخت تکلیف میں کاٹی بارش پڑ رہی تھی۔ سرد ہوا چل رہی تھی خیمہ کیچڑ میں لت پت ہو رہا تھا۔ یہ تکلیفیں سلطان کے عشق اور شوق جنگ کو بڑھا دیتی تھیں۔ جو شخص اس کے پاس جنگ اور جہاد کی باتیں کرتا وہ اس کا تقرب حاصل کر لیتا۔ اور سلطان اس کو مردم چشم سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا۔ جو شخص جنگ کی تکالیف کا ذکر کرتا۔ اس سے وہ سخت ناراض ہوتا۔ ابن شداد کہتا ہے کہ میں نے اس کے واسطے جہاد کے متعلق ایک کتاب جمع کی تھی۔ تمام آیات و احادیث جو جہاد کی نسبت ہیں۔ اس میں یکجا کر دی تھیں۔ اور ان کے معانی کی تشریح لکھی تھی۔ سلطان اس کا ہر وقت مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ اور نہایت عزیز سمجھتا تھا۔ اس کام کے سوائے جو اس نے اختیار کیا تھا۔ کوئی اور چیز مشکل سے اس کے دماغ میں جگہ پا سکتی تھی۔ ایک دفعہ جب سخت مریض ہو گیا۔ اور اس کو زندگی سے مایوسی ہو گئی تو اس نے منت بھی یہی مانی کہ اگر تندرست ہو گیا۔ تو عیسائیوں کو ممالک اسلامی سے نکالنے اور بیت المقدس کے واپس فتح کرنے میں اپنی عمر صرف کر دونگا ۔

ابن شداد اسی باب میں ایک اور واقع بیان کرتا ہے کہ ماہ ذیقعدہ ۵۸۸ھ ہجری میں سلطانی لشکر کو رخصت ملی۔ اور مصر کی فوجیں مصر کو اور دوسری فوجیں اپنے اپنے مقامات کو چلی گئیں۔ سلطان عید الضحی بیت المقدس میں پڑھنے کی نیت سے روانہ ہوا۔ اور پھر وہاں سے عسقلان کی طرف روانگی کا ارادہ کیا۔ کہ عسقلان سے ہو کر ساحل کے راستے واپس آئیگا۔ اور بلاد ساحل کو ملاحظہ کریگا سلطان کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہمارے پاس فوج نہیں ہے۔ اور اس قلیل جماعت کے ساتھ ہمارا دشمنوں کے ممالک کو جانا خطرناک ہے سلطان نے اس پر کچھ التفات نہ کیا۔ اور عکا کی طرف روانہ ہوا

سخت سردی کا موسم تھا۔ اور سمندر لہریں مار رہا تھا۔ میں (ابن شداد) نے اس سے پہلے سمندر کی موجیں نہیں دیکھی تھیں۔ پہاڑ کی طرح بلند موجوں کو دیکھ کر میرا دل کانپ گیا۔ اور میں خیال کرتا رہا تھا کہ کوئی مجھے تمام دنیا بھی دے تو سمندر کا سفر نہ کروں۔ اسی حالت میں سلطان نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا ہے۔ کہ جب خدا کے فضل سے میں بقیہ ساحل کو فتح کر لوں گا۔ تو میں ان کو مسلمانوں پر تقسیم کر دونگا۔ اور فارغ البال ہو کر تمام جزائر بحری کا سفر کرونگا اور دشمنوں کے ممالک پر چڑھائی کرونگا۔ یہاں تک کہ روئے زمین پر کوئی کافر اور خدا کا منکر باقی نہ رہے اور یا میں بھی اس کوشش میں مارا جاؤں۔ میرے دل پر سلطان کی اس تقریر کا نہایت ہی اثر ہوا اور سلطان کی بہادری کی تعریف کر کے میں نے کہا کہ مسلمانوں کی فوجوں کو سمندر میں لیجانا مناسب نہیں ہے اور ایسے خوفناک سفر سے اندیشہ کرنا چاہئے۔ سلطان نے جواب دیا کہ تم ہی بتاؤ کہ انسان کے واسطے سب سے بہتر موت کونسی ہے۔ میں نے کہا موت فی سبیل اللہ۔ سلطان نے جواب دیا۔ میں یہی چاہتا ہوں۔ غرض ان واقعات سے سلطان کی ہمت۔ عزم۔ استقلال۔ جوش اور سرگرمی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ٭

میجاڈ فرانسیسی مورخ تیسرے کروسیڈ کے خاتمہ پر رچرڈ اور صلاح الدین کا مقابلہ کرتا ہے۔ رچرڈ کی سخت تند مزاجی۔ نادانی اور بے استقلالی کا وہ شاکی ہے۔ کہ اس سے عیسائیوں کی محنتوں کا پھل برباد ہو گیا۔ اس کی شجاعت اور بہادری کا وہ قائل ہے لیکن اس کی تند مزاجی اور تیزی طبع پر متاسف ہو کر کہتا ہے کہ وہ تاریخ میں جگہ حاصل کرنے کے لائق نہیں ہے بلکہ بہادری کے افسانوں اور قصہ کہانیوں میں ٭

صلاح الدین کی نسبت وہ لکھتا ہے کہ "رچرڈ کے مقابلہ میں کم تندی اور شجاعت کے ساتھ صلاح الدین ایک مضبوط کیریکٹر رکھتا تھا۔ جو ایک مذہبی جنگ کے واسطے بہت ہی موزوں تھا۔ وہ اپنی مہموں کے نتائج پر زیادہ غور کرتا تھا۔ اپنے نفس پر بہت قابو رکھتا تھا۔ اور اسی واسطے دوسرے پر حکومت کرنے کے زیادہ قابل تھا۔ اتابکوں کے تخت پر بیٹھتے ہوئے اس نے اپنے میلان طبیعت سے زیادہ اپنی قسمت کی اطاعت کی لیکن جب ایک دفعہ مضبوطی سے تخت نشین ہو گیا۔ تو صرف دو ہی پرجوش خواہشیں اس میں تھیں۔ حکومت کرنے کی۔ اور قرآن کی فتح حاصل کرنے کی۔ اور تمام امور کی نسبت وہ نہایت اعتدال سے کارروائی کرتا تھا۔ اور جب سلطنت یا پیغمبر کی عظمت کا کوئی سوال نہ ہوتا تو ایوب کا بیٹا ایک منصف اور با اعتدال مسلمان ہونے کی تعریف حاصل کرتا تھا۔ جنگ کے ہیبتناک نظارہ کے

درمیان وہ امن کے علامات ظاہر کرتا تھا۔ ایک ایشیائی شاعر کہتا ہے کہ میدان جنگ کے درمیان سے وہ قوموں کو انصاف سے مالامال اور شہروں کو فیاضی سے خوشحال کرتا تھا مسلمان جو ہمیشہ خوف سے حکومت کئے جاتے تھے۔ اس امر سے متحیر ہوتے تھے۔ کہ ایک بادشاہ ان کے دلوں میں اس قدر محبت پیدا کر سکتا ہے۔ اور بڑی خوشی سے اس کے ساتھ جنگ میں جاتے تھے۔ اس کی فیاضی۔ اس کی رحمدلی۔ اور خصوصاً اس کی اپنی قسموں اور عہدوں کی عزت کرنے اور ان پر قائم رہنے کی اکثر عیسائی لوگ تعریف کرتے تھے۔ جن کو اس کی فتوحات نے درماندہ اور مصیبت زدہ کر دیا تھا۔ اور جن کی طاقت کو اس نے ایشیا سے کامل طور پر اکھیڑ ڈالا تھا۔ اور تباہ کر دیا تھا" اعلاءِ کلمۃ الحق کے جوش کے سوائے سلطان کی زندگی کا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ اور اس کی تمام کامیابیوں میں جو عیسائیوں کے خلاف اس کو حاصل ہوئیں یہ کامیابی بھی قابل ذکر ہے کہ اس نے قسطنطنیہ کے رومی شاہنشاہ کو عیسائیوں کے اس دارالخلافہ میں مسجدوں کی تعمیر اور اماموں اور موذنوں کے تقرر پر راضی کر لیا تھا۔ اور مسجدوں میں خداوند بزرگ کا نام پکارا جاتا تھا ؛

فیاضی۔ احسان۔ عفو۔ مروت اور حلم

سلطان کی ہمت۔ شجاعت۔ اور جوش حمایت اسلام۔ عزم واستقلال ہی وہ اوصاف نہیں تھے۔ جنہوں نے اس کو مسلمانوں کا محبوب ھیرو بنایا ہے۔ یا دُنیا سے اسکی بزرگی اور عظمت کو تسلیم کرایا ہے وہ تمام اوصاف انسانی کے ساتھ ایک انسان کامل نظر آتا ہے۔ اور ایک نامور وجود یا سچا ھیرو ہونے کا مستحق دکھائی دیتا ہے ؛

سلطان کی فیاضی کی کوئی حد و پایاں نہیں نظر آتی ہے اور وہ تمام جائز اور حقیقی فیاضی تھی اہتمام جنگ و جہاد۔ علماء و فضلاء۔ فقہاء و شعراء۔ مفلسین اور مساکین۔ تمام جائز مستحقین۔ مساجد و مدارس و شفاخانے اور تمام اس قسم کی چیزیں تھیں۔ جو اس کی فیاضی کا مصرف تھیں یہ فیاضی اس کی فطرت میں رکھی گئی تھی۔ اور اس بے نظیر ودیعت ایزدی میں اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے واسطے کسی نام کا پیدا کرنا سلاطین میں سے ایک نہایت مشکل امر ہوگا۔ پہلے ہی پہل جب اس کو مصر میں دسترس حاصل ہوئی۔ تو اُس نے فیاضی کے ہاتھ کھول دئے تھے۔ اور

اس کی یہ فیاضی بھی نورالدین مرحوم کی ناراضی کا ایک باعث تھی۔ مگر اس کے حاصل کرنے والوں کے استحقاق کی نسبت کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سلطان کی وسعت اقتدار کے ساتھ اس کی فیاضی اور سخاوت بھی ترقی کرتی گئی۔ یہاں تک کہ اس کی کوئی حد باقی نہیں رہی تھی۔ سلطان کی وفات کے وقت اس کے خزانہ میں سے سینتالیس درہم ناصری اور ایک دینار نکلا اور کوئی باغ۔ زمین۔ حویلی۔ مکان۔ کسی قسم کی جائداد وہ اپنے ملک میں باقی نہیں چھوڑ گیا تھا۔ اتنی وسیع سلطنتوں کا مالک اور یہ اس کی بخشش اور سخاوت ہی کا نتیجہ تھا کہ دم مرگ تک کبھی زکوٰۃ کا نصاب جمع نہیں ہؤا تھا۔ سلطان کی یہ فیاضی مال و زر کی تقسیم تک محدود نہیں تھی وہ ملک اور صوبے اور جاگیریں بھی اسی فیاضی میں آسانی سے بخشتا اور تقسیم کرتا رہتا تھا۔ سلطان کی یہ فیاضی اور بخشش اس پاک وصف کے صحیح اصولوں پر مبنی تھی۔ جو کچھ وہ کرتا تھا وہ جانتا تھا۔ کہ کیا کرتا ہے سلطان کا ایک وقت میں (۵۸۹ھ ہجری) ہاتھ تنگ تھا۔ اور روپیہ کی ضرورت تھی۔ اس نے ملک عادل سے ایک لاکھ پچاس ہزار دینار بطور قرضہ مانگے۔ ملک عادل نے اس رقم کے معاوضہ میں حلب طلب کیا۔ جو چند ماہ پیشتر فتح ہو چکا تھا۔ سلطان نے جواب دیا کہ میں پہلے سے حلب تم کو دینا چاہتا تھا۔ اور تم نے میرے دل کی بات کہی ہے۔ دوسری صبح کو ملک عادل نے سلطان سے حلب کا بیعنامہ تحریر کر دینے کی درخواست کی۔ سلطان اس درخواست سے ناخوش ہؤا۔ اور کہا کہ "کیا تم نے یہ خیال کر لیا ہے کہ مملکتیں بھی فروخت ہوتی ہیں۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ ولائتیں اُن کے ساکنین کا حق ہیں۔ ہم تو مسلمانوں کے خزانچی اور اہل دین کے نگہبان اور ان کے مالوں کے محافظ ہیں"۔

فتح بیت المقدس کے بعد جب وہ بیدریغ اور بے حساب فیاضی اور سخاوت کر رہا تھا۔ تو کسی نے اس کو کہا کہ اگر یہ مال آپ محفوظ رکھتے تو بیت المال کے واسطے ایک بڑا خزانہ جمع ہو جاتا۔ اور مدتوں تک کام آتا۔ سلطان نے جواب دیا کہ مجھے فیاضی سے راحت ہوتی ہے کیونکہ یہ روپیہ اور زر اور میرا مال نہیں ہے۔ یہ اہل استحقاق کا حق ہوتا ہے۔ جو شخص میرے پاس آ کر اپنا حق ظاہر کرتا ہے۔ وہ مجھ پر احسان کرتا ہے۔ کہ اپنا مال مجھ سے لے کر مجھے سبکدوش کرتا ہے اور اپنی امانت مجھ سے واپس لیتا ہے"۔

پس جو شخص اپنی فیاضی اور کرم و بخشش کے واسطے یہ شائستہ اور معین اصول رکھتا ہو اُس کی فیاضی کی تمثیلیں شمار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ وہ شمار ہو سکتی ہیں۔

ملک صالح کے مفتوحہ ممالک اسنے بارہا اس کو واپس دئیے اور جب اس نے اپنی چھوٹی ہمشیرہ کو سلطان سے عزاز مانگنے کے واسطے بھیجا۔ تو بلا تامل عزاز اس کو دیدیا۔ آمد کے فتح ہو جانے پر ابن قرار سلاں نے مانگا۔ تو فوراً اس کو دیدیا ؎

نائب دمشق نے ایک دفعہ سلطان کو لکھا کہ ارباب صدقات بہت غنی ہیں اور مستحق صدقہ نہیں ہیں مصلحت یہ ہے کہ وظائف موقوف کر دئیے جائیں۔ یہ صدقات گیارہ ہزار کے قریب تھے۔ سلطان نے حکم دیا کہ بدستور جاری رہیں۔ عماد لکھتا ہے کہ میں نے اس وقت کہا کہ میں ان کے نام عرض کروں۔ فرمایا کہ نہیں مجھے ایسی باتوں سے معاف رکھو۔ صلح موصل کے بعد جب سلطان سخت بیمار ہو گیا۔ تو ایک روز جنگل سے شور وغل کی آواز آئی۔ پوچھا کہ یہ کیسی آواز ہے تو معلوم ہوا۔ باہر سے لوگ سلطان کی صحت کے واسطے دعا کرنے اور عنایت کے آرزومند آئے ہوئے ہیں۔ حکم دیا۔ کہ خزانہ میں جس قدر روپیہ ہے۔ سب کا سب ان میں تقسیم کر دیا جائے اس بے حساب بخشش سے فقراء اور مساکین مالا مال ہو گئے۔ اسی بیماری کے دنوں میں جب وہ زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ اور وصیت تک لکھوا دی تھی۔ تو دیار مصر اور بلاد شامی کے نائبوں اور والیوں کو حکم لکھوائے کہ فقراء اور مساکین میں صدقہ تقسیم کریں اور اس قدر روپیہ تقسیم ہوا۔ کہ کوئی سائل اس سے خالی نہ رہا۔ عماد بیان کرتا ہے۔ کہ نائب دمشق کے نام حکم لکھوایا کہ پانچ ہزار دینار صوری صدقہ تقسیم کرے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے پاس تو مصری دینار ہونگے (جو دوچند قیمت کے ہوتے ہیں)، تو سلطان نے کہا کہ بہتر مصری پانچ ہزار دینار ہی صدقہ کردے۔ اللہ اس کا دوچند ثواب عطا کریگا۔ بیماری کے بعد حران سے روانگی کے وقت حکم دیا کہ دروازہ کے فقراء پر تین سو دینار ان کے وظائف کے مطابق تقسیم کر دئیے جائیں۔ یہ فقیر تعداد میں دس سے کم تھے۔ مگر ان کے وظائف کے لحاظ سے چار سو دینار ہوتے تھے۔ عرض کیا گیا کہ ایک چہارم وضع کر کے تین سو کم تقسیم کر دئیے جائیں۔ فرمایا نہیں۔ پورے دیدو ؎

فتح بیت المقدس کے وقت عیسائیوں سے زر مخلصی کی صورت میں جو جزیہ فی کس مرد دس دینار اور فی کس عورت پانچ دینار اور لڑکوں اور لڑکیوں کے واسطے فی کس ایک یا دو دینار لیا گیا تھا۔ اس سے دو لاکھ بیس ہزار جمع ہوئے تھے۔ مگر جس طرح آتے گئے۔ اسی طرح سلطان ان کو تقسیم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس سے روانگی کے وقت اس کے پاس ایک دینار بھی باقی

نہیں تھا۔ ملک عادل نے ایک روز سلطان کی سخاوت اور افراط جود و کرم کا بیان کرتے ہوئے یہ نظیر بیان کی کہ فتح بیت المقدس پر عیسائیوں سے جزیہ کی مقررہ رقم وصول کرنے پر میں مقرر تھا ایک شب میں نے ستر ہزار دینار سلطان کے پاس بھیجے۔ صبح کو سلطان کے خزانچی نے مجھے بتادیا۔ کہ وہ تمام دینار سلطان نے خرچ کرڈالے ہیں آج خزانہ میں ایک کوڑی نہیں ہے۔ عادل کہتا ہے کہ میں نے تیس ہزار دینار اور بھیجے ان کو بھی سائلوں اور حاجتمندوں پر اسی روز خرچ کردیا۔

بیت المقدس میں ایک دفعہ سلطان کے پاس مختلف طاقتوں کے سفیر حاضر ہوئے سلطان دمشق کی طرف روانہ ہونے والا تھا۔ اور سفیروں کو انعام دینے کے واسطے خزانہ میں کچھ بھی نہ تھا میں (ابن شداد) نے بار بار سلطان کی خدمت میں یہ عرض کیا۔ آخر بیت المال کا قیمتی مال واسباب فروخت کرنے کا حکم دیا۔ اور تمام روپیہ ان میں تقسیم کردیا۔ کہ ایک درہم بھی باقی نہ بچا۔

ابن شداد لکھتا ہے کہ "سلطان تنگی کی حالت میں بھی ایسی ہی سخاوت کرتا تھا۔ جیسی کہ فیاضی کی حالت میں۔ اور خزانچی کچھ رقوم زاید ناگہانی اور نامعلوم ضرورتوں کے واسطے مخفی رکھا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ یقیناً جانتے تھے۔ کہ جب سلطان کو معلوم ہو کہ کچھ رقم خزانہ میں ہے تو وہ خرچ کئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ایک دفعہ اثنائے گفتگو میں سلطان نے کہا کہ لوگوں میں ایسے شخص بھی ہونے چاہئے۔ جو مال اور دولت کو خاک برابر سمجھیں۔ اس سے گویا اس کی مراد اپنے نفس سے تھی۔ سلطان سائلوں کے سوال سے بڑھ کر انکو عطا کرتا تھا۔ اور ان کی امیدوں سے زیادہ سخاوت کرتا تھا۔ میں نے کبھی اس کی زبان سے نہیں سنا کہ ہم نے فلاں شخص کو یہ دیا ہے۔ تھوڑا دینے سے وہ خوش نہیں ہوتا تھا۔ اور دینے کے وقت خوشی سے اُس کا چہرہ چمکنے لگتا تھا۔ اگر کسی وقت کچھ دینے کو پاس نہیں ہوتا تھا۔ تو ملول اور غمگین ہوجاتا تھا۔ سائلوں کے ساتھ عزت اور اکرام سے پیش آتا۔ اور اُن کی تواضع کرتا تھا۔ سائلوں کو معلوم تھا۔ کہ سلطان بار بار مانگنے اور زیادہ مانگنے سے خوش ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس سے فائدہ اُٹھاتے۔ اور سلطان کبھی اس امر کی شکایت نہیں کرتا تھا۔ سلطان کے پاس اکثر ایسے خط آیا کرتے تھے جن میں کسی چیز کا سوال ہوتا تھا۔ میں ان خطوں کو پڑھ کر سُناتا۔ اور ان کے جواب لکھتا تھا۔ ان سائلوں کی کثرت سوال سے مجھے شرم آتی تھی۔ مگر آخر

سلطان کی اس عادت کے معلوم ہو جانے سے کہ وہ کثرت سوال سے ناراض نہیں ہوتا۔ بلکہ خوش ہوتا ہے۔ میں بھی عادی ہو گیا۔ اور وہ جھجک جاتی رہی۔ حق یہ ہے کہ سلطان کے عطیات اور فیاضیوں کی تعداد اور اس کی حقیقت اور اندازہ کے علم سے ہم عاجز ہیں۔ اس کے دفتر کے منشی سے میں نے سنا۔ کہ ہم نے کبھی سلطان کی عطیات بے شمار کا شمار نہیں کیا۔ لیکن ایک دن مرج عکا میں یونہی خیال آگیا۔ اور ہم گنتے رہے کہ وہاں سلطان نے دس ہزار گھوڑے سائلوں کو بخشے تھے پس اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک مقام پر جب اُس نے اس قدر بخشش کی۔ تو عمر بھر میں کس قدر کی ہو گی'' +

عماد کہتا ہے کہ سلطان مال کے خرچ کرنے پر بڑا حریص تھا کسی سائل کو رد نہیں کیا کرتا تھا اگر روپیہ موجود نہ ہوتا۔ تو وعدہ کیا کرتا تھا۔ اس کی ہمت خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں مصروف تھی مسلمانوں کے مشائخ کی تنخواہیں مقرر کر رکھی تھیں۔ جس سوار کا گھوڑا جہاد میں زخمی ہوتا یا مارا جاتا تھا۔ اس کو ویسا ہی گھوڑا دیدیتا۔ اور انعام علاوہ دیتا تھا عکا کی لڑائی میں تین سال اور ایک مہینہ کے عرصہ میں نقد روپیہ اور تلف شدہ گھوڑوں کی قیمت کے بغیر بارہ ہزار گھوڑے اس نے سپاہیوں کو بخشے تھے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس اپنی سواری کے واسطے کوئی گھوڑا باقی نہیں رہا تھا۔ وہی ہبہ کئے ہوئے گھوڑے مانگ کر ان پر سواری کرتا تھا حملے کے وقت سپاہی اس کے بخشے ہوئے گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے۔ اور اپنی سواری کے واسطے وہ مانگتا پھرا کرتا تھا +

ایک سفر میں امیر ایوب بن کنان چند دن دربار میں حاضر نہ ہؤا۔ اُسے بُلا کر وجہ دریافت کی تو معلوم ہؤا کہ وہ بارہ ہزار دینار مصری کا مقروض ہے۔ فوراً اس کے قرض خواہوں کو بلا کر قرضہ ادا کر دیا۔ یہ چند مثالیں اور واقعات اس کی فیاضانہ عادت کے اظہار کے واسطے کافی ہیں +

مسلمانوں کے ساتھ فیاضی کرنے میں جہاں وہ ایسا دلیر تھا۔ وہاں عیسائیوں کے ساتھ بھی احسان بھلائی اور مروت کرنے کے واسطے ہمیشہ ویسا ہی تیار تھا۔ ایک واقع بھی اس تشدد کا جو عیسائیوں پر کیا ہو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ درانحالیکہ وہ اس کے دشمن اور ہر وقت اس کے برخلاف ہتھیار اُٹھائے رہتے تھے۔ خود تشدد نہ کرنے کے علاوہ اس نے کسی موقع پر جب اس سے طلب کیا گیا ہے۔ رحم۔ مروت اور احسان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا +

عیسائی مسلمانوں پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں۔ ان کو وحشی اور خونخوار اور ظالم کہا جاتا ہے۔ اور پھر یہ تمام برائیاں مذہب اسلام کے سر تھوپی جاتی ہیں۔ لیکن اس امر کا فیصلہ کرنے کے واسطے کہ آیا یہ درندگی۔ خونخواری۔ بے رحمی۔ ظلم اور جفاکاری عیسائیت کا خاصہ ہے یا اسلام کا۔ اور عیسائیوں نے اس کو ظاہر کیا ہے یا مسلمانوں نے۔ جنگہائے صلیبی کی تاریخ سے بہتر کوئی موقع نہیں مل سکتا۔ جب کہ عیسائی اور مسلمان ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور پہلو بہ پہلو اپنی عادات اور خصوصیات کو ایک ہی جگہ لکھے جانے کے واسطے ظاہر کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائیوں پر لفظ انسان کا اطلاق ہی نہیں کیا جا سکتا۔ حیوانات مطلق کی درندگی اور خونخواری کو بھی عیسائیوں کی سفاکی اور بے رحمی نے مات کر دیا ہے۔ پہلے کروسیڈ کے حالات میں ایسے واقعات کی کمی نہیں ہے کہ بعض عیسائی سردار (بوہمنڈ) مسلمان قیدیوں کو ذبح کر کے اور ان کے گوشت کی ٹکڑوں کو سیخوں پر چڑھا کر کباب کی طرح بھون کر کھا گئے۔ اور لشکر کا لشکر شوق سے اس ضیافت میں شریک ہوا (دیکھو تاریخ مچاڈ جلد۔ ا صفحہ ۱۳۷) ٭

ان درندوں کے اس قسم کے حالات کی کوئی انتہا نہیں ہے اور ایسے سب حالات کو یکجا جمع کرنا مشکل ہے۔ عیسائیوں نے جب بیت المقدس کو مسلمانوں سے فتح کیا۔ تو جو سلوک مفتوح مسلمانوں اور ان کی عورتوں اور بوڑھوں اور بچوں سے کیا ہم اس کو بیان کر چکے ہیں۔ ستر ہزار سے زیادہ بے پناہ اور مفتوح مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ اور جن عذابوں سے ان کی جانیں لیں اس کے ذکر سے انسانیت شرمندہ ہوتی ہے۔ عیسائی سرداروں نے بڑے جوش اور مسرت سے پوپ کو لکھا کہ مسلمانوں کا ناپاک خون گھوڑوں کے گھٹنوں اور لگاموں تک پہنچ گیا ہے ٭

عمر رسیدہ عیسائیت کے ان نو عمر بچوں کے واسطے ان کی نو عمری کا کوئی عذر پیش کیا جاویگا صلاح الدین کے ہمعصر عیسائی بادشاہوں کے حالات بھی بیان ہو چکے ہیں جو اس سے جنگ کرنے کے واسطے مشرق میں آئے تھے۔ رچرڈ بادشاہ انگلستان نے عکا کی فتح کے بعد تین ہزار یا چھ ہزار مسلمانوں کو جن کو وہ امان دے چکا تھا۔ بیدریغ قتل کر ڈالا۔ اور کسی ایک موقع پر بھی کسی مسلمان کے ساتھ احسان اور رحم روا نہیں رکھا ٭

صلاح الدین نے بیت المقدس کی فتح کے وقت جو سلوک مفتوح عیسائیوں سے کیا وہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ بعد فتح کے ایک متنفس کے قتل کئے جانے کا بھی نشان نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ ہزارہا بوڑھوں اور بچوں اور ایسے عیسائیوں کو جو جزیہ ادا نہیں کر سکتے تھے رحم کھا کر چھوڑ دیا گیا۔ جہاں

کتاب میں یہ حالات مفصل بیان ہوئے ہیں۔ وہاں ان کو پڑھ کر باہم مقابلہ کر لینا چاہئے۔ اور معلوم ہوگا کہ اس خونخوار قوم کو مسلمانوں کے ساتھ۔ عیسائیت کو اسلام کے ساتھ اور تمام عیسائیوں کو صلاح الدین کے ساتھ کوئی نسبت اور مقابلہ کئے جانے کی کوئی حیثیت حاصل نہیں ہے ۔

سلطان نے جن عیسائی شہروں کو امان دیکر فتح کیا۔ ان کے جان و مال کی مسلمانوں کے جان و مال سے بھی بڑھ کر حفاظت کی۔ وہ بھی یہ کر سکتا تھا۔ کہ ان تمام عیسائیوں کے شہروں کو قتل کر دیتا۔ اور چند روز میں اس سرزمین میں ایک عیسائی کا نام و نشان باقی نہ رہ جاتا۔ مگر اس نے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کیا متفرق شہروں سے نکال کر ان کو ایک شہر میں جمع کرتا رہا۔ اور اپنے لئے تکلیف اور لڑائی کے اسباب کو اکٹھا کرتا رہا۔ عیسائیوں نے جن مسلمانوں کے شہروں کو امان دے کر فتح کیا۔ ایک دفعہ بھی ان کے ساتھ ایفائے عہد نہیں کیا۔ ان کے اموال کو دیکھ کر ان کو لوٹ لیا۔ اور بارہا ان کو اور ان کے بال بچوں کو قتل کر ڈالا۔ سلطان نے عیسائیوں کے ساتھ کسی عہد میں بیوفائی نہیں کی۔ اور اس کے مقابل عیسائیوں نے ایک عام عیسائی سے لے کر ایک بادشاہ تک کبھی اپنے عہد کو ایفا نہیں کیا۔ سلطان نے عیسائی بادشاہوں اور سرداروں کو قید کر کے چھوڑ دیا۔ اور انہوں نے ہمیشہ اپنی قسموں کو توڑ کر اس کے ساتھ غداری اور بدعہدی کی۔ غرض یہ ہے کہ ایسے حالات میں اور ایک ایسی بے اصول قوم کے مقابلہ میں اگر وہ صرف ان کے اعمال و حرکات کا ان سے بدلہ بھی لیتا۔ تو اس کو حق بجانب کہا جاتا۔ لیکن یہی نہیں کہ اس کے دامن پر ایک عیسائی پر ظلم اور بے رحمی کرنے کا بھی دھبہ نہ ہو۔ اس کے حالات عیسائیوں پر رحم اور مروت و احسان کرنے کے واقعات سے ایسے ہی بھرے ہوئے ہیں جیسے مسلمانوں پر۔ یہی اسلام کی تعلیم اور یہی پیروان اسلام کا اسلامی طریقہ ہے ۔

سلطان نے جو کلّی اور جزئی احسانات اور مروتیں عیسائیوں سے کی ہیں۔ ان کا ذکر کم و بیش بعض واقعات میں ہو چکا ہے اور جس قدر مثالیں تلاش کی جائیں مل سکتی ہیں ۔

حصن برزیہ کو جب سلطان نے فتح کیا۔ تو اس کی والیہ جو برنس والی انطاکیہ کی زوجہ تھی مع اپنی ایک لڑکی اور متعلقین خادموں کے مسلمانوں کی قید میں آگئی۔ سلطان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس کو تمام متعلقین سمیت انعام و اکرام دے کر آزاد کر دیا۔ اور انطاکیہ میں پہنچا دیا۔ جس سے وہ تمام عمر سلطان کی شکر گذار رہی۔ کیا کسی عیسائی نے بھی ایسا کیا ہے؟

عیسائیوں کے ان دو خونخوار فرقوں داویہ (ٹمپلرس) اور ہسپتاریہ (ہاسپٹلرس) سے سلطان کو

بوجہ ان کی سفاکی اور جفاکاری اور سخت تعدی کرنے کے نہایت نفرت تھی۔ لیکن جب ایک دفعہ دو سپاہی ان کے گرفتار ہو کر سلطان کے سامنے آئے۔ تو باتوں میں کہنے لگے۔ کہ سلطان کی زیارت سے ہماری تکلیفیں دُور ہو گئی ہیں۔ اس بات نے سلطان کے دل کو نرم کر دیا۔ اور اُن کو چھوڑ دیا گیا ۔

عماد کہتا ہے کہ بیت المقدس سے واپسی کے وقت ایک دفعہ دمشق جاتے ہوئے برنس اناطہ کی طرف سے سفیر آیا۔ اور سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے سردار کی طرف سے ساحل کے فتح کئے ہوئے شہروں کو جن کو سلطان نے ۵۸۳ ہجری میں فتح کر لیا تھا واپس مانگا سلطان نے احسان اور مروّت سے ان کو واپس دیدیا ۔

ناصرہ میں صیدا کا والی سلطان کے پاس آیا۔ اس نے اس کا بڑا احترام و اکرام کیا۔ اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اور یہ سلوک وہ عیسائیوں سے ہمیشہ کرتا تھا ۔

عماد بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ میں سلطان کے ساتھ سوار جا رہا تھا۔ کہ ایک سپاہی ایک عیسائی عورت کو لایا۔ جو سخت گریہ وزاری کر رہی تھی۔ سلطان نے اس کا سبب دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ مسلمان میری لڑکی کو اُٹھا لائے ہیں۔ اور عیسائی بادشاہ نے مجھے سلطان کے پاس جانے کو کہا ہے۔ اس کو سُن کر سلطان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور اُس کی لڑکی کو تلاش کرنیکا حکم دیا۔ وہ فروخت ہو چکی تھی۔ سلطان نے اس کی قیمت ادا کی اور اس کی ماں کو واپس کر دی اور سواری دے کر عیسائی لشکر میں پُہنچا دیا ۔

فرانسیسی مورخ بیان کرتا ہے کہ مسلمانوں نے جب کرک کا محاصرہ کیا۔ تو محصورین آخر کار سخت تنگ آ گئے۔ یہاں تک کہ اُنھوں نے اپنی عورتیں اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کر دیئے لیکن جب آخر کار کھانے کو کچھ نہ رہا تو صلاح الدین کی اطاعت کرنے کو مجبور ہو گئے۔ سلطان نے ان کو ان کی زندگیاں اور آزادی بخشدی۔ ان کی عورتیں اور بچے واپس دیدیئے۔ جن کو ایک وحشیانہ بہادری نے غلامی کا حکم دیدیا تھا (مچاد صفحہ ۴۵۳) عیسائیوں کی بہادری اور شجاعت کی بھی سلطان قدر کرتا تھا۔ اور ان کی تکلیف اور مصیبت سے بھی اس کا دل اسی طرح بھر آتا تھا جس طرح مسلمانوں کی تکلیف سے۔ چنانچہ فتح بیت المقدس کے ذکر میں عیسائیوں کے حال پر سلطان کے رو دینے کا ذکر ہو چکا ہے۔ مگر اس پر عیسائی جو کچھ کہتے ہیں کہے جائیں گے ۔

سلطان کی مروّت ۔ عفو ۔ اور حلم ایسا وسیع تھا کہ لوگوں کو بعض اوقات جرائم پر جرأت ہوتی تھی مگر اس کے پاس سب کے واسطے معافی تھا ؛

ایک خطیب جو سلطان کا امام بھی تھا ۔ اور اس کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا سلطان کے دستخطوں کی نقل کر لیتا تھا ۔ اور بارہا جعلسازی کیا کرتا تھا ۔ ایک دفعہ ایک جعلی پروانہ جس میں بہت سے مال کا سلطان کی طرف سے حکم تھا ۔ پکڑا گیا ۔ سلطان نے اس جرم کی سزا میں اُس کا وظیفہ دوچند کر دیا ؛

ایک دفعہ اس کے خزانہ میں مصری سونے کی مُہروں کی تھیلیاں پیسوں سے بھری ہوئی تھیلیوں سے بدلائی گئیں ۔ خزانچی کو اس نے ایسا ناموزون جرم معاف کر دیا ؛

عماد کہتا ہے کہ ۵۷۲ھ ہجری میں مصر کے سفر میں مَیں اس کے ہمراہ تھا ۔ دیوان سے حساب لیا گیا تو ستر ہزار دینار اس کے ذمہ باقی نکلتے تھے اور وہ خود مقر تھا ۔ مگر سلطان نے رقم کا وصول کرنا تو الگ رہا اس سے ذکر تک نہیں کیا ۔ اہلکاروں کے قصوروں سے اکثر درگذر کرتا تھا اور اگر کوئی دیوانی عہدے سے موقوف ہو جاتا تھا ۔ تو اس کو فوج میں عہدہ دیدیتا تھا ؛

ایک سب سے عجیب واقع بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ جب سلطان بیت المقدس میں تھا ۔ تو سیف الدولہ ابن منقذ حاکم مصر نے رپورٹ بھیجی کہ فلاں نمبردار سرکاری مالیہ سے دو ہزار دینار وصول کر کے خود کھا گیا ہے اور ادا نہیں کرتا ۔ اتفاق سے وہ نمبردار اُس روز بیت المقدس میں تھا سلطان نے اس کو کہلا بھیجا ۔ کہ حاکم مصر اُس کو گرفتار کرنا چاہتا ہے کہیں روپوش ہو جاوے ؛

ایک دفعہ مسلمانوں کے لشکر کے ایک حصّہ نے ایسے نازک موقع پر جبکہ سلطان کو اپنی جان کا خوف تھا تمرد کیا ۔ اور سلطان کو سخت اور درشت الفاظ کہے ۔ جس سے اس نے غصہ ہو کر خیمہ اکھاڑ لینے کا حکم دیا ۔ اور سوار ہو گیا ۔ تمام لوگوں کو یقین تھا کہ وہ اِن سپاہیوں کو پھانسی پر چڑھا دیگا ۔ تمام امرا خوف سے کانپ رہے تھے ۔ اور باغیوں کو تو اپنی موت کا یقین ہو چکا تھا اسی اثنا میں دمشق سے تازہ میوہ آ گیا ۔ اور سلطان نے باغی سپاہیوں میں سے ایک کو جو قریب تھا ۔ کہا امراء کو بلا ۔ سب کانپتے ہوئے حاضر ہوئے ۔ مگر سلطان کے چہرہ کی بشاشت دیکھ کر سب کا اطمینان ہو گیا ۔ اور خوشی سے بیٹھ کر سب نے میوہ کھایا ۔ سلطان نے سپاہیوں کی اس گستاخی کا کبھی ذکر تک نہیں کیا ؛

سلطان کے ملازم اس کے تحمل اور عفو کی وجہ سے گستاخیاں کرنے پر دلیر ہو گئے تھے ۔ اور اکثر کرتے تھے ۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ ایک مجلس میں اس کے غلام کھیلنے کی جوتی ایک دوسرے کی طرف پھینک رہے تھے ۔ ایک دفعہ وہ سلطان کے پاس جا پڑی ۔ سلطان دوسری طرف مُنہ پھیر کر کسی سے

بات کرنے لگ گیا۔ تاکہ غلاموں کو معلوم نہ ہو۔ کہ اُس نے ان کی گستاخی دیکھ لی ہے۔ ایک دفعہ اس نے اپنے خدمتگاروں سے پانچ دفعہ پانی مانگا۔ مگر کسی نے پروانہ کی۔ آخر کہا کہ یارو میں پیاس سے مرچلا ہوں۔ تب پانی لایا گیا۔ اور وہ پی کر خاموش ہو رہا۔ ایک دفعہ سلطان سخت بیمار ہوا اور نہایت ضعیف ہو گیا کچھ صحت ہونے کے بعد حمام میں گیا۔ پانی زیادہ گرم تھا۔ غلام سے سرد پانی مانگا اُس نے کچھ ٹھنڈا پانی سلطان کے بدن پر گرا دیا۔ جس سے ضعیف جسم کو صدمہ پہنچا۔ دوبارہ پانی مانگا تو سرد پانی کا پیالہ سلطان کے سر پر گر گیا۔ اس پر سلطان نے غلام کو سوا اس کے کچھ نہیں کہا کہ اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو بتا دے ٭

قاضی ابن شداد لکھتا ہے کہ مرج عیون میں میں سلطان کے ہمراہ تھا۔ اور اس کی یہ عادت تھی کہ شام کو سوار ہو کر ہوا خوری کرتا۔ اور واپس آکر سب کے ساتھ مل کر کھانا کھاتا تھا۔ اور پھر اپنے خاص خیمہ میں جا کر سو رہتا۔ تھوڑی دیر سو کر اُٹھتا اور نماز پڑھتا تھا۔ پھر مجھ سے حدیث شریف سنتا اور ان دنوں میں سلیم رازی کی مختصر جو فقہ میں ہے مجھ سے پڑھی تھی۔ ایک دن حسب معمول کھانا کھا کر سونے کے واسطے خاص خیمہ کی طرف جانے لگا کسی نے کہا نماز کا وقت بہت قریب ہے۔ یہ سنکر بیٹھ گیا۔ کہ اب نماز پڑھ کر سوئینگے۔ اس وقت ایک غلام نے کسی شخص کی بابت کچھ عرض کرنے کو کہا سلطان نے کہا ذرا ٹھیر جاؤ۔ میری طبیعت پریشان ہے اس نے کچھ پروانہ کی۔ اور ایک کاغذ سلطان کے سامنے کر دیا جس پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا۔ سلطان نے کہا کہ اس کے حال پر ضرور توجہ کی جاویگی۔ غلام نے کہا پھر حکم لکھ دیجئے۔ سلطان نے کہا دوات موجود نہیں سلطان خیمہ کے دروازہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور کوئی شخص گذر نہیں سکتا تھا۔ دوات خیمہ کے اندر سامنے پڑی تھی غلام نے دیکھ کر کہا دوات وہ پڑی ہے۔ اس سے مطلب یہ تھا کہ سلطان خود دوات اُٹھا لائے اور لکھ دے۔ چنانچہ سلطان خود ہی اُٹھا۔ اور دوات لاکر لکھ دیا۔ اور غلام کی اس حرکت سے ناخوش ہونے کے بجائے مسرور ہوا ٭

ابن شداد کہتا ہے کہ ایک دن میری سواری کی خچر بھاگ نکلی۔ اور سلطان کے پاس سے گذرنے پر اس کو سخت دھکا لگا۔ مگر وہ سخت ہنستا رہا۔ ایک روز کیچڑ میں میری خچر نے سلطان کے تمام کپڑے خراب کر دیئے۔ مگر اس کو پروا تک نہ ہوئی۔ مظلوموں کی سخت کلامی برداشت کر لیتا تھا لوگ اس کے خاص فرش کو پاؤں میں روندتے۔ اور خراب کرتے تھے۔ اور اس کو کچھ ملال نہیں ہوتا تھا ٭

عدالت

قاضی ابن شداد کہتا ہے کہ سلطان مستغیثوں اور مظلوموں کی فریادیں سُننے اور سماعت مقدمات میں اسی قدر مشغول رہتا تھا۔ کہ اس کی برداشت انسانی طاقت سے خارج ہے۔ مگر وہ اس تکلیف کو نہایت خوشی اور طیب خاطر سے اٹھاتا تھا ۔

ہفتہ میں دو روز دوشنبہ اور پنجشنبہ کے دن دربار عام کیا کرتا تھا جس میں ہر شخص کو بار ملتا تھا اور داد خواہ داد خواہی کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اور دربار میں بڑے بڑے علماء اور فضلاء اور فقہاء اور قاضی موجود ہوتے تھے۔ اور کوئی مستغیث عدالت سے محروم نہیں رہتا تھا۔ یہ دربار سفر میں اور اور اقامت میں ہمیشہ ہوتا رہتا تھا۔ اور اس کے سوا ہر روز اور ہر وقت سلطان مظلومین کی فریادیں سُنتا تھا۔ اور داد رسی کرتا تھا۔ راستہ چلتے ہوئے اگر ایک بیکس اس کو پکڑ کر کھڑا کر لیتا تھا۔ تو وہ کھڑا ہو کر اس کا حال سُنتا۔ دن بھر میں جس قدر مقدمات پیش ہوتے تھے۔ رات کو سب پر مناسب حکم لکھوا دیتا تھا ۔

ایک شخص نے سلطان کے چچازاد اور نہایت عزیز بھائی تقی الدین پر دعوےٰ کیا۔ تقی الدین کو ہر ایک مدعا علیہ کی طرح عدالت میں طلب کیا گیا۔ اور مدعی کے مقابل میں کھڑا کر کے حلفی بیانات لئے گئے۔ اور شریعت کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا ۔

ایک تاجر مسمّے عمر خلاطی نے خود سلطان پر دعوےٰ کیا۔ کہ اس کا ایک غلام سلطان کے قبضہ میں آ کر مر گیا ہے اور بہت سا مال چھوڑ کر مرا ہے جو اس کا حق ہے۔ سلطان نے اس دعوے باقاعدہ سماعت کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کے عدالت میں پیش ہونے پر تخت سے اُتر کر اس کے مقابل میں کھڑا ہوا۔ مقدمہ میں حسب دستور کارروائی ہوئی۔ مگر مدعی کا ثابت نہ ہوا۔ اور وہ اپنی جھوٹی کوشش پر شرمندہ ہوا۔ اس پر سلطان نے اس کو بہت سا مال دیکر اپنی فیاضی کا ثبوت دیا ۔

علم اور اہل علم کی قدردانی

مدارس ۔ شفاخانے ۔ اوقاف وغیرہ

علم اور اہل علم کی قدر دانی سلطان کا ایک فطرتی خاصہ تھا مصر کی وزارت پاتے ہی اسنے اہل علم اور لائق فقیہوں اور صوفیوں کو بُلا کر جمع کرنا اور بسانا شروع کیا۔ اور مدارس جاری کرنے کی طرف توجہ کی۔ اور اس کے اقتدار کی ترقی کے ساتھ یہ تمام چیزیں ترقی کرتی گئیں حتی کہ اسکی سلطنت کے وقت میں ایک ایسا بے نظیر مجمع علما ۔ فضلا ۔ فقہا ۔ شعرا ۔ صلحا ۔ مورخین ۔ ادیبوں اور حکیموں اور اہل فن اور ہنر کا تھا جس کی مثال بُہت مشکل سے ملسکتی ہے۔ اور کاملین میں سے ایک ایک شخص کا وجود زمانہ کے فخر کا باعث تھا۔ اور ان کے حالات صدہا اور ہزارہا کتابوں کا مضمون ہونے چاہئے۔ سلطان کے عہد میں علما کی جو تنخواہیں مقرر تھیں۔ ان کی تعداد تین لاکھ دینار سالانہ تھی۔ آجکل کے حساب سے جس کی کم از کم پندرہ لاکھ روپے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ غیر معین طور پر مگر مسلسل و متواتر انعامات کی شکل میں ہزاروں اور لاکھوں روپے تقسیم ہوتے تھے۔ شعرا کو ان کے بیش بہا قصائد کے صلہ میں جس قدر انعامات دیئے گئے ہیں انکو اگر جمع کیا جاوے تو سلطنتوں کے خراج کے برابر ہونگے۔ اس کی آمدنیوں کے مصرف فوج کے خرچ کے علاوہ اس قسم کی فیاضیاں تھیں۔ جو علم و ہُنر کے واسطے جاری رہتی تھیں +

سلطان جب پہلے ہی پہل حمص میں پہنچا ہے۔ تو مہذب ابن سعد شاعر نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ پیش کیا۔ جب وہ ختم کر چکا۔ تو قاضی فاضل نے جو سلطان کے دربار میں ایک نہایت نامور اور یگانہ ادیب تھا۔ سلطان سے کہا کہ اسی شاعر نے ایک قصیدہ میں جو صالح بن رزیک کی مدح میں لکھا ہے یہ شکایت کی ہے کہ ترک شعر کی قدر نہیں کرتے۔ مگر سلطان نے اس کو انعامات کے علاوہ جاگیریں عطا کیں اور ترکوں کے دامن سے یہ دھبہ چھڑا دیا۔ جو سلطان کے ہاتھوں سے کبھی کا چھٹ چکا تھا +

سلطان شعر کا بڑا شائق اور ماہر تھا۔ خود شعر موزون کرتا تھا اپنے سب سے چھوٹے بھائی تاج الملوک کی وفات پر اس نے اظہار غم چند شعروں کے موزوں کرنے سے بھی کیا۔ اچھے اچھے شعر اکے شعروں میں نہایت نازک غلطیوں کی اصلاح کر دیتا تھا۔ اور شاعر کبھی ٹوک دیتے تھے تو تحمل سے سن لیتا تھا ایک شاعر نے اس کو شطرنج کھیلنے پر ملامت کی تھی۔ مگر اس وجہ سے اس کے انعام میں کوئی کمی نہیں ہوئی ؎

امیر موید الدولہ ابو الحارث اسامہ بن مرشد نے جو ایک مشہور شاعر تھا جب سلطان کے دمشق میں آنے کی خبر سنی تو شام کو چلا آیا۔ سلطان نے اس کی نہایت تعظیم و تکریم کی اور معرہ کے اعمال میں جاگیر اور دمشق میں حویلی عطا کی۔ دمشق میں اقامت کے زمانہ میں ہمیشہ اس سے محبت رکھتا تھا۔ اور اموریں مشورہ لیتا تھا۔ اور باہر سے خط و کتابت کرتا رہتا تھا۔ موید الدولہ کے بیٹے عضد الدین نے اپنے باپ کے شعروں کا دیوان سلطان کو جمع کر دیا تھا سلطان اس دیوان پر عاشق تھا۔ اور اکثر شوق سے پڑھا کرتا تھا عضد الدین اس کے معزز درباریوں میں شامل تھا۔ اس قسم کے بیشمار واقعات ہیں۔ جن کا جمع کرنا مشکل ہے ؎

اس کی مجلسوں میں علما اور اہل کمال کا جمگھٹا رہتا تھا۔ اور علمی مضامین کے چرچے جاری رہتے تھے۔ عماد ایک مقام پر لکھتا ہے کہ سلطان کی مجلس میں اہل فضیلت اور صاحبان دانش جمع رہتے تھے جو قسم قسم کے فوائد اس کے سامنے پیش کرتے تھے۔ یہ علما اور کاملین اپنے اپنے کمال ظاہر کرتے تھے کبھی احکام شرعیہ اور مسائل فقیہہ بیان ہوتے۔ کبھی علم ادب میں کلام شروع ہوتا صناعات شعریہ اور تحقیقات الفاظ عربیہ میں موشگافی کرتے۔ کبھی سخاوت کی باتیں چلتیں تو اکابر سلاطین کی سخاوتیں بیان ہوتیں۔ اور اخلاق حسنہ کے تذکرے ہوتے کبھی فضائل جہاد اور اللہ کی راہ میں تیاری اور مستعدی کے فرائض بیان ہوتے۔ ان تمام بحثوں اور تذکروں میں سلطان خود سب سے بڑا حصہ لیتا تھا ؎

قاضی فاضل کے ساتھ سلطان کو اس کے کمال کے سبب سے گویا عشق تھا۔ جو عزت اور احترام وہ اس کا کرتا تھا۔ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ جب ساتھ ہوتا تھا تو اس کا مشیر تھا۔ اور غائب ہوتا تھا تو سلطان اس کو متواتر اطلاعیں دیتا تھا۔ ایک دفعہ جب فاضل موصوف نے حج کو جانے کی درخواست کی تو سلطان نے جواب دیا کہ اول میرا ہاتھ پکڑ کر قسم کھائیے۔ کہ وہاں مجاورت نہیں کریگا اور میری طرف سے روپیہ لے جا کر حرمین کے مجاوروں اور مستحقین میں تقسیم کریگا۔ اور پھر شام کو میرے پاس

واپس آئیگا۔ کیونکہ اس کے سوا میرا کہیں ٹھکانا نہیں ہے *

اس کو بعض بزرگ اور مقدس علما کی خدمت میں حاضر ہونے سے بھی دریغ نہیں ہوتا تھا۔ ابوالفتوح عبدالسلام ابن یوسف جب دمشق میں پہنچا۔ تو سلطان خود اس کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس کے اکرام میں اپنی فیاضی سے کام لیا۔ تاریخ دمشقی کا مصنف ابوالقاسم علی بن حسن جب فوت ہوا۔ تو سلطان بذاتِ خود اس کے جنازہ میں شریک ہوا *

ان باکمال لوگوں میں سے اگر کوئی شخص دنیا سے رحلت کرجاتا تھا تو اس کا رنج اسکو اپنے عزیزوں کے رنج سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔ حکیم مہذب الدین ابوالحسن علی بن عیسٰے المعروف بابن النقاش بغدادی جو طالبانِ علم طب کا مرجع اور علوم ریاضیہ اور معارف حکمیہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ جب دمشق میں فوت ہوا۔ تو سلطان نے حمص میں اس کے انتقال کی خبر سنکر اس کا سخت ماتم کیا۔ اور کئی روز تک اسی غم میں علیحدہ بیٹھا رہا *

نورالدین مرحوم کے زمانہ میں جب سلطان دمشق کا شحنہ تھا۔ تو کمال الدین شہرزوری دمشق کا حاکم اور قاضی تھا سلطان کے جو فیصلے خلاف شریعت یا غلط ہوتے تھے۔ کمال الدین انکو مرافعہ یعنی اپیل میں توڑ دیتا تھا۔ اور اس سے سلطان کو بعض اوقات رنج ہوتا ہوگا۔ اور کچھ جھگڑا درمیان میں رہتا تھا جب سلطان وہاں کا بادشاہ ہوا۔ تو بجائے اسکے کہ وہ ان تنازعات اور رنجشوں کو یاد کرتا۔ اس نے کمال الدین کی بزرگی کے تسلیم کرنے کا ثبوت دیا۔ اور اس کو بدستور دمشق کا حاکم اور قاضی رہنے دیا۔ قاضی مذکور کی وہ نہایت عزت کرتا تھا۔ ہمیشہ اس سے فتوے پوچھتا۔ اور اس کو تحائف بھیجا رہتا تھا۔ قاضی کمال الدین کے بھتیجے ضیاء الدین کو اس نے مصر میں جاگیریں اور مکانات اور نقد انعامات بخشے تھے۔ اور بہت سے وظائف مقرر کر دئے تھے۔ سلطان کے شام میں آنے پر وہ بھی سلطان کے ساتھ شام کو چلا آیا تھا۔ قاضی کمال الدین نے اپنی آخری بیماری میں ضیاء الدین کے حق میں قضا کی وصیت کی۔ سلطان نے اس کی خواہش کے مطابق اس کے انتقال پر ضیاء الدین کو قاضی دمشق مقرر کیا۔ لیکن جب فقیہہ شرف الدین مذہب شافعی کا شیخ اور ایک مشہور فاضل حلب سے دمشق آیا۔ تو سلطان نے اس کی نہایت تعظیم و تکریم کی۔ اور اس کو دمشق کا قاضی مقرر کرنا چاہا۔ ضیاء الدین کے دوستوں نے اس کو قضاء دمشق سے استعفا دینے کی صلاح دی۔ اور شرف الدین اس کی جگہ مقرر ہوگیا۔ تاہم ضیاء الدین کے پاس املاک کی فروخت کی وکالت شرعیہ کا کام باقی رہا۔ شیخ شرف الدین کی قضا کے ساتھ سلطان نے وو عہدے اس کی

ماتحتی میں تجویز کرکے ایک زکی الدین کے خاندان کو ولیہ اور محی الدین ابوالمعالی کو اس پر مقرر کیا۔ آخر کار شیخ شرف الدین کو بینائی کی شکایت ہونے پر عہدہ قضا پر مقرر ہوا۔ اور اس کا بھائی مجدالدین جامع دمشق اور دوسری مساجد اور مشہدوں کا دیوان الاوقاف مقرر ہوا۔

سلطان نے مصر اور شام کے اکثر بڑے شہروں۔ سکندریہ قاہرہ دمشق بیت المقدس وغیرہ میں مدارس قائم کئے۔ اور بے انتہا آمدنی ان پر وقف کی۔ علامہ ابن جبیر لکھتے ہیں۔ کہ سکندریہ کے بورڈنگ میں اذن عام تھا کہ جو شخص بہ طلب علم کہیں سے آوے۔ اس کو مکان۔ خوراک۔ حمام۔ ہسپتال۔ سب کچھ سلطنت کی طرف سے مہیا ملے گا۔ مدارس کے علاوہ جابجا شفاخانوں اور سراؤں کی تعمیر کرکے ان پر بھی اوقاف مقرر کئے گئے تھے۔

ایک مورخ لکھتا ہے کہ سلطان صلاح الدین کے مصر میں آنے سے پہلے یہاں کوئی مدرسہ نہیں تھا۔ کیونکہ امامیہ اس امر کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ سلطان نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس قرافہ میں ایک مدرسہ تعمیر کیا۔ اور اس میں علامہ نجم الدین خبوشانی کو ۵۷۲ھ میں بمشاہرہ پچاس دینار مدرس اعظم اور مہتمم مقرر کیا۔ دس اور مدرس ان کے ماتحت تھے۔ تقی الدین بن دقیق العید۔ سراج بلقینی۔ حافظ ابن حجر۔ بہاؤالدین قاضی القضاۃ وقتاً فوقتاً اس میں مدرس مقرر ہوئے۔ نہایت کثیر آمدنی اس میں وقف تھی۔ اور اس کے سلسلہ عمارات پر ایک مستقل آبادی کا گمان ہوتا تھا۔ ایک مدرسہ شافعیہ کے نام سے مصر میں اور قائم کیا۔ مالکیہ یا قمحیہ بھی مصر میں قائم کیا جس میں علامہ ابن خلدون نے بھی درس دیا۔ زین التجار یا شریفیہ بھی مصر میں قائم کیا تھا جس میں عمادالدین عباسی۔ سراج الدین بلقینی استاد جلال الدین سیوطیؒ تقی الدین قاضی القضاۃ وغیرہ درس دیتے تھے۔ قاہرہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشہد کے پاس مدرسہ قائم کیا۔ سوفیہ بھی قاہرہ میں تھا۔ اور سعید السعداخادم المصریین کے گھر کو ایک خانقاہ بنا کر اس پر کثیر آمدنی وقف کی۔ بیت المقدس میں اور دمشق میں نوری ہسپتال کے پاس صلاحیہ نام کے مدرسے قائم ہوئے۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ صلاح الدین جب مصر پر قابض ہوا تو ایک دار الشحنہ کو جس کا نام دار المعونہ تھا اور جہاں لوگ قید کئے جاتے تھے توڑ کر اس جگہ مدرسہ شافعیہ بنایا۔ اسی طرح دار الغزل کو مدرسہ شافعیہ بنایا۔ ایک مورخ کا بیان ہے کہ حزم نام ایک قریہ جو حوران کے متعلقات سے ہے سلطان نے اُن طالبوں اور مدرسوں پر وقف کیا جو جامع دمشق کے مغربی زاویہ میں (جو فقیہہ زاہد مضر مقدسی سے معروف ہے) شرعی علم پڑھے یا پڑھائے اس

وقف کا متولی قطب الدین نیشاپوری مقرر کیا گیا۔ اور جو عہد اس وقف پر لکھا گیا تھا۔ اس کو مورخ نے خود پڑھا ہے۔ سلطان کا دستخط اس پر ثبت تھا۔ اور نشان یہ تھا۔ الحمد للہ وبہ التوفیق ایک مورخ ان مدارس کے ذکر میں لکھتا ہے کہ سلطان بڑا ہی سعادتمند شخص تھا۔ کیونکہ اس نے دنیا میں فتوحات کثیرہ حاصل کئے۔ اور آخرت کے واسطے اوقاف عظیمہ مقرر کئے۔ مگر ظاہر میں کوئی وقف اس کے نام سے منسوب نہیں ہے۔ مثلاً قرافہ کے مدرسوں کو شافعی کہا جاتا ہے مشہد کے قریب جو مدرسہ ہے اس کو مشہد ہی پکارا جاتا ہے۔ اور خانقاہ کو خانقاہ۔ سعید السعدا اور مدرسہ حنفیہ کو مدرسۃ السیوفیہ اور مصر کے دوسرے مدرسہ کو زین التجار کہا جاتا ہے ایک مدرسہ جو مصر میں ہے اور ایک دوسرے کو جو دمشق میں ہے مالکیہ کہا جاتا ہے۔ البتہ نوری ہسپتال کے پاس جو مدرسہ ہے اس کو صلاحیہ کہتے ہیں۔ سلطان صلاح الدین کی ان فیاضانہ تمثیلوں سے اس کے تمام خاندان۔ امراء۔ اور اعیانِ دولت بلکہ خواتین میں بھی یہ جوش پھیل گیا تھا۔ اور اسکے متعلقین اور امراء نے جس قدر مدارس وغیرہ قائم کئے ہیں۔ انکو شمار کرنا مشکل ہے۔ ہر ایک شخص کے واسطے اپنی وسعت کے موافق ایسے کاموں میں مدد کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ بات نہایت ذلت کی خیال کی جاتی تھی۔ کہ کوئی دولتمند شخص مرے اور دنیا میں کوئی علمی یادگار نہ چھوڑ جائے۔ سلطان کی ہمشیرہ اور حرموں اور دوسری خواتین کے نام سے اس قسم کے صدہا مدارس قائم ہو گئے تھے۔ اور سلطان کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں اور اس کے خاندان کے لوگوں اور ان کے زمانہ کے امرا نے انہیں تمثیلات کی پیروی کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر حوصلے دکھائے ہیں۔ تمام واقعات کو جمع کرنا مشکل اور غیر ضروری ہے۔ عماد کی زبان سے ایک مثال خواتین کی فیاضی کی بیان کرنی کافی ہو گی۔ سلطان کی بیگم عصمۃ خاتون کے ذکر میں عماد لکھتا ہے کہ وہ فیاضی میں نہایت دلیر تھی۔ فقرا کے مواجب مقرر کئے ہوئے تھے۔ فقیہوں اور زاہدوں کے لئے مہمانسرائیں اور مدرسے جاری کئے۔ معلمین کی تنخواہیں مقرر کیں۔ طلبار کو کھانا اور پوشاک اس کے ہاں سے ملتا تھا۔ دمشق میں حمام سرکسی کے پاس محلہ حجر الذہب میں مشہور درس گاہ اور بڑی سرائے باب النصر کے باہر مہمانخانہ اسی نیک خاتون کے نام پر مشہور ہیں۔ اس کے وقف کئے ہوئے مکانات اور انعامات سے مدت دراز تک لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ یہ ایک مثال ہے اور اکیلی نہیں ہے۔

سلطان نے اسی طرح مصر و شام میں جابجا شفاخانے اور سرائیں اور مہمان خانے تعمیر کرائے تھے

اور عام طور پر بھی فیاضی کے کام کئے جاتے تھے۔ سلطان کا قاہرہ کا شفاخانہ سب سے زیادہ مشہور ہے مصر میں تسلط ہونے کے سلطان نے شاہی ایوانوں میں ایک نہایت شاندار ایوان کو دیکھا۔ جس کی دیواروں پر پورا قرآن مجید لکھا ہؤا تھا۔ سلطان نے اس ایوان کو شفاخانہ کے واسطے موزوں خیال کیا چنانچہ ۵۷۷ھ ہجری میں اس کو تھوڑے سے تغیر اور اصلاح کے بعد شفاخانہ بنایا۔ اور بہت سے طبیب و جراح علماے طبعیات۔ مشرف۔ عامل۔ خدام مقرر کئے۔ علامہ ابن جبیر نے اس کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں "قاہرہ کا یہ شفاخانہ صلاح الدین کے مفاخر میں سے ہے۔ وہ ایک نہایت خوبصورت اور شاندار ایوان ہے۔ بہت سے کمرے ہیں۔ ہر کمرہ میں پلنگ بچھے ہیں جن پر سلیقہ سے بچھونے اور تکئے لگے ہیں۔ دواؤں کے لئے الگ کمرے ہیں۔ اور اس کے لئے دواساز اور منشی وغیرہ مقرر ہیں۔ عورتوں کے علاج کے لئے اسی سلسلہ میں ایک جداگانہ قطعہ ہے۔ اور اُن کی خدمت خبرگیری۔ اور علاج کے لئے عورتیں نامور ہیں۔ پاگلوں کے علاج کے لئے الگ مکانات ہیں جن کا احاطہ نہایت وسیع ہے۔ اور دریچوں میں لوہے کی جالیاں ہیں۔ شفاخانہ کا اہتمام ایک طبیب سکرٹری کے متعلق ہے۔ اس کے ماتحت بہت سے نوکر ہیں۔ جو صبح و شام دونو وقت بیماروں کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور اُن کی غذا اور دوا میں تبدیلی اور اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ سلطان خود ہمیشہ شفاخانہ کے ملاحظہ کے لئے آتا ہے۔ اور بیماروں کے معالجہ اور خبرگیری کی سخت تاکید کرتا ہے" علامہ مذکور نے لکھا ہے کہ قاہرہ میں بعینہ اسی درجہ کا ایک اور شفاخانہ ہے سلطان نے سکندریہ میں جو شفاخانہ قائم کیا۔ وہ بھی نہایت اعلےٰ درجہ کا تھا۔ اور ایک خاص بات میں تمام اور شفاخانوں سے ممتاز تھا۔ یعنی جو لوگ شفاخانہ کے علاج کو خلاف شان سمجھتے تھے۔ ان کے علاج کے لئے الگ طبیب اور جراح مقرر تھے۔ جو اُن کے گھروں میں جا کر علاج کرتے تھے +

اس موقع پر اس امر کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ سلطان جہاں رفاہ عام کے کاموں اور ہر ایک قسم کی فیاضی میں نہایت دلیر تھا۔ اور رفاہ عام اور شہروں کی حفاظت کی تعمیروں میں بیشمار روپیہ خرچ کرتا تھا جس کا ذکر آیندہ کیا جاویگا۔ وہاں اپنی ذاتی آسائش کے اسباب اور اس غرض سے کسی تعمیر پر روپیہ خرچ کرنے میں بخیل تھا۔ ایک دفعہ دمشق میں اپنی غیر حاضری میں بدرالدین مودوڈ المعروف شحنہ کو (جو عزالدین فرخ شاہ کا ماموں زاد بھائی تھا) نائب مقرر کر گیا تھا۔ اور صفی ابن قابض اس کا مددگار تھا جس کے اختیار میں خزانہ کا کام بھی تھا۔ صفی نے قلعہ دمشق کی ایک بلندی پر ایک عظیم الشان محل سلطان کے واسطے تعمیر کرانا شروع کیا۔ اور کثیر التعداد روپیہ اس پر خرچ کر دیا۔ سلطان سے اس کو

اُمید تھی کہ وہ اس کام سے بہت خوش ہوگا۔ مگر سلطان نے واپس آکر اس مکان کو دیکھ کر ناپسند کیا۔ اور فضول خرچی سے سخت ناراض ہؤا۔ اور صفی کو اس کے عہدہ سے موقوف کر دیا۔ اور کہا کہ جس شخص کو موت کا یقین ہے وہ ایسے محل اور بالاخانے تعمیر نہیں کرتا۔ ہم عبادت اور حصول سعادت کے لئے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ ان عالیشان مکانوں میں پاؤں پھیلانے کے لئے ✦

کتابیں اور کتب خانے

سلطان کے مورخوں نے دو موقعوں پر کتابوں اور کتب خانوں کا جو ذکر کیا ہے وہ انہیں الفاظ میں یہاں درج کر دیا جاتا ہے ✦

تسلط مصر کے موقع پر بیان کیا جاتا ہے کہ قصر شاہی میں کتابوں کے کئی کمرے تھے۔ ہر ایک کمرہ میں ایک فن کی کتابیں ہوتی تھیں۔ ہر ایک کی نسبت مفصل فہرست موجود تھی۔ اور ہر ایک کتاب قیمتی چمڑہ سے مجلد تھی۔ امیر بہاؤالدین قراقوش متولی قصر کو یہ کہا گیا۔ کہ یہ کتابیں مختلط اور کہنہ ہو گئی ہیں اسلئے ان کو خزانہ شاہی سے نکال کر فروخت کر دینا چاہیئے۔ اس نے دلالوں کی معرفت کتابونکو فروخت کرنا شروع کر دیا۔ دلالوں نے تمام کتابیں خلط ملط کر دیں۔ کتابوں کی جلدیں توڑ دیں۔ ایک کتب خانہ میں معتبر کتابوں اور تواریخ وغیرہ کی ایک ایک کتاب پچاس پچاس مجلد جلدوں میں موجود تھی۔ قراقوش مذکور ترکی جاہل آدمی تھا۔ اس کو کتابوں کی قدر نہیں تھی ہفتہ میں دو دن کتابونکو نہایت ارزاں قیمت پر فروخت کرتا تھا۔ دلال کتابوں کی حیثیت بگاڑ کر سستی بیچتے تھے۔ اور خریدنے والوں کے ساتھ اُنہوں نے اپنا حصہ مقرر کیا ہوا تھا۔ دس روپیہ میں جو کتاب فروخت ہوتی تھی۔ وُہی سو سو روپیہ میں آگے بکتی تھی عماد کہتا ہے کہ میں نے کئی سو کتابیں اسی کتب خانہ سے خریدیں۔ جن میں سے بہت سی عجیب و غریب تھیں۔ اس کتب خانہ سے لاکھ سے زیادہ نسخے نکلے۔ جو کتابیں میں نے خریدیں انکی قیمت سلطان نے اپنی گرہ سے ادا کی۔ اس کے علاوہ بہت سی کتابیں جو مَیں نے پسند کیں مجھے انعام دیدیں۔ ایک روز کتب خانہ سے بہت سی کتابیں منتخب ہو کر سلطان کے پاس بھیجی گئیں۔ میں نے کہا کہ میں نے بھی کچھ کتابیں مانگی تھیں۔ سلطان نے پوچھا کہ ان میں سے کون کون سی کتاب تم کو چاہیئے۔ مَیں نے کہا یہ سب مجھ کو چاہئیں۔ سلطان نے سب کی سب مجھ کو دیدیں ✦

فتح آمد کے موقع پر لکھا گیا ہے کہ قلعہ میں سے بیشمار مختلف سامانوں آلاتِ جنگ و اسباب آرائش

کے علاوہ ایک کتب خانہ برآمد ہؤا جس میں دس لاکھ چالیس ہزار کتابیں تھیں (اس تعداد میں مبالغہ کو بہت دخل معلوم ہوتا ہے) یہ کتابیں سلطان نے قاضی فاضل کو دیدیں اس نے ان میں سے ستر اونٹوں کے بوجھ کی کتابیں منتخب کیں +

تعمیرات

تعمیرات کا کام بھی تسلط مصر کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا مصر اور قاہرہ کی فصیلیں پہلے الگ الگ تھیں سلطان نے سوچا کہ اگر دونوں کی علیحدہ علیحدہ فصیلیں پختہ بنوائی گئیں۔ تو لشکر کی تعداد زیادہ کرنی پڑیگی۔ اس لئے اس نے دونوں شہروں کو ایک فصیل میں محدود کرنا چاہا۔ اور درمیان میں سعدولتہ کی مسجد کے پاس جبل مقطم پر ایک قلعہ بنوانے کا حکم دیا۔ قاہرہ کے باہر دریا کے کنارہ سے فصیل شروع کرائی اور مقسم میں اسی فصیل کے شروع پر ایک برج تیار کرایا۔ اور مصر کے اعلےٰ کنارہ نیل پر بہت برجوں پر جو ایک عالیشان برج سے ملائے گئے تھے اس فصیل کا خاتمہ کیا +

پہاڑ پر جو قلعہ بنایا گیا تھا اس کا دور کل انتیس ہزار تین سو دو ۲۹۳۰۲ گز قاسمی تھا یعنی نیل کے کنارہ قلعہ مقسم سے ساحل مصر کے کوم احمر کے برج تک دس ہزار پانچ سو گز قلعہ مقسم سے سعدالدولہ کی مسجد کی پہاڑی کی دیوار تک سات ہزار دو سو گز۔ اور مسجد مذکور کی پہاڑ کے جانب تین ہزار دو سو دس گز غرض نیل کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک قلعہ کا احاطہ تھا۔ اس قلعہ کی تعمیر کا کام امیر شہاب الدین قراقوش سے متعلق تھا۔ پہاڑ پر ایک اور قلعہ تعمیر کرایا۔ اور خندق وغیرہ سے مکمل کیا۔ اور بڑے جوش اور سرگرمی اور نہایت وسیع اہتمام سے کام ہوتا رہا۔ کہ بہت جلد تکمیل کے قریب پہنچ گیا۔ گو سلطان کی وفات کے وقت بھی تعمیر جاری تھی +

تمام ملک مصر میں اور شام میں سلطان کی تعمیر کی ہوئی عمارتیں مسجدیں۔ کوئیں خانقاہیں سرائیں وغیرہ وغیرہ آج تک موجود ہیں۔ اور اس بزرگ شخص کے نام کو زندہ رکھنے کا باعث ہیں +

فتح عکا کے بعد سلطان نے اس کی فصیلیں اور عمارتیں بھی پختہ بنوائیں اور بہاؤالدین قراقوش ہی کو اس کام پر مقرر کیا +

بیت المقدس کی فصیلوں کی تعمیر اور استحکام کا بیان ہو چکا ہے۔ جس کام میں سلطان اور شاہزادے خود ہاتھ سے کام کرتے رہے +

مصر کی مقیاس آب کی جو سمندر میں پانی کی پیمائش کے واسطے ایک ستون تھا ہمیشہ مرمت اور درستی کراتا رہا ⁂

ایک دفعہ محاصرہ موصل کے زمانہ میں کسی نے سلطان کو مشورہ دیا۔ کہ دجلہ کو بند کر کے کسی اور طرف جاری کردیا جائے۔ اس میں ان دنوں پانی کی کمی سے بند لگا کر دوسری طرف پھیر دینا آسان معلوم ہوتا تھا۔ اس سے مقصود اہل موصل کو تنگ کرنے اور عاجز کردینے سے تھا۔ سلطان نے یہ تجویز ایک بڑے دانا عالم فخر الدین ابی شجاع ابن الدہان بغدادی کے سامنے پیش کی۔ جو اس زمانہ کا ایک یگانہ اور بے مثل ریاضی دان تھا۔ اور موصل سے سلطان کی قدر دانی اور علم پروری کا حال سُن کر سلطان کے پاس چلا آیا تھا۔ اس نے اس معاملہ پر غور کر کے بتایا۔ کہ یہ امر ممکن ہے اور بہت مشکل نہیں ہے۔ مگر موصل والوں کی اطاعت نے اس کی ضرورت کو خود ہی رفع کردیا ⁂

سلطان کی ایک بے نظیر اور دائمی فیاضی

اس زمانہ میں مکہ مکرمہ میں جو مغربی حاجی حج کی غرض سے جاتے تھے ان کو امیر مکہ کے ہاتھ سے نہایت تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ یہ ایک قاعدہ مقرر تھا۔ کہ مغربی حاجیوں سے فی نفسہ کچھ نقد روپیہ ٹیکس کے طور پر لیا جاتا تھا۔ امیر مکہ حاجیوں کو قید رکھتا تھا۔ اور جب ٹیکس ادا کرتے تھے تو ان کو رہائی ملتی تھی۔ اور جو لوگ مفلسی کے سبب سے ٹیکس ادا نہیں کرتے تھے وہ اسی طرح قید رکھے جاتے تھے حتےٰ کہ ان کا حج فوت ہو جاتا تھا۔ سلطان نے اس شکایت کو رفع کرنے کی غرض سے یہ تجویز کی امیر مکہ کو اپنے پاس سے کچھ دینار مقرر کرے اور حاجیوں سے یہ ٹیکس اُٹھاوے۔ مگر یہ ایک سوال تھا۔ کہ کیا دیا جاوے۔ جس کو جس خوبصورتی اور دانشمندی سے سلطان نے حل کیا ہے اور کوئی مشکل سے حل کرتا۔ سلطان نے سوچا کہ اگر امیر کو روپیہ اور جاگیریں زمین وغیرہ کی شکل میں دی گئیں تو اس سے اُس کی ذاتی منزلت اور منفعت کو ترقی ہوگی۔ اور اہل مکہ وغیرہ کو کچھ فائدہ نہیں پہنچیگا۔ حجاز میں غلہ کی ضرورت رہتی ہے۔ اور مصر دُنیا میں غلہ کا سب سے بڑا ذخیرہ گاہ خیال کیا جاتا ہے۔ اس واسطے سلطان نے امیر مکہ کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ ہر سال آٹھ ہزار اردب گیہوں کا آٹا اس کے پاس ساحل جدہ میں پہنچا دیا جاویگا۔ امیر مکہ اس کو فروخت کر کے روپیہ جمع کریگا۔ اور اہل حرمین کو غلہ ملجاویگا۔ اور غلہ کی کمی سے تکلیف نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ حرمین کے مجاوروں اور فقراء اور شرفا کے واسطے

غلہ اور اُن کے لئے اوقاف مقرر کئے ۔ مصر میں جب تک اسلامی سلطنت اور حکومت رہیگی ۔ حرمین شریفین میں سلطان کی یہ نیکی کبھی فراموش نہیں ہوگی ۔

پابندی شریعت اور قوانین دینی کی مواظبت

اس عنوان کے نیچے جو حالات اس کے اپنے مورخ نے لکھے ہیں اُن میں کچھ اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ۔

سلطان کا عقیدہ نہایت نیک تھا ۔ ہمیشہ خداوند تعالےٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ۔ اور مشائخ اہل علم اور اکابر فقہا سے مسائل فقہ اور عقاید کی مدلل چھان بین کرانے میں مباحثے کراتا رہتا تھا ۔ اور جس مسئلہ کے واسطے مجلس منعقد ہوتی ۔ سلطان بھی اپنی رائے اس میں ظاہر کرتا تھا ۔ جس کو اہل علم بہت ہی پسند کرتے تھے ۔ اس کا عقیدہ نہایت پاک اور صاف تھا ۔

شیخ قطب الدین نیشاپوری نے سلطان کے واسطے عقاید کی ایک کتاب تصنیف کی تھی اس کو وہ نہایت پسند کرتا تھا ۔ اور اپنے چھوٹے بچوں کو یاد کرایا کرتا تھا ۔ اور یہ خواہش رکھتا تھا ۔ کہ یہ عقاید کے مسائل بچوں کو بچپن ہی میں یاد کرائے جائیں ۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ چھوٹے بچے سلطان سے سبق لیتے تھے ۔ اور اس کے سامنے بیٹھ کر یاد کرتے تھے ۔ نماز پنجگانہ ہمیشہ باجماعت پڑھتا تھا ۔ ایک دن اس نے خود ذکر کیا ۔ کہ کئی سال سے میں نے اکیلے نماز نہیں پڑھی ۔ نماز سنت نوافل کبھی قضا نہیں کرتا تھا ۔ رات کو نماز تہجد بھی پڑھتا تھا ۔ اور اگر کبھی سو جاتا ۔ تو صبح سے پہلے ادا کر لیتا تھا ۔ جب تک ہوش میں رہا کبھی نماز کو قضا نہیں کیا ۔ آخری مرض موت میں تین دن اس کی نماز فوت ہوئی ۔ جب کہ وہ بالکل بے ہوش ہو رہا تھا ۔ اگر سواری میں ہوتا تھا ۔ تو اتر کر جماعت میں نماز پڑھ لیتا تھا ۔

زکوٰۃ کی بابت اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جب فوت ہوا تو اس کے گھر سے اتنا مال بھی نہ نکلا جس پر زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہوتا ۔ اور صدقہ نفلی کا یہ حال تھا ۔ کہ تمام اموال واملاک کو ہیچ جانتا تھا ۔ اس سلطنت کے باوجود اس کی وفات پر اس کے خزانہ سے سنتالیس درہم ناصری اور ایک سونے کی مہر کے سوائے کچھ نہ نکلا ۔ اور کوئی ملکیت کسی قسم کی باقی نہیں چھوڑ گیا تھا ۔

رمضان کے روزے اسکی بیماریوں کے سبب سے بعض وقت فوت ہوجاتے تھے۔ قاضی فاضل کے ذمہ سلطان نے یہ بات کی ہوئی تھی۔ کہ ایام فوت شدہ کو لکھتا ہے۔ بیت المقدس میں سلطان نے برابر قضا فوایت کے واسطے روزے رکھے۔ سال وفات میں سلطان کے ذمہ دو مہینوں کی قضائیں تھیں۔ جو سخت بیماری اور اشتغال جہاد کے سبب سے ہوگئی تھیں۔ اس نے روزے رکھنے شروع کئے۔ اور اس کے سخت ضعف کے سبب سے طبیب اس کو منع بھی کرتے تھے کہ روزے نہ رکھے مگر وہ نہیں سنتا تھا۔ اور برابر روزے رکھے جاتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ معلوم نہیں کل کیا واقع ہوگا اور پھر موقع نہ ملے۔ گویا اس کو خداوند تعالےٰ نے الہام فرما دیا تھا۔ کہ اسی سال میں وہ فوت ہوجاویگا۔

حج کے واسطے وہ ہمیشہ تیار ہوتا رہا۔ اور سال وفات میں تو اس کا ارادہ بہت ہی پختہ تھا۔ مگر جہاد اور ملک کی ضرورتوں نے اس کو نہ چھوڑا۔

سلطان کو قرآن کریم کے سُننے کا نہایت شوق تھا۔ اس کا امام علم قرآن کا سب سے بڑا ماہر پکا حافظ۔ اور خوش آواز ہوتا تھا۔ اس کے بُرج میں جو محافظ رہتے تھے۔ وہ بھی حافظ قرآن ہوتے تھے اور رات کے وقت ان سے تین تین چار چار سیپارے سُنا کرتا تھا۔ عام مجلس میں بھی قاریوں سے قرأت سنتا تھا۔ اور انعام بخشا کرتا تھا۔ ایک دن ایک چھوٹا بچہ اپنے باپ کو قرآن سُنا رہا تھا اور سلطان وہاں سے گذرا۔ اس لڑکے کی خوش آوازی اس کو پسند آئی۔ اس کو ہمراہ لے آیا۔ اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اور اس کے باپ کو ایک گاؤں جاگیر میں بخشدیا۔

سلطان نہایت رقیق القلب تھا۔ قرآن کریم کے سنتے وقت پھوٹ پھوٹ کر رو دیتا۔ اور بارش کی طرح آنسو برساتا۔ سماع حدیث کا بھی اس کو نہایت شوق تھا۔ اگر کسی شیخ صاحب روایت کی خبر سنتا تو نہایت اکرام سے اس کو اپنے پاس بُلاتا۔ اور اپنے بیٹوں اور درباریوں اور غلاموں کی مجلس میں نہایت ادب اور کمال احترام سے خاموش بیٹھ کر سنتا۔ اگر کوئی شیخ بادشاہوں کے دربار میں آنے سے انکار کرتا۔ تو سلطان خود اس کے پاس حاضر ہوتا۔ اور کمال ادب سے دوزانو بیٹھ کر اس سے حدیث کا سماع کرتا۔ سکندریہ میں حافظ اصفہانی کے پاس اسی غرض سے حاضر ہوا۔ قرأت حدیث کی خود بنفسہ پسند کرتا۔ اور ابن شداد کہتا ہے۔ کہ مجھے ساتھ لیجایا کرتا تھا۔ اور حدیث کی چند کتابیں ساتھ ہوتی تھیں۔ وہ خود پڑھتا تھا۔ اور عالمان حدیث سے معانی دریافت کرتا تھا۔ جس وقت کوئی ایسی حدیث آجاتی جس کا مضمون عبرت ناک ہوتا۔ تو سلطان زار زار رو دیتا تھا

میں جب قاہرہ میں مقیم تھا۔ تو امام تاج الدین بندھی سے حدیث نبوی کے سننے کے اوقات مقرر کئے ہوئے تھے۔ اور ان کے علاوہ اور بہت سے علما اور فضلا پاس ہوتے تھے۔ ایک دفعہ قیام سکندریہ کے زمانہ کی نسبت سلطان خود کہتا ہے کہ شیخ امام ابی طاہر بن عوف کا دم بھی غنیمت ہے ہم اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اس سے موطا امام مالک رضی اللہ عنہ جو طرطوشی سے اس نے روایت کیا ہے سنا قاضی فاضل نے موطا امام مالک رضؓ سننے پر سلطان کو مبارکباد کا خط لکھا سلطان شعائر دینی کی نہایت تعظیم اور ادب کرتا تھا ٭

سلطان خداوند تعالیٰ کے ساتھ نہایت حسن ظن رکھتا تھا۔ اور اُس کی جناب میں نہایت راجح اور کثیر الاعتماد تھا میں نے اس کی انابت اور کمال اعتماد کا حال کئی دفعہ دیکھا ہے۔ ایک دفعہ بیت المقدس میں جب سلطان سخت بیمار تھا۔ اور عیسائی قریب آپڑے تھے۔ تو امیروں نے بیدلی ظاہر کی اور سلطان کو سخت رنج ہوا جمعہ کی رات تھی۔ اور جاڑے کا موسم۔ سلطان رات بھر اسی رنج میں جاگتا رہا۔ میں نے جب دیکھا کہ جاگنے سے آپ کو اس ضعف میں صدمہ نہ پہنچے۔ تو مجھے کہا کہ تم کو نیند آگئی ہو گی جا کر سو رہو۔ صبح کے وقت اس نے اذان اور اقامت کے درمیان دو نفل ادا کئے اور سجدہ میں دعا مانگنے لگ گیا میں اس کو دیکھ رہا تھا۔ کہ اس کے آنسوؤں سے اس کی ریش اور مصلے تر ہو گیا تھا خدا نے اس کی اس دعا کو سن لیا۔ کیونکہ صبح ہی خبر پہنچی۔ کہ عیسائی بیدل ہو کر واپس چلے گئے ہیں۔ اکثر خدا رسیدہ لوگوں کی خدمت میں دعا خیر کے واسطے حاضر ہوتا تھا۔ اور جہاد میں عیسائیوں پر حملہ کرنے کو عموماً نماز جمعہ کے بعد شروع کرتا تھا۔ چونکہ وہ خود پابند شریعت تھا۔ اس کے تمام درباری اور متعلقین اسی طرح شریعت کی پابندی کرتے تھے۔ عماد کہتا ہے مجھے ایک دفعہ چاندی کی دوات سے لکھنے پر ٹوک دیا تھا۔ لباس اس کا ہمیشہ سادہ ہوتا تھا جس میں کوئی بھڑک اور شان و شوکت نہیں پائی جاتی تھی ٭

سلطان لطیف الاخلاق۔ پسندیدہ معاشرت والا۔ پاک طینت اور صاف معاملہ تھا۔ انساب عرب کا حافظ۔ ان کے وقائع کا عارف۔ ان کی تاریخ اور احوال کا ماہر تھا۔ بلکہ ان کے گھوڑوں کے انساب کا بھی حافظ تھا۔ دنیا کے عجائبات اور نوادر کا ایسا واقف تھا کہ جتنا آدمی اس کی مجلس سے مستفید ہوتا تھا۔ اتنا کسی اور سے فائدہ حاصل ہونا ممکن نہیں تھا۔ اس کی زبان سے ایسی مفید باتیں سنی جاتی تھیں جو تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں سے نہیں سنی جا سکتیں۔ اس کی مجلس ایسی پاک تھی کہ اس میں سوائے نیک کلام اور نیک باتوں کے اور کچھ سنا نہیں جاتا تھا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ اس نے اپنی زبان دشنام

سے آلودہ کی ہو۔ وعدہ کے وفا کرنے میں بڑا ہی پکا تھا۔ جب کوئی یتیم اس کے سامنے پیش کیا جاتا۔ تو اس کے حال پر نہایت رحم کرتا۔ اور دولت سے مالا مال اور آسودہ کر دیتا۔ اور اس کے کسی متعلق یا کسی اور شخص کو اس کی تربیت کا کفیل بنا دیتا۔ کسی بوڑھے شخص کو دیکھتا۔ تو اس پر نہایت رحم کرتا۔ اور احسان کرتا۔ اور آخر وقت تک اسی نیک اخلاق پر رہا ؛

اقارب اور اولاد

جیسے اقارب۔ بھائی۔ رشتہ دار اور اولاد سلطان کی تھی کسی بادشاہ کو دنیا میں بہت کم نصیب ہوئی ہو گی۔ اور یہ سلطان کی اپنی حسن تربیت کا نتیجہ تھا۔ بادشاہوں کے ساتھ ان کے بھائیوں اور بیٹیوں کی بدسلوکی اور باہمی تنازعات کے واقعات سے تواریخ کے صفحے بھرے ہوئے ہیں لیکن سلطان نے جس طریق پر اپنے بھائیوں اور بیٹوں کی تربیت کی اس کا نتیجہ سوائے ان کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری کے ایک لمحہ کے واسطے بھی کچھ اور نہیں پیدا ہوا۔ اس کا بھائی عادل اس کی مدت العمر میں اس کا دست و بازو اور مشیر با تدبیر تھا۔ اُن کو وہ مختلف علاقوں میں حکومت پر مقرر کرتا رہتا تھا۔ یا وہ علاقے اُن کو بخشتا رہتا تھا۔ بعض دفعہ اُن تبدیلیوں سے ان کو رنج ہوتا تھا مگر پی جاتے تھے اور زبان پر نہیں لاتے تھے۔ اپنی اولاد سے اس کو نہایت محبت تھی۔ اور گھنٹوں ان کے ساتھ دل بہلاتا۔ اور کسی ضروری کام کے واسطے بھی اپنے اس شغل کو نہ چھوڑتا ؛

عماد کہتا ہے میں ایک رات سلطان کے پاس بیٹھا تھا میں نے عرض کیا کہ اگر آپ اپنی اولاد کے سنہ تولید فرما دیں۔ تو میں ان کو ایک نقشہ کی صورت میں لکھ دوں۔ سلطان نے مجھ کو ان کی تولید کے مفصل سنہ بتا دیئے اور میں نے ایک نقشہ میں انکی فہرست اس نمونہ کی لکھدی ؛

نقشہ اولاد صلاح الدین

نام	جائے ولادت	تاریخ ولادت	زائد حالات	تاریخ وفات
ملک افضل نور الدین ابو الحسن علی	مصر	عید الفطر وقت عصر ۵۶۵ھ		
عزیز ابو الفتح عثمان عماد الدین	؍؍	۸ جمادی الاول ۵۶۷ھ ہجری		
ظافر ابو العباس خضر مظفر الدین	مصر	۵ شعبان ۵۶۸ھ ہجری	افضل کا حقیقی بھائی	

نام	جائے ولادت	تاریخ ولادت	زائد حالات	تاریخ وفات
ظاہر ابو منصور غازی غیاث الدین	مصر	۱۵ رمضان [illegible] ہجری		
معز ابو یعقوب اسحاق فتح الدین	"	ربیع الاول [illegible] ہجری		
مؤید ابو الفتح مسعود نجم الدین	دمشق	ربیع الاول [illegible] ہجری	عزیز کا حقیقی بھائی	
عزالدین ابو یوسف یعقوب شرف الدین	مصر	ربیع الآخر ۲۳ [illegible] ہجری	عزیز کا مادری بھائی	
زاہر ابو سلیمان داؤد مجیر الدین	مصر	ذوالقعدہ ۲۳ [illegible] ہجری	ظاہر کا مادری بھائی	
مفضل ابو موسیٰ قطب الدین مظفر	"	۲۳ [illegible] ہجری	افضل کا مادری بھائی	
اشرف ابو عبداللہ محمد عزیز الدین	شام	[illegible] ہجری		
محسن ابو العباس احمد ظہیر الدین	مصر	ربیع الاول [illegible] ہجری	اشرف کا مادری بھائی	
معظم منصور نورانشاہ فخر الدین	"	ربیع الاول		جس سنہ میں تاتاریوں نے حلب لوٹا[1]
جواد ابو سعید رکن الدین	مصر	ربیع الاول [illegible] ہجری	معظم کا مادری بھائی	
غالب ابو الفتح ملک شاہ نصیر الدین	شام	رجب [illegible] ہجری	معظم کا مادری بھائی	
منصور ابو بکر	حران	صلاح الدین کی وفات کے بعد	معظم کا حقیقی بھائی	

عماد نے یہ پندرہ بیٹے اس ترتیب پر ذکر کئے ہیں اور فتح قدسی کے اخیر میں لکھا ہے۔ کہ جب سلطان فوت ہوا تو اس کے پیچھے سترہ بیٹے اور ایک دختر رہ گئی۔ پندرہ تو مذکور ہو چکے ہیں اور باقی دو یہ ہیں عماد الدین شاذی ام ولد کا بیٹا۔ اور نصیر الدین مردان ام ولد کا بیٹا۔ بیٹی کا نام مونسہ خاتون ہے جو ملک کامل (سلطان کا برادر زادہ ابوبکر بن ایوب کا بیٹا تھا) کے نکاح میں آئی تھی سلطان کی حیات میں بھی اس کی اولاد فوت ہوتی رہی ہے۔ جیسے ملک منصور حسن اور امیر احمد جسکی وفات پر عرقلہ نے یہ مرثیہ لکھا :-

ای ھلالا کسفا — وای غصن قصفا
کان سراجا قد طغی — علی الوری ثم انطفا
لم یرکب الخیل ولم — یقلد ولا مرھفا
قل للنعاۃ ویحکم — احمد لم قد صرفا
صبوا صلاح الدین یا — رب الصلاح والوفا

[1] اصل کتاب میں یہ تاریخ [illegible] ہجری میں بتائی گئی ہے۔ جو صریحاً غلط ہے۔

ترجمہ

کونسے ہلال کو گہن لگ گیا ہے۔ کونسی ٹہنی ٹوٹ پڑی ہے کونسا چراغ لوگوں پر ظاہر ہو کر گل ہو گیا ہے۔ جو نہ گھوڑے پر سوار ہوا ہے۔ اور نہ اُس کو تلوار حمائل کی گئی ہے نحویونکو ہو افسوس ہے تم کو۔ احمد کیوں منصرف ہو گیا ہے (دار العقبے کو واپس ہو گیا ہے) صلاح الدین! اے صلاح اور وفا کے مالک صبر کر لے ؂

تمت بالخیر

نئے اور دلچسپ ناول

کتاب	قیمت
دلکش حصہ اول	۶ر
دلکش حصہ دوم	۸ر
دل کش حصہ سوم	۱۴ر
منصور موہنا	عہ
ملک العزیز ورجنا	عہ
شہید وفا	عہ
دلچسپ حصہ اول	۶ر
دلچسپ حصہ دوم	۸ر
درگیش نندنی	عہ
حسن انجلینا	عہ
بدر النسا اور اسکی مصیبت	۴ر
زیاد اور حلاوہ حصہ اول	عہ
〃 〃 دوم	عہ
ترچھی نظر حصہ اول	عہ
〃 〃 دوم	عہ
مکن بائی	۸ر
عفت آرا ہر دو حصہ	۸عہ
پاربتی	۴ر
دیہاتی دوپٹہ	۶ر
چاک گریبان	عہ
شوخ دیدہ	عہ
اندرا	عہ
لال بی بی	عہ
تسخیر	۸ر
راز سربستہ	۱۲ر
انقلاب	عہ

نام کتاب	قیمت
ناشاد	۸ر
تاثیر	۸ر
جمیل	۶ر
افشائے راز	عہ
اسلم و حبیبہ	۱۰ر
دل سوز	۱۰ر
جنگ روم و یونان	عہ
لیڈی ڈاکٹر حکمت کی کتاب ہے	عہ
چلتا پرزہ	۱۰ر
دو حریف سراغرساں	۱۲ر
جہاں نورد یہودی حصہ اول	عہ
〃 〃 دوم	عہ
آئینۂ روزگار	۸ر
چاند شاہ سودخوار	۲ر
مہارانی لچھمی	عہ
عیار	۱۰ر
زہریلا درخت	عہ
کنیز فاطمہ	۸ر
مہ جبیں	۸ر
شرمیلی	عہ
دل نگار لاہور کے خوفناک اسرار	
حسرت	۴ر
دلبراں حصہ اول	عہ
دلبراں حصہ دوم	عہ
جہانگیر	۸ر
ثمرۂ عصمت	۱۲ر
جوانمردی	۴ر
زندہ کرامات	۳ر

نام کتاب	قیمت
نادر شاہ	۱۲ر
سادھو کی کرتوت	
شامت اعمال	عہ
جعفر	۸ر
زن مرید	۶ر
مہر النسا بیگم	۴ر
مسٹریز آف لاہور حصہ اول	۸ر
〃 〃 دوم	۸ر
حبیب لبیب	۶ر
ابن الرئیس	۴ر
وحشی محبوبہ	۶ر
جمال الدین گیتی آرا	۶ر
منبع حیرت	۴ر
معدن حیرت	۶ر
بانکا شوہر	۶ر
شکستہ دل	۳ر
نیرنگی فلک حصہ اول	۶ر
〃 〃 دوم	۸ر
سچی شرافت	۴ر
عشق افزا	۶ر
قہقہہ دیوار	۶ر
ثمرہ دیانت	۸ر
ترجمہ اردو میزان الطب	۸ر
قصص الانبیا	۸ر
ہیر وارث شاہ	۸ر
قرآن شریف ۷ استرہ نہایت خوشخط	
〃 ۱۵ استرہ	〃
〃 ۱۳ استرہ	〃
〃 پونیا	〃

حیات صلاح الدین

یعنی سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کی سوانح عمری

یہ کتاب مولوی سراج الدین احمد صاحب مؤلف کتاب سیرۃ الفاروق کی تالیف ہے اس کتاب کے قریباً اڑھائی سو صفحے ہیں جن میں ۸۰ صفحے کے قریب دیباچہ ہے جس میں کل صلیبی لڑائیوں کی مختصر مگر نہایت دلچسپ اور ضروری تاریخ لکھی گئی ہے۔ بلکہ اسلامی تاریخ کی دو صدیوں کا ایک آئینہ ہے شروع دیباچہ میں اسلامی تاریخ کے گذشتہ پانسو برسوں کا ایک اجمالی حال لکھا گیا ہے اور صلیبی لڑائیوں کے آغاز کے وقت جو کیفیت عیسائی اور اسلامی دنیا کی تھی وہ اسی دیباچہ میں صاف دکھائی دے رہی ہے ✦ سلطان صلاح الدین۔ اسلامی دنیا کا ایک بزرگ اور نامور ہیرو ہے جس نے تن تنہا تمام یورپ کے متحدہ حملوں کو روک کر نہ صرف بیت المقدس اور شام اور بغداد اور مصر کی خلافتوں کو بلکہ تمام ایشیا کو یورپ کے ہاتھوں میں پڑ جانے سے بچا لیا ✦ بیت المقدس کو صرف فتح ہی نہیں کیا بلکہ افواج یورپ کے مقابلہ میں محفوظ رکھا اور صرف ایشیا میں نہیں بلکہ یورپ میں اس کی بزرگی اور ناموری اس طرح تسلیم کی گئی ہے جس طرح سلاطین دنیا میں سے کسی کی کبھی نہیں کی گئی ✦ سلطان صلاح الدین کے حالات صرف اس واسطے پڑھنے کے قابل نہیں ہیں کہ وہ ایک نامور شخص کے حالات ہیں بلکہ وہ ایک آئینہ ہے جس میں عیسائی اور اسلامی دنیا کے اوصاف اور خصائص اور عیوب ایک ایسے وقت میں جبکہ وہ دنیوی ترقیات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قریب تھے صاف نظر آتے ہیں اور دونوں قوموں کے اصلی اور اخلاقی حالات کے درمیان ایک نگاہ میں فیصلہ ہو جاتا ہے اور صاف نظر آجاتا ہے کہ اسلامیوں کو خدا نے باقی دنیا پر کیسے کیسے شرف اور فضائل عطا کئے ہیں ✦ جو کچھ کتاب کے اندر ہے وہ ایک مختصر اشتہار میں نہیں دکھایا جا سکتا۔ اس میں پڑھنے کے واسطے بہت سا مفید اور ضروری اور دلچسپ حصہ ہے اور کتاب نہایت محنت اور تحقیق سے لکھی گئی ہے اور نہایت خوشخط اور عمدہ اہتمام سے چھپوائی گئی ہے۔ جن لوگوں نے اڈیٹر چودھویں صدی کی کوئی کتاب اس سے پہلے پڑھی ہے وہ اس کتاب کو بدرجہا بہتر اور قابل قدر پائیں گے۔ کتاب کی قیمت دو روپیہ فی جلد مقرر کی گئی ہے — عا

سیرۃ الفاروق

جناب فاروق اعظم حضرت عمرؓ کی سوانح عمری جس میں ان کے بچپن کے زمانہ سے لیکر وفات پانے تک کے تمام حالات مع فتوحات کے جو ان کے زمانہ میں ہوئی ہیں بڑی محنت اور تحقیق سے تلاش اور مرتب کر کے درج کئے گئے ہیں۔ دیباچہ میں بہت اہم اور عظیم الشان امور سے نہایت دلچسپ بحث کی گئی ہے کسی مسلمان کو اس بے نظیر اور عدیم المثال ہیرو کے حالات کو شوق سے پڑھنے کے واسطے ترغیب دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جسقدر وہ حالات دلچسپ ہیں اسیقدر اس زمانہ کے مسلمانوں کے واسطے ہادی اور راہنما اور ناصح ہیں۔ غرض اسلامی سچی شان و شوکت اور اصلی جاہ و اقبال اور بے نظیر شجاعت اور [illegible] کی تصویریں ہیں جو اس کتاب میں کھینچی گئی ہیں اعلیٰ قسم کے سفید ولایتی کاغذ پر بڑے اہتمام اور صرف کثیر سے چھپائی گئی ہے قیمت عـہ

بے نظیر حبی مترجم حمایل شریف۔ اس بے نظیر حمایل شریف کی صحت بھی آٹھ مشہور مولویوں۔ حافظوں اور قاریوں سے کرائی گئی ہے جن کی مواہیر حمایل کے اخیر میں ثبت ہیں۔ حمایل شریف کا متن پوسٹ کارڈ کی تقطیع کے برابر ہے۔ عربی عبارت ایک نہایت اعلیٰ درجہ کے مشہور کاتب سے جلی قلم سے لکھوائی ہے۔ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی کا ترجمہ باریک قلم سے اسکے نیچے لکھوایا گیا ہے۔ عربی عبارت پر خوشرنگ حنائی کی گئی ہے۔ اور جلد کی ساخت ولایتی طرز کی کرائی گئی ہے جس پر ولایتی بیل منقوش ہے کاغذ سفید ولایتی ہے اور وزن پاؤ بھر سے زیادہ نہیں ہے۔ تھوڑے سے عرصہ میں [illegible] ہیں اور ہو رہی ہیں ✦

[illegible] منشی محمد [illegible] مالکان [illegible] سٹیم پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ